آیاتِ بیّنات

از

محسن الملک نواب سید مہدی علی خان صاحب

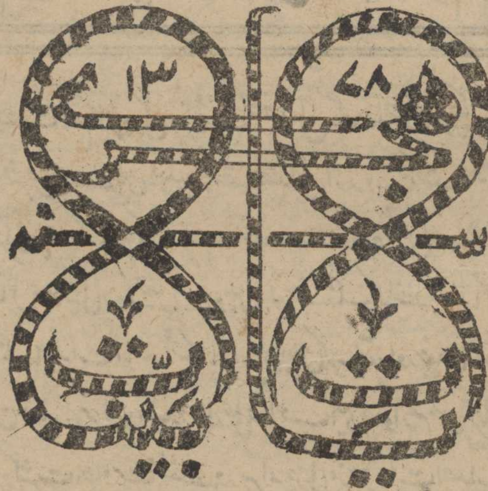
نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب۔ لاہور

قیمت دو روپے

بسلسلۂ تبلیغ اسلام

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ

بحسن توفیقات حضرت مجیب الدعوات در ایں احسن ساعات بعد جزو اول ایں جزو ثانی از کتاب ہدایت آیات مسمی بہ



حسب اہتمام تمام سید محمد حسن صاحب نوری قادری جیلانی مالک و مینجر کتب خانہ نوری بازار داتا صاحب لاہور طبع گردید

نوری کتب خانہ بازار حضرت داتا صاحب لاہور

آیاتِ بیّنات جزوِ دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جوکہ ہم بحثِ نکاح کو حضرت امّ کلثوم کی نہایت تفصیل کے ساتھ لکھ چکے۔ اِسلئے اب ہم پھر فضائل صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم لکھنا شروع کرتے ہیں۔ لیکن جسقدر فضائل از روئے کتب معتبرہ شیعہ کے اب تک ہم نے لکھے۔ اُن سے قدرت خدا کی نظر آتی ہے۔ کہ باوجودیکہ حضرات شیعہ حد سے زیادہ دشمنی صحابہؓ سے رکھتے ہیں۔ اور پھر بھی اُنہی کی کتابوں میں اِس کثرت سے فضائلِ صحابہؓ کی روایتیں موجود ہیں۔ اور جب تک کہ لفظ بلفظ اُس کی نقل نہ کیجاوے۔ اور کتاب کھول کر نہ دکھلائی جاوے۔ تب تک حضراتِ امامیہ اُسکا اقرار ہی نہیں کرتے۔ اور جہاں تک ہوسکتا ہے انکار ہی کرتے رہتے ہیں چنانچہ جناب سلطان العلماء مولوی سیّد دلدار علی صاحب اپنی صوارم میں فرماتے ہیں۔ کہ (امّا[۱] احادیثِ فضائل صحابہ از طریق امامیہ باوجود کثرت احادیث مختلفہ در ہر امر جزئی از جزئیاتِ اصلیہ و فرعیہ اگر تمام کُتب احادیثِ امامیہ ورقًا ورقًا بہ نیتِ تفحص مطالعہ در آرند مظنون آنست۔ کہ زیادہ از سہ چہار حدیث کہ سروپا درست نداشتہ باشد دست بہم ندہد۔ امّا احادیث مثالب آنہا پس بلا اغراق این است کہ متجاوزًا از ہزار حدیث باشد) لیکن اس قول کی تصدیق ہماری اِس چھوٹی سی کتاب سے ہوتی ہے۔ کہ بلا مبالغہ سو روائیت سے زیادہ فضائلِ صحابہ میں بروائتِ کتب معتبرۂ شیعہ کے پہلے ہی حصّہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ کچھ تو اب تک ہم لکھ چکے۔ اور کچھ اب لکھتے ہیں۔ حضراتِ شیعہ کو اگر سَوْ تک گنتی آتی ہو۔ تو وُہ شمار کرلیں۔ کہ سَوْ سے زیادہ روایتیں صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی فضیلت میں موجود ہیں۔ یا نہیں؟ اور پھر اگر حضراتِ شیعہ انصاف کریں۔ تو اپنے علماء کے جوابات پر بھی خیال فرمائیں۔ اور خدا تعالےٰ کو حاضر و ناظر جان کر عقل کے ترازو میں ہماری تقریر اور اُن کے جواب کو تولیں۔ اور اپنے تئیں اہل عدل سمجھ کر حق فرماویں۔ کہ کس کا پلہ بھاری ہے۔ اور کس کا ہلکا۔ اور بغض و عناد کا تو کچھ علاج ہی نہیں ہے

[۱] عبارت صوارم مطبوعہ بندر کلکتہ ۱۲۱۸ ہجری پشت ورق ۵۴ سطر ۱۶ منہ ۱۲

چونکہ حضرات شیعہ دلی عداوت صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے رکھتے ہیں اسلئے اُنکی فضیلت کا کسی طرح پر اقرار نہیں کرتے - اور کیا خدا تعالےٰ کے کلام کو - کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو - کیا ائمہ کے اقوال کو جہانتک ہو سکتا ہے تحریف لفظی و معنوی کر کے چاہتے ہیں کہ اونکی بزرگی ثابت نہ ہو - مگر بمضمون آیت وَیَأْبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ۝ خدا تعالےٰ اپنے دوستوں کی بزرگیوں کو دشمنوں کی زبان سے ظاہر کر دیتا ہے - اور بمقتضائے اَلْفَضْلُ مَا شَھِدَتْ بِہِ الْاَعْدَاءُ - اوس سے اُنکی فضیلت کو ثابت کرتا ہے - چنانچہ ہم نے اپنی اس کتاب میں اس کا التزام کیا ہے کہ اپنی کتاب کے اس حصہ کو صحابہ کرام کے فضائل سے بروایات امامیہ بھر دینگے - اور شیعوں ہی کتابوں سے اتنی سندیں لاوینگے کہ آخر کار وہ سُنتے سُنتے اور دیکھتے دیکھتے تھک جائیں - اور کلمۂ شہادت میں ہمارے شریک ہو جائیں - اور پھر اپنے فضلاء اور مجتہدین کے انصاف کی داد دیں - کہ باوجود موجود ہونے ایسی روایتوں اور حدیثوں کے انہوں نے فضائل صحابہ کرام سے کیسا انکار کیا ہے - اور جس مجتہد نے سُنیوں کی کتابوں کے جواب لکھے ہیں - اوسمیں بُغض کو کتنا دخل دیا ہے خصوصاً پچھلے مجتہدین نے سوائے گالیوں کے حقیقت میں کسی بات کا کچھ جواب نہیں دیا - اور جاہلوں کی سی باتوں سے اپنی کتابوں کو بھر دیا ہے - اگر کسی کو شک ہو - تو وہ مولوی دلدار علی صاحب کی تالیفات کو دیکھے - کہ وقت تحریر جواب کے کیسے حامی بنگئے ہیں - اور خلاف شان علماء کے بات بات پر گالیاں دی ہیں - مگر حقیقت میں یہ قصور اُنکے متبحر ہونے اور تقدس کا نہیں ہے - بلکہ یہ قصور اوس تہذیب کا ہے جو عمر بھر پاک لوگوں کی شان میں کہا کئے - اور رات دن لعنت کہتے رہے جس نے موافق حدیث کے اونہیں پر رجعت کی - میں نے بہت سی کتابیں اس فن میں شیعوں اور سُنیوں کی دیکھیں - اور میری نظر سے بہت سے رسالے علم کلام کے گذرے - اور اکثر لوگوں کے کلام میں شوخی بھی پائی - لیکن وہ خوبی جو تالیفات میں جناب قبلہ و کعبہ مولوی سید دلدار علی صاحب کی ہے - وہ کسی میں نہ دیکھی - حضرت کی داب تالیف کیا ہے - کہ اول تو دل بھر کے مؤلف کو جس کا جواب لکھتے ہیں گالیاں دینا - اور پھر اوس پر تبرا کرنا - بعدہٗ کچھ تعریف اپنے تبحر اور فضیلت اور تقدس کی فرمانا - اور خود ہی اپنی زبان سے اپنی تالیف کی نسبت یہ کہنا - کہ (گمان فقیر چنین است کہ درین جزو زمان چشم روزگار نظیر این کتاب نہ دیدہ باشد - وگوش چشم بدین نشنیدہ) جب اس سے فارغ ہونگے تب خارج از بحث گفتگو کریں گے - اور ورق کے ورق ان باتوں کے لکھنے سے رنگین کر دیں گے جن کو اوس بحث سے کسی طرح کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے - صوفیوں کی برائیاں بیان کرنے لگیں گے - اولیاء اللہ کی شان میں جو دل چاہیگا - فرمائینگے - جب اس سے نجات پائیں گے اور مؤلف کتاب کے کلام کے نقض کی طرف متوجہ ہونگے - تب کسی معتزلی یا کسی شیعی یا کسی گمنام کو فاضل سُنی قرار دے کر اوس کے اقوال کو معارضہ میں پیش کرینگے جس کسی کو شک ہو - وہ ذرا ذوالفقار اور صوارم وغیرہ کو اُٹھا کر دیکھے - اور غور کرے کہ فقیر کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں - ذوالفقار میں صوفیوں کو گالیاں دینے کا کیا موقع تھا - اور اون لوگوں

۱ عبارت صوارم مطبوعہ بندر کلکتہ ۱۲۱۸ھ ہجری - صفحہ ۳ - سطر ۲۵ و ۲۶

کے شعروں اور مثنوی کی بیتوں کی نقل کرنے سے جسکو علمائے کلام اپنے مناظرے میں آنکھ اوٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔
اور اپنے کسی اصولی فروعی مسئلہ پر اونکو سند نہیں لاتے۔ کیا حاصل تھا۔ بجز اس کے کہ کتاب کو بڑھائیں اور
اپنے رسالے کو ایسی پوچ باتوں کے لکھنے سے موٹا کریں۔ اور کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ صوارم کو دیکھیئے کہ اوس کا کیا
حال ہے۔ کوئی ورق اور کوئی صفحہ اوسکا ایسا نہیں ہے کہ جس میں مغلظات نہ ہوں۔ سطریں کی سطریں گالیوں
اور لعنت سے سیاہ ہیں۔ اور صفحے کے صفحے پوچ اور بیہودہ باتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور جہاں حضرت سند اور
دلیل لائے ہیں۔ وہاں اکثر اپنے اُستاد اور پیر ابن ابی الحدید معتزلی شیعی کے اقوال مردودہ کو نقل کیا ہے۔ کہ اگر کوئی
بیچارہ جاہل سُنّی اتنا بڑا نام جس میں دس حرف سے بھی زیادہ ہیں۔ سُنے۔ اور عربی زبان میں بڑی لمبی چوڑی عبارت
اوس کی دیکھے۔ اور سراسر مخالف اپنے مذہب کے۔ اور مطابق حضرات شیعہ کے پائے۔ تو اوسکو حیرت ہووے
اور یہ خیال کرے کہ شاید یہ کوئی بڑا عالم اور فاضل سُنّیوں کا ہے۔ اور اوسکا کلام بھی مُستند بین العلماء ہے۔ دھوکے
میں آکر اون مسائل میں شک کرنے لگے۔ حالانکہ جناب قبلہ وکعبہ نے یہ خیال نہ فرمایا۔ کہ جو ادنے درجہ کو طالب علم
ہیں۔ اور مکتب میں شرح عقائد اور شرح مواقف پڑھتے ہیں۔ وہ بھی اس امر سے واقف ہیں۔ کہ ابن ابی الحدید معتزلی
ہے۔ اور اپنے اعتزال کیساتھ تشیع کو ملائے ہوئے ہے۔ اوس کے کلام کو اہل سُنّت کے معارضے میں پیش کرنا بعینہ
ایسا ہے جیسا کہ حضرات زرارہ اور ہشام ابن حکم کے قولوں کا حوالہ دینا۔ اسلیئے کہ سُنّیوں کے نزدیک دونوں برابر ہیں۔
اور بمقتضائے الکفر ملۃ واحدۃ کے بوجہ ترک سُنّت کے ابن ابی الحدید اور زرارہ ایک دوسرے کے بھائی
ہیں۔ اور باوجودیکہ حضرت کی کتاب صوارم اوسی کے اقوال مردودہ سے بھری ہوئی ہے۔ پھر اوس کتاب پر آپ کو
اسقدر ناز ہے کہ اوس کی خوبیوں کو بیان کرنے کے لئے الفاظ ہی میں اوس کی تعریف لکھتے لکھتے کاغذ میں جگہ نہیں
رہی۔ اور صرف اپنی کتاب ہی پر ناز نہیں کرتے۔ بلکہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی طرف مقابل بننے پر بھی
اپنی عار سمجھتے ہیں۔ اور اس پر بھی افسوس ظاہر کرتے جاتے ہیں۔ چنانچہ صوارم کے خطبے میں فرماتے ہیں۔ کہ جب
میں نے امام رازی کی کتاب نہایۃ العقول کا جواب لکھ لیا۔ تو پھر مجھ کو دوسرے جواب لکھنے کی خواہش نہیں رہی۔
[1] وجہ معلوم است و پیدا و ظاہر ست و ہویدا کہ چوں شاہ باز طبیعت بصید سیمرغ مضامین عالیہ خو گرفتہ باشد۔ دیگر مخالب
ہمت خود را بخون کرکس گندیدہ نیالاید۔ وکسیکہ ابکار افکار را بحبالہ خود در آوردہ باشد۔ نگاہ التفات بطرف عجوزہ
شوہا نہ فرماید۔ لیکن از انجا کہ روزگار ناہموار نمے گذارد کہ ارباب ہمم عالیہ از دست سفلۂ ناس و عجزۂ ان حق ناشناس نجات
یافتہ دمے باستراحت بگذرانند و ابالسہ و شیاطین ہمیشہ کہ از اضلال بنی آدم دمے تغافل نمایند۔ قبل ازیں تقریباً پنج شش
سال باب دوازدہم از کتاب بعضی ذوی الاذناب در نقض مذہب عترت جناب رسالتمآب دریں بلدہ کہ بالفعل محل اقامت

[1] عبارت صوارم مطبوعہ بندر کلکتہ ۱۲۱۸ھ ہجری۔ پشت ورق ۳ سطر ۶ تا ۱۲ منہ

فقیر است۔ بروایات وشہادات ممّوہہ وہذیانات لمعۂ او دلہائے عوام مؤمنین منقبض ساخت۔ جہّالِ سُنّیاں را
ہر باوجِ مباہات رسید۔ وآں صحیفۂ ملعونہ بلا شبہ عصائے کورِ این کور باطناں گردید۔ واحقر دریں باب چوں
بدلِ خود رجوع می نمود بنظر برنکہ مثلِ کتابِ نہایۃ العقول امامِ سُنیاں را جواب گفتہ۔ واز سر تا پا متنقض وباطل ساختہ
ہرگز بہ نقضِ کلامِ نافرجام ناصب عداوتِ اہلِ بیت کہ از اوّل تا آخر آثارِ غباوت وغوائیت ازاں پیدا و امارات
بغض وعداوتِ عترتِ رسول ظاہر وہویدا راضی نمیگردید۔ وطرفِ گفتگو شدن باچنیں جاہل مدیر عار دانستہ ہرگز
برخود نمی پسندید۔ چوں حال بریں منوال مشاہدہ نمودم۔ دلِ خود را مخاطب ساختہ گفتم۔ کہ ایں مجادلہ ومعارضہ کہ ترا باچنیں
جاہلِ غبی پیش آمدہ ۔ ولیس اوّل قارورۃ کسرت فی الاسلام وطرفِ گفتگو شدنِ تو بامثالِ چنیں نادرستاں ولیس ما
عجب من مجادلۃ الانبیاء الکرام والاوصیاء الفخام مع معاصریھم من الکفرۃ الفجرۃ اللیام چرا نظر نمی نمائی۔
ونگاہِ التفات نمی فرمائی؟ بحالِ جنابِ حضرتِ ابراہیمؑ وحضرت موسیٰؑ وجنابِ ہارون علیہ السلام کہ باآں علوم وکمالات
مبتلا گردیدند۔ بہ مجادلہ نمودن بانمرود مردود وفرعونِ ملعون کہ از کمالِ جہل وغباوت باوجودِ ظہور آثارِ مخلوقیت وبلوغِ
امارات افتقار دعوئے خدائی میکردند۔ وہمچنیں نگاہ کن بہ طرفِ جنابِ سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ بالاتفاق افضل
واکملِ خلائق است چگونہ مبتلا گردید بمجادلہ ابوجہال مشرکین قومِ خود۔ کہ بفرطِ جہالت جماداتے چند را کہ خود مے تراشیدند
عبادت وپرستش می نمودند۔ وہمچنیں اندکے از خوابِ غفلت بیدار شو۔ وچشم بکشا۔ وبہ بیں جنابِ بابِ مدینۂ علم
رسول را کہ بالاتفاق اعلم ناس بود۔ بعد رسولِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم چہ قسم مبتلا گردید۔ بہ معارضہ ومجادلہ چند ناکس
منافقینِ قریش۔ وہر گاہ حقیقتِ حال برایں منوال باشد۔ ناچار عنانِ التفاتِ عالی خود را بہ نقض کردنِ کلام مورد ملامِ
او منعطف باید ساخت۔ وبراستیصالِ ہذیاناتِ بیہودۂ او ہمت والانہمت خود را باید گماشت۔ انتہیٰ بلفظہ ملخصاً

غرضیکہ یہ چند سطریں قبلہ وکعبہ کے تقدس اور تہذیب اور اجتہاد اور وقار کی نمونہ ہیں۔ باقی کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔
لیکن ہم اس سے بحث نہیں کرتے ۔ اور اس کے جواب میں ہم جاہل اور عامی بنکر گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے۔
ہاں حضرت کی لن ترانیوں اور خودستائی پر کبھی کبھی یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر کاش قبلہ وکعبہ جواب بھی ایسے ہی
دیتے۔ جیسی گالیاں دی ہیں۔ اور شاہ صاحب کے اعتراضات کو بھی اس خوبی سے رد کرتے جس خوبی سے اپنی
تعریف فرماتے ہیں۔ تو یہ تعریف بجا بھی خود ہوتی۔ اور اس تہذیب وشائستگی پر بھی خاک پڑجاتی ۔ یعنی یہ عیب بھی
کچھ چھپ جاتا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ کسی مسئلہ کے جواب میں حضرت نے وقّادِ طبیعت کے جوہر نہ دکھلائے۔
اور کسی عقیدے کے اثبات میں اپنے اجتہاد اور تبحر کو ظاہر نہ فرمایا۔ وہی پرانی باتیں جو ان کے پیشوا لکھتے آئے
ہیں۔ لکھ کر سکوت اختیار کیا۔ اور انہیں قصے کہانیوں کو جو پشت در پشت سے سنتے آئے تھے۔ نقل کرکے کتاب
کو ختم کیا پس ہم کو افسوس اسی بات پر آتا ہے۔ کہ حضرت نے اپنے آپ کو انبیائے اولو العزم کے ساتھ مشابہ بھی بنایا

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا عہدہ بھی اپنے ذمے لیا۔ اور سید الاوصیاء باب مدینۃ العلم کی نیابت کا بھی دعوےٰ کیا۔ اور ہدایت خلق کی کی۔ اور ایک منافق جاہل کا مثل مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کے جن کی کم علمی اور بے بضاعتی اور جہالت سے نہ ہندوستان بلکہ عرب اور عجم کے لوگ بھی واقف ہیں۔ طرفِ مقابل بننا نہایت مجبوری سے گوارا کیا۔ اور ایسے بڑے عار و ننگ کو صرف شیعیانِ پاک کے دین و ایمان کی خاطر سے اختیار کیا۔ مگر افسوس ہے کچھ کر کے نہ دکھلایا۔ اور جتنا دعوےٰ کیا تھا اوسے پورا نہ کیا۔ اور اپنے آپ کو اون علماء کے زمرے میں داخل کیا جن کی صفت جناب امیر علیہ السلام اپنے ایک خطبے میں کرتے ہیں۔ وان ابغض الخلق الی اللّٰہ تعالیٰ رجل قمش علما اغار فی اغباش الفتنۃ سماہ اشباہ الناس وارادلھم عالما ولم یعش فی العلم یوما سالما یکن فاستکثر مما قل منہ خیر مما کثر حتی اذا ارتوی من ماء اجن واکتنز من غیر طائل جلس للناس مفتیا لتخلیص ما التبس علی غیرہ فان نزلت بہ احدی المبھمات ھیاء لھا من رأیہ حشو الرأی فھو من قطع الشبھات فی مثل نسج العنکبوت لا یدری اخطأ ام اصاب رکاب جھالات خباط عشوات لا یعتذر مما لا یعلم فیسلم ولا یعض علی العلم بضرس قاطع فیغنم تبکی منہ الدماء وتستحل بقضائہ الفروج الحرام لاملئ واللّٰہ باصدار ما ورد علیہ ولا ھو اھل لما فوض الیہ اولئک الذین حلت علیھم المثلات وحقت علیھم النیاحۃ والبکاء ایام الحیوۃ الدنیا۔ کہ سب خلق سے زیادہ تر دشمن خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ آدمی ہے جو اِدھر اُدھر سے علم کو جمع کر کے فتنہ و فساد کی تاریکی میں جلد جلد دوڑتا ہے۔ اور جسکو ایسے لوگ جو آدمیوں کی صورت رکھتے ہیں۔ اور حقیقت میں انسانیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں عالم فاضل کہنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایک دن بھی علم سے سروکار نہیں رکھتا۔ صبح ہوئی۔ اور اوس چیز کے جمع کرنے پر متوجہ ہوا جس کی قلت بہتر ہے اوسکی کثرت سے۔ یعنی مال۔ یہانتک کہ جب سڑے نجس پانی سے پیٹ بھر لیا۔ وہ مفتی بنکر بیٹھا۔ اور اپنی پوچ لچر رائے سے مشکلات اور شبہات کے حل کرنے پر آمادہ ہوا جسکی رائے اوس کے حل کرنے میں وہی قوت رکھتی ہے جو کہ مکڑی کے جالے کو ہوتی ہے۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ خود اوس نے خطا کی یا صحت۔ وہ اندھوں کے موافق چلتا ہے۔ اور ہر بات میں بے بصیرت ہوتا ہے۔ اپنی لاعلمی کا عذر نہیں کرتا تاکہ آفت سے بچ جاوے۔ اور علم کو مضبوطی سے نہیں پکڑتا۔ کہ فائدہ پاوے۔ اوس کے فتوے سے ناحق خون بہائے جاتے ہیں جو کہ اوسی کو روتے ہیں۔ اور اوس کے حکم سے بہت سی حرام فرجیں حلال ہو جاتی ہیں۔ نہ وہ اُس لائق ہوتا ہے جو اوس سے پوچھا جاتا ہے۔ نہ وہ اُس کام کی اہلیت رکھتا ہے جو اوس کے سپرد کیا جاتا ہے پس وہ اون میں ہے جس پر عذاب حلال ہو جاتا ہے اور جس پر نوحہ و بکاء کرنا زندگی بھر واجب ہوتا ہے ✦

میں نے جو کچھ کہا - اس کا ثبوت خود جناب والا کی تالیفات اور جوابات سے ہوتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی اس
کتاب میں انشاء اللہ تعالےٰ اون کی ساری تالیفات سے جو بجواب تحفہ کے ہے۔ بحث کروں گا - اور کیا
ذوالفقار اور کیا صوارم اور کیا حسام سب اون کی تلواروں کے وار اونہیں کے ہاتھوں سے اونہیں کے
منہ پر ماروں گا - اور جو کچھ اونہوں نے ان کتابوں میں لکھا ہے - اوسکو جس بحث کے متعلق ہے بالاستیعاب
نقل کرکے اوس کی خوبیاں اون کی پیروی کرنے والوں پر ظاہر کردوں گا - تاکہ مخالف بھی شہادت دینے لگیں
اور زبان سے نہیں - مگر دل میں تو ضرور سنیوں کا کلمہ پڑھنے لگیں - اور وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا کا شور آسمان تک پہنچائیں +

وها انا اشرع فى بيان ما كتب فى صدده

جو کچھ اب تک میں نے لکھا یہ صحابہؓ کے فضائل کے بیان میں تھا - کہ جسکو میں نے نہایت تفصیل کے ساتھ بیان
کیا - اور خود شیعوں ہی کی کتابوں سے اوسکو ثابت کیا - اور جو کچھ جواب اونکے عالموں نے دیئے ہیں - اون کو
موقع موقع پر نقل کیا - اب میں اون اقوال کو شیعوں کے بیان کرتا ہوں جو تمام آیات اور احادیث فضائل صحابہؓ
سے دیتے ہیں - اور اسی کے ضمن میں بہت کچھ روائتیں اونکے فضائل کی بھی موقع بموقع لکھتا جاؤں گا +

جواب شیعوں کا بہ نسبت آیات فضیلت صحابہؓ کے

جو آیات قرآن مجید کی شان میں صحابہؓ کے ہیں - اور جن میں سے چند آیتوں کو اوپر میں نے بیان کیا ہے - اونکی نسبت
شیعوں کی طرف سے عام جواب یہ ہے :-

جو آیتیں مہاجرین کی شان میں اور اونکی بزرگیوں میں خدا تعالےٰ نے نازل کی ہیں - اور اپنی رضامندی کا اظہار اونکی
نسبت فرمایا ہے - اوس سے حضرات شیعہ یہ جواب دیتے ہیں - کہ ہجرت کی صحت میں اور اوسپر مستحق ثواب ہونے
میں ایمان اور صحت نیت شرط ہے چنانچہ تقلیداً اپنے بزرگوں کی جناب مولوی دلدار علی صاحب قبلہ بھی ذوالفقار
میں اوس مقام پر جہاں کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے آیہ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنصَارِ الخ کا ذکر کیا ہے - فرماتے ہیں :- (پس بباید دانست کہ باتفاق اہل اسلام در صحت ہجرت و ترتب
ثواب بر آں ایمان شرط است - واز ینجاست کہ دلیل پیمبر خدا کہ دریں ہجرت شریک ابوبکر بودہ - مشرک بود -
چنانچہ در کتاب طبقات واقدی تصریح باں واقع شدہ مقبول الہجرت نخواہد بود - زیرا کہ باتفاق ایمان بشرط
صحت عبادت است - وہمچنیں باتفاق فریقین شرط ترتب ثواب بر ہجرت صحت نیت است - چنانچہ

دلالت میکند برآں حدیث متواتر انما الاعمال بالنیات و لکل امرءٍ ما نوی ومن کانت ہجرتہ الی اللہ
و رسولہ الخ ہمہ اینہا در اوائل صحیح بخاری وغیرہ مسطور ہست پس مادامیکہ ما را علم بصحتِ نیّتِ ابی بکر بثبوت نرسد
دخول او در مدلول ایں آیہ متیقن نشود۔ احتجاج بایں آیہ بر علو مرتبہ او نمے تواند شد)۔ اور نیز اسی کتاب میں ایک
دوسرے مقام پر جہاں کہ مولانا صاحب نے آیہ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ کا ذکر کیا تھا۔
مجتہد صاحب فرماتے ہیں:۔ (کہ[53] بر فرضِ تسلیم فضیلتِ ہجرت و امثالِ آں از اعمال مشروط است بر ایمان بہ اجماع
و اتفاقِ اہلِ اسلام و درستیِ نیت چنانچہ بخاری در صحیح خود از لیث روایت نمودہ است کہ گفت شنیدم عمر خطاب رض
را کہ بر منبر می گفت۔ کہ شنیدم رسولِ خدا را کہ می فرمود اِنما الاعمال بالنیات و انما لکل امرءٍ ما نوی فمن
کانت ہجرتہ الی اللہ فہجرتہ الی اللہ و رسولہ ومن کانت ہجرتہ الی الدنیا یصیبہا او الی امرأۃ ینکحہا
فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ۔ و ایں ہر دو فیما نحن فیہ در معرض عدم تسلیم است)۔ اور پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں
کہ ایضاً[54] (احتجاج بایں آیت موقوف است کہ بہ ثبوت رسد۔ کہ ہجرتِ ابوبکر باجازت حضرت نبوی واقع شدہ۔
و شیعہ ایں را قبول ندارند)۔ اور پھر ایک جگہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔ (کہ ہجرت و نصرتِ ممدوح امرے است
کہ تعلق بصحتِ نیت دارد۔ و آں امریست باطنی)۔ اب میں اس قول کو چند طرح سے رد کرتا ہوں:۔

اوّل۔ جو سند احادیث بخاری کی قبلہ و کعبہ لائے ہیں۔ اوس سے سوائے اظہار فضیلت کے اور کچھ فائدہ نہیں ہے
اسلئے کہ ہر عمل میں نیت شرط ہے۔ اور تمام فرقے اسلام کے بلکہ سارے اہل مذہب اسپر متفق ہیں۔ کسی کا یہ عقیدہ
نہیں ہے کہ کوئی عمل بغیر نیت کے مقبول ہے۔ تو اس حدیث کے نقل کرنے سے بجز بڑھانے حجم کتاب کے کیا فائدہ۔
ہاں شاید مجتہد صاحب کی یہ غرض ہو۔ کہ اس حدیث کو سنکر بعض جہلا شبہ میں پڑجاویں۔ اور یہ وسوسہ کرنے لگیں
کہ یہ حدیث اونہیں ہجرت کرنے والوں کی نسبت ہے جو کہ پیغمبر صاحب کے ساتھ یا آگے پیچھے چند روز کے
ہجرت کرکے مکہ سے مدینہ کو آئے۔ اور جن کی شان میں خدا تعالےٰ نے آیتیں نازل کی ہیں۔ تو اگر وہ سب کے
سب مستحق ثواب ہوتے۔ تو پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا ایسی حدیث نہ فرماتے۔ اور صحتِ نیت کی شرط ترتب ثواب
پر نہ کرتے۔ پس ظاہر ہوتا ہے کہ شاید بعض اصحاب ایسے بھی تھے کہ جنکی نیت ہجرت میں بخیر نہ تھی۔ تو یہ شبہ اونکی اس تلبیس
سے کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اِسلئے کہ سب جانتے ہیں کہ ہجرت ختم نہیں ہوگی۔ اور پیغمبر صاحب کی قیدِ حیات تک جاری
رہیگی۔ اور سب لوگ مثل مہاجرین اولین کے خاص خدا اور رسول ہی کے لئے ہجرت نہ کرینگے۔ بلکہ بعض بعض
دنیا اور عورتوں کے پیچھے اپنے گھر چھوڑ جائینگے۔ جیسا کہ آج کے زمانہ میں ہم لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی
عورت کے پیچھے اپنا وطن چھوڑ دیتا ہے۔ کوئی رنڈی کی خاطر سے مسلمان بنجاتا ہے۔ یعنے مسلمانوں کے ساتھ
کھانے پینے لگتا ہے۔ تو اس حدیث شریف کا مضمون اونہیں لوگوں کے حق میں صادق ہوگا۔ علاوہ اسکے جناب

[53] ایضاً صفحہ ۵۷ ۔ سطر ۹ ۞ [54] ایضاً صفحہ ۸۶ ۔ سطر ۱۲ ۞

قبلہ وکعبہ کو چاہیئے تھا۔ کہ شانِ نزول اس حدیث کا احادیث کی شرحوں میں دیکھتے۔ اور اِس بات کو دریافت فرماتے
کہ یہ حدیث کس کے حق میں اور کس کے لئے حضرت نے فرمائی ہے۔ اور مہربانی کرکے اوسی میں لکھدیتے۔ تاکہ ہم بھی
اونکی دیانت کی داد دیتے۔ اور اونکو اہل علم کہتے۔ مگر وہ اُسے کیوں لکھتے۔ اسلیئے کہ اوس سے تو اون کا مطلب
ہی ہاتھ سے جاتا ہے۔ چونکہ حضرت نے اوسکو نہیں لکھا۔ اسلیئے میں شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے اُسے
لکھتا ہوں۔ (واضح ہو۔ کہ ایک شخص مدینہ شریف میں آیا تھا ایک عورت کی طلب کے لئے جسکا نام اُمّ قیس
تھا۔ اوس کے حق میں یہ حدیث شریف پیغمبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمائی۔ چنانچہ اوسکو مہاجر اُمّ قیس کہتے تھے
کہ اوس نے ہجرت عورت کے پیچھے کی تھی۔)۔ اب اَے حضراتِ شیعہ اپنے قبلہ وکعبہ کی تقدس اور دیانت کی داد
دو۔ اور جو کچھ اونہوں نے لن ترانیاں فرمائی ہیں۔ اوسپر غور کرو۔ چنانچہ خود حضرت نے صوارم میں نسبت شاہ صاحب
قدس سرہ کے فرماتے ہیں:۔ (کہ مے بائید۔ ہرگاہ شعور داشتہ باشد۔ ارادۂ تصنیف وتالیف نمائید۔ ما دامیکہ
قابلیت آں بہم نرساند۔ بالجملہ بامتحان رسیدہ کہ ناصب عداوتِ اہلِ بیت ہرگاہ مسئلہ علیہ کہ اندک وقتے داشتہ
باشد۔ در اثنائے تحریر آں دست وپا گم میکند ازآنجملہ است ایں مقام کہ درآں کمال انتشار وپراگندگی بکار بردہ۔
لیکن نہ فہمید۔ کہ ہرگاہ آتشِ قہرِ الٰہی رامورد و مستوقد گردید۔ ہمہ تر و خشک او خواہد رسید۔ و بادِ فنا خواہد داد۔ و
ہیچ حیلہ ومکر درآنوقت مفید نخواہد افتاد۔ انتہیٰ بلفظہٖ ملخصًا)۔ اب کوئی مومن مُنصِف انصاف کرے۔ کہ یہ مضمون
خود جناب قبلہ وکعبہ پر اِس روائیت میں کتنا صادق ہے۔ کہ اونہوں نے کلام کو کتنا منتشر کیا ہے۔ اور دھوکا دینے کے
لئے بیچ میں کی حدیث کا ذکر فرمایا ہے۔ مہاجرین کو اوس سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ حقیقت میں قبلہ وکعبہ نے سچ
فرمایا۔ (کہ مے بائید۔ انسان ہرگاہ شعور داشتہ باشد۔ ارادۂ تصنیف وتالیف نہ نمائید ما دامیکہ قابلیتِ
آں بہم نرساند)۔ دوسرے یہ فرمانا حضرت کا۔ کہ (باتفاقِ اہلِ اسلام درصحتِ ہجرت وترتب ثواب برآں ایمان
شرط است)۔ یہ بیان بھی سچ اور بالکل ٹھیک ہے۔ نہ اس کے لئے کسی آئیت کی سند لانے کی حاجت ہے۔ نہ کسی
حدیث کے نقل کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ فرمانا۔ کہ (پس ما دامیکہ مارا علم بہ صحتِ نیت ابی بکر بہ ثبوت نہ رسد
دخول او در مدلولِ ایں آئیت متیقن نمے شود) میں ہم کو جرح ہے چند طرح سے۔ اوّل جناب صاحب تحفہ قدس سرہ
نے اِس آئیت کو صرف حضرت صدیق اکبر ہی کے شان میں نہیں فرمایا۔ بلکہ سب مہاجرین کے فضائل میں اسکو
نقل کیا ہے۔ پس حضرت نے سب کا ذکر تو چھوڑ دیا۔ صِرف نام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی کا لکھا
یہ خلافِ دابِ مناظرہ کے ہے۔ اگر شاہ صاحب اِس آئیت کو خاص نسبت صدیق اکبر کے بیان کرتے۔ تو اون کو بھی
جواب میں اونہیں کے نام کی قید کرنی مناسب تھی۔ وَ اِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ۔ دوسرے اگر بخیال اس کے کہ حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مہاجرین میں بھی درجۂ اوّل رکھتے ہیں۔ اور اون کی نسبت اس قضیہ کے ابطال سے

اوروں کے قضیہ کا بطلان خود اسی دلیل سے ہوگا۔ حضرت قبلہ وکعبہ نے اون کا نام لکھا ہی۔ تو خیر ہم اُس سے بحث نہیں کرتے۔ اوسی کا جواب دیتے ہیں۔ کہ آپ کو صحتِ نیّت کا علم کیونکر ہووے۔ اور کس طرح آپ اوس علم کو حاصل کیا چاہتے ہیں۔ اگر یہ خیال کرے (کہ آں امریست باطنی) سوائے خدا تعالےٰ کے دُوسرا نہیں جانتا۔ تو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اور آپ کو خُدا کے سپرد کرتے ہیں۔ یقین ہی کہ خُدا نے اب آپ کو اوسکا حال قبر میں بتلا دیا ہوگا۔ اور ابوبکر صدیق کی صحتِ نیت کا اب حال آپ پر کُھل گیا ہوگا۔ اور اگر آپ نیت کا حال اونکے اعمال سے جو وقت ہجرت اونہوں نے کئے۔ دریافت کیا چاہتے ہیں۔ تو اپنے ہی علماء کے اقوال سے دریافت کریجیئے۔ اور پیغمبر خدا کا اونکے گھر جانا۔ اور اپنے ساتھ لیکر غار کو چلنا۔ اور راہ میں ابوبکر صدیق کا حضرت کو دوش پر چڑھانا۔ اور اپنے گھر سے کھانا پہنچانا۔ ان سب باتوں کا اپنی ہی کتابوں سے ثبوت دیکھ لیجیئے۔ کہ اسکو ہم نہایت تفصیل کے ساتھ آیۂ غار کی تفسیر میں بیان کرچکے ہیں جس کو دیکھنا ہو۔ اس کتاب کے چند ورق اُلٹ کر دیکھ۔ اگر کوئی شخص اتنی محنت نہ گوارا کرے۔ اور چند ورق اُلٹ کر اوس ساری بحث کو جو حقیقت میں یہ مضمون صادق ہے۔ (کہ دریں جزو زمان چشمِ روزگار نظیر ایں بحث یعنی فضیلتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ از آیۂ غار ندیدہ باشد۔ وگوشِ چرخ بریں نشنیدہ) تو اُس کیلئے اِس مقام پر بھی ہم ایک روایت لکھتے ہیں جسکو صاحب تحفہ نے ملا عبداللہ کی کتاب اظہار الحق سے نقل کیا ہے۔ کہ وُہ خود اپنے ہم مذہبوں کے اس انکار کو پوچ اور بیہودہ کہتا ہے۔ کما قال کہ (جواب گفتن ایں سخن بہ از انکار آنکہ در سبق ہجرت و نصرت ایمان شرط ہست۔ وآں شخص یعنی ابوبکر معاذ اللہ ہیچ وقت ایمان نداشتہ چنیں فعل از ستوح ناخوشی با امیر المؤمنین از انصاف دور ہست) مجتہد صاحب قبلہ اپنی ذوالفقار میں اِس روائیت کی نسبت فرماتے ہیں:۔ کہ پس معلوم ہست کہ یا ملا عبداللہ از امامیہ نبودہ۔ ویا اینکہ جامع کلمات ایں مزخرفات را از پیش خود داخل نمودہ و یا مراد او از ایمان دریں مقام اسلام ہست۔ ومعلوم ست کہ خلیفۂ اوّل از اوّل امر از ایمان بہرہ نداشت۔ باتفاق من علماء الامامیہ)۔ اِس جواب میں تین امر مجتہد صاحب نے لکھے ہیں۔ اوّل انکار کرنا ملا عبداللہ شہدی کے امامیہ ہونے سے جسپر ہم ابھی زیادہ بحث نہیں کرتے۔ اگر مجتہد صاحب اپنے سارے علماء کے امامیہ ہونے سے منکر ہوجائیں۔ ہمارا کچھ ہرج نہیں ہے۔ اگرچہ سارے علماء نے ملا عبداللہ کے امامیہ ہونے پر بہت کچھ ثبوت دیا ہے۔ مگر ہم مجتہد صاحب ہی کی بات کو مانتے ہیں۔ اور اوس کے امامیہ ہونیکا ثبوت دینا لغو سمجھتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ صرف اسلئے مجتہد صاحب نے اوس کے امامیہ ہونے سے انکار کیا ہے۔ کہ وہ صحابہ کی ایمان کا قائل ہے۔ تو اسکا ثبوت اون علمائے امامیہ کے اقوال سے بھی ہوتا ہے۔ جو کہ مجتہد صاحب کے پیشوا ہیں۔ اور جن کے قول کو کالوحی المنزل من السماء جانتے ہیں چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں

(دیکھو ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودیانہ ۱۲۸۱ ہجری صفحہ ۸۵ سطر ۱۹-۲۰ منہ)

فرماتے ہیں:۔ (کہ اما آنکہ تکفیر ابوبکر و عمر بہ شیعہ نسبت نمودہ است سخنے است بے اصل۔ کہ در کتب اصولِ ایشاں
ازاں اثرے نیست۔ و مذہب ایشاں ہمین است کہ مخالفانِ علی فاسق اند۔ و محاربان او کافر اند) اس کا جواب
جب مجتہد صاحب نے کچھ نہ دیکھا۔ اور قاضی نور اللہ شوستری کے امامیہ ہونے سے انکار کرنا خلافِ ایمان جانا۔
تو پھر دوسری طرح سے اس قول کو باطل کرنا چاہا چنانچہ اس کے جواب میں ذوالفقار میں فرماتے ہیں:۔ (کہ پوشیدہ
نماند کہ ایں کلام بر تقدیرِ صحت و صدورِ آں از فاضل قادح مقصود ما و مفید مطلوب او نمیشود۔ زیرا کہ سابق گذشتہ
کہ فاسق در مقابلۂ مؤمن اطلاق شدہ)۔ اب کوئی اس دھوکہ دینے کو خیال کرے۔ کہ قاضی نور اللہ سا مؤلف اور
مجالس المؤمنین کی سی مشہور کتاب پر بھی جناب علامی فہامی فرماتے ہیں:۔ (کہ بر تقدیرِ صحت و صدورِ آں از فاضل)
گویا ان لفظوں میں اسکا بھی انکار کرتے ہیں۔ مگر صاف انکار کرنے سے کچھ تقدس کا لحاظ فرماتے ہیں۔ اگر
حضرت کو دیانت کا دعوےٰ تھا۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ ایسا دھوکہ نہ دیتے۔ اور مجالس المؤمنین کی اصل عبارت
کو جس میں کچھ تحریف نہ ہوئی ہوتی۔ نقل کر دیتے۔ چنانچہ بجز اس کے کہ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ (کہ نسبتِ تکفیر
بجناب شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کہ اہلسنت و جماعت بہ شیعہ نمودہ اند سخنے ست بے اصل۔ کہ در کتبِ اصولِ ایشاں ازآں
اثرے نیست) اور بلفظہٖ عبارت مجالس المؤمنین کی وہ ہے جو اوپر ہم نے نقل کی۔ اگر کسی کو شک ہو۔ تو بیشک وہ
مجالس المؤمنین کو دیکھ لے۔ اور مجتہد صاحب کے (بر تقدیرِ صحت و صدورِ آں از فاضل) لکھنے پر داد دے۔ اور
سب سے زیادہ مجھے یہ حیرت ہے کہ ایسے مجتہد فاضل نے (بر تقدیرِ صحت) اس عبارت کی نسبت کیونکر فرمایا۔
اسلیئے کہ مجالس المؤمنین میں نہایت شد و مد سے ملّا نور اللہ شوستری نے تکفیر حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے
انکار کیا ہے۔ اور صرف انہی چند لفظوں سے اپنے انکار کو ثابت نہیں کیا۔ بلکہ بہت لمبی چوڑی تقریر کی ہے چنانچہ
مجلس سوم میں فرماتے ہیں:۔ (کہ از ایراد ایں مقدمہ دفعِ توہّمے است۔ کہ در اوہامِ عامہ استقرار یافتہ۔ کہ شیعۂ امامیہ
تکفیر جمیع یا اکثر صحابہ می نمایند۔ و ایں معنی را مستبعد یافتہ عوام مذہب خود را بتقریر آں از مذہبِ حق متنفر نمودہ
از راہ بُردہ اند۔ و چگونہ چنیں باشد و حالانکہ افضل المحققین خواجہ نصیر الدّین طوسی در کتابِ تجرید فرمودہ۔ کہ
محاربوا علی کفرۃ و مخالفوہ فسقۃ۔ و ظاہر است کہ اگر صحابہ با آنحضرت محاربہ نکردہ اند۔ بلکہ بہ قوت کثرتِ خیل و
حشم بے نیتِ استعمالِ سیف و علم در مقامِ مخالفت در آمدہ باستقلال غصبِ منصبِ خلافت رسولِ متعال نمودہ
اند۔ انتہٰی بلفظہٖ) غرضیکہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قاضی نور اللہ شوستری نے بدلیل قطعی تکفیر
سے اون صحابہ کے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے لڑائی نہیں کی۔ بلکہ صرف مخالفت کی ہے انکار
کیا ہے۔ اسلیئے کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ اس مقدمہ کے لکھنے سے ہماری غرض یہ ہے۔ کہ جو وہم سنیوں کو ہے۔ کہ شیعۂ
امامیہ سب صحابہ کو کافر کہتے ہیں۔ اور اسی سے عوام کو فریب دیکر وہ شیعوں کے مذہب کی برائی اونکے دل میں پیدا

ص عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۶۱ھ صفحہ ۵۲ سطر ۲ ۔ ۲ص ایضاً صفحہ ۲۰ سطر ۲۲

کر کے امامیہ مذہب سے اونکو نفرت دلاتے ہیں۔ حالانکہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ ہم امامیہ مذہب کے لوگ سب اصحاب کو کافر کہیں۔ حالانکہ افضل المحققین خواجہ نصیر الدین نے تجرید میں صاف لکھا ہے کہ علی کے مخالف فاسق ہیں اور لڑنیوالے کافر۔ اور پھر قاضی نور اللہ شوستری اسی پر قناعت نہیں کرتے۔ بلکہ اس قول کو لکھ کر آپ اپنے دعوٰے عدم تکفیر اصحاب کے ثبوت میں یہ لکھتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ اکثر اصحاب نے حضرت علیؑ کے ساتھ لڑائی نہیں کی۔ بلکہ بغیر لڑائی کے خلافت کو غصب کر لیا۔ پس باوجود ایسی مدلل تقریر کے جو قاضی نور اللہ شوستری نے کی ہے۔ جناب مجتہد صاحب اوّل تو (بر تقدیر صحت) فرماتے ہیں۔ تاکہ عوام کو شبہ ہو۔ کہ یہ روائیت ہی مجالس المؤمنین میں نہ ہوگی۔ اور بر تقدیر صحت فرما کر اوسکے یہ معنے لکھتے ہیں۔ کہ (قادح مقصود و مفید مطلوب اونمی شود۔ زیراکہ سابق گذشتہ کہ فاسق در مقابلۂ مؤمن اطلاق شدہ) یعنی اس سے کچھ ہمارے مطلب میں قدح اور شاہ صاحب کے دعوٰے کو فائدہ نہیں ہوتا۔ اسلیئے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ فاسق بمقابلہ مؤمن کے آیا ہے جس کے معنے کافر کے ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!! ؎ بریں عقل و ہمت بباید گریست ✦ کیا فہم و ذکا خدا تعالےٰ نے حضرت کو دیا تھا۔ کہ اپنے دعوٰے تکفیر صحابہ کو قاضی نور اللہ شوستری کے دعوٰے عدم تکفیر سے ملاتے ہیں۔ اور پھر کیا شوخی اور بیباکی ہے۔ کہ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا اونکا مطلب ایک ہے۔ درحقیقت وجود و عدم اور اسلام و کفر کو ایک سمجھنا حضرت کی فہم و فراست سے کچھ بعید نہیں ہے۔ آپ کی سمجھ پر خیال کر کے ہم بھی کہتے ہیں کہ بیشک جو آپ فرماتے ہیں۔ وُہی درست و بجا ہے۔ شاہ صاحب جاہل اور نادان تھے جنہوں نے قاضی نور اللہ شوستری کی عبارت کو عدم تکفیر صحابہ پر محمول کیا۔ اے حضراتِ امامیہ! یہ حال ہے تمہارے مجتہدین و علماء کے علم و فضل کا۔ غرضیکہ ثابت ہوا۔ کہ قاضی نور اللہ شوستری اور محقق نصیر الدین طوسی عدم تکفیر صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے معتقد ہیں۔ اور سوائے محاربین کے کسی کو کافر نہ جانتے تھے۔ اب سُنیئے کہ مجتہد صاحب کیا فرماتے ہیں جناب قبلہ و کعبہ اپنی ذوالفقار میں فرماتے ہیں۔ کہ (استنتاج نتیجۂ مسطورہ موقوف است بریں کہ بنابر اصول شیعہ باثبات رسانی کہ اصحاب تو از اوّلِ امر مومن اند۔ وایں از جملہ ممتنعات و محالات است۔ چہ علمائے ایشاں بدلائل بسیار و اخبار بے شمار کفر و نفاق پیشوایان شمارا در کتب خود باثبات رسانیدہ اند۔ و ہرگاہ حقیقت حال چنیں باشد۔ پس کلام تو از محل اعتبار ساقط باشد)۔ اب اے حضراتِ شیعہ! تم کو اپنے دین و ایمان کی قسم ہے۔ اور تم کو اپنے غفرانمآب کے تقدس و اجتہاد کی قسم ہے۔ کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس عبارت کو کہ (امّا آنکہ تکفیر ابوبکر و عمر بشیعہ نسبت نمودہ است سخنے است بے اصل۔ کہ در کتب اصول ایشاں ازاں اثرے نیست) جناب قبلہ و کعبہ کی اِس عبارت سے کہ (علمائے ایشاں بدلائل بسیار و اخبار بے شمار کفر و نفاق پیشوایان شمارا در کتب خود باثبات رسانیدہ اند) ملاؤ۔ اور ذرا کلمۂ حق زبان پر لاؤ۔ اور اتنا فرما دو۔ کہ ان میں سے

ف عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۲ھ صفحہ ۵۳ سطر ۸ سنہ ۱۲ ایضاً صفحہ ۱۹ سطر ۱۲

کون صاحب سچے ہیں۔ اور کون صاحب جھوٹے۔ اور ہم بیچارے جاہل سُنی قاضی نور اللہ شوستری کے قول کو مانیں جو کہ نہائیت زور و شور سے فرماتے ہیں کہ یہ بات ایسی بے اصل ہے کہ ہماری کتابوں میں اصول کی اس کا کوئی اثر ونشان بھی نہیں ہے۔ یا کہ جناب قبلہ وکعبہ کی بات کو سنیں۔ جو کہ نہائیت مضبوطی سے فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء نے اونکے کُفر کو بدلائل بسیار اور اخبار بیشمار سے ثابت کیا ہے۔ اے حضرات! یہ حال ہے تمہارے علماء کا۔ کہ خود ہی ایک بات پر قائم نہیں رہتے۔ اور ایک دوسرے کے کلام کو نقض کرتا ہے۔ اور سبب اسکا یہ ہی کہ جہاں جیسا موقع ہوتا ہے۔ وہاں ویسی ہی بات کہنے لگتے ہیں۔ اور ہر سخنے موقع اور ہر نکتہ مقامے دارد۔ پر عمل کرتے ہیں۔ جہاں دیکھا۔ کہ صحابہ کی تکفیر کہنے کا موقع ہے۔ وہاں ایسی دھوم دھام سے اون پر کُفر کا اطلاق کرینگے کہ امامِ اول سے لیکر امامِ آخر تک کی زبان سے اون کا کُفر ثابت کرینگے۔ اور جہاں دیکھا۔ کہ اوس سے اصول دین کی برہم ہوئے جاتے ہیں۔ اور اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے۔ وہاں اس زور و شور سے انکار کرینگے۔ کہ کانوں پر ہاتھ دھرین گے۔ اوسکو سنیوں کی تہمت اور افتراء کہیں گے۔ اور تمام اپنے علماء کو تکفیر کی نسبت سے بری کرینگے۔ عجب حال ہے ان حضرات کا۔ کہ ان کے اقوال اور روایات اور جوابات کو دیکھ کر عقل حیران ہے۔ اور مجتہد صاحب صرف تکفیرِ شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر قناعت نہیں فرماتے۔ اور اسی پر کُفر کا دامن نہیں چھوڑتے۔ بلکہ یہانتک کُفر کے پیچھے پڑے ہیں۔ کہ ایک مقام پر صاف فرماتے ہیں۔ کہ (قَالَ الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ شَكَّ فِیْ كُفْرِ اَعْدَائِنَا فَھُوَ كَافِرٌ۔ یعنی ہر کہ در کُفرِ اعدائے ما شک کند کافر ہست)۔ اے حضراتِ شیعہ! اس عبارت پر غور کرو۔ اور اپنے مجتہد صاحب کے اس ارشاد کو سنو۔ اور بیچارہ محقق نصیر الدین طوسی اور قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ اپنے مذہب کے علمائے اعلام پر شوق و ذوق سے تبرا بھیجو۔ اور اونکو کافر کہو۔ اسلیئے کہ اونکو کُفر میں مخالفین علیِ مرتضیٰ کے شک ہے۔ و ہر کہ در کُفرِ شاں شک کند۔ کافر ہست۔ افسوس ہے۔ کہ جب مجتہد صاحب نے کتاب تالیف کی تھی۔ اور اپنے اجتہاد کا نقارہ بجایا تھا۔ اور یہ حدیث امام صادق علیہ السلام کی لکھی تھی۔ دونوں بیچارے محقق اور قاضی مر مٹ چکے تھے۔ ورنہ وہ ضرور اس ارشاد کو قبلہ وکعبہ کے مُنکر اونہیں کو کافر کہتے۔ اور ہر کہ ایشاں را کافر گوید کافر ہست۔ کہہ کے ہم سنیوں کا ساتھ دیتے۔ اس مقام پر میں جناب مجتہد صاحب کی دیانت کو اور بھی ثابت کرتا ہوں۔ اور اون کے تبحر اور تقدس کو ظاہر کرتا ہوں۔ کہ حضرت نے قاضی نور اللہ شوستری کی تکذیب اسی روائیت میں نہیں کی ہے۔ بلکہ اور مقامات پر بھی در پردہ تو بہ توبہ در پردہ کیسا صاف اور صریح احمق بنایا ہے۔ یا اپنی دانشمندی کو ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ صاحبِ تحفہ قدس اللہ سرہ اسی باب دوازدہم میں ایک مقام پر لکھتے ہیں۔ کہ (قاضی نور اللہ شوستری در مجالس المؤمنین خود آوردہ۔ کہ مفہوم تشیع آنست۔ کہ خلیفہ بلافصل بعد از حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتضیٰ علی است۔ ولعن و سب در و معتبر نیست میگنجد کہ نام حضرات خلفائے ثلثہ بر زبان شیعہ جاری شود و

اگر جاہلان شیعہ حکم بہ وجوب لعن کردند سخن ایشاں معتبر نیست - وآنچہ خُبث و فحش در بارۂ اُمّ المؤمنین عائشہ نسبت بہ شیعہ میکنند - حاشا ثم حاشا کہ واقع باشد - چہ نسبت فحش بکافۂ آدمیان حرام است - چہ جائے حرم حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وبعد ازاں متصل ہمیں کلام گفتہ است - کہ ایں ضعیف حدیثے در کتابِ حدیث از کتبِ شیعہ دیدہ باین مضمون کہ عائشہ در خدمتِ امیر از حرب توبہ کردہ - ہر چند قصّۂ حرب متواتر ست - وحکایت توبہ خبر واحد - امّا بنابریں طعن کردن در حقِ وے جائز نیست) - آب ذرا گوش ہوش مجتہد صاحب کے کلام سُننے پر متوجہ کیجیے کہ حضرت ذوالفقار میں بجواب اسکے کیا ارشاد فرماتے ہیں - کہ (لہ امّا آنچہ از سید نور اللہ شوستری نوشتہ - پس البتہ در نقل تدلیس وتلبیس نمودہ - بالجملہ سب وشتم البتہ نزدیک امامیہ در حقِ ہیچکس از کفار ومسلم جائز نیست - امّا تبرا و بیزاری از اعدائے دین واجب ولازم - گو بحسب اتفاق اگر از زبان نگوید قباحت نباشد - لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید - البتہ گنہگار - بلکہ بہ نسبت ناکثین وقاسطین ومارقین اگر گناہ دانستہ نگوید - از ایمان بیروں میشود - چہ او درینصورت منکر ضروری مذہب امامیہ شدہ) - ذرا اہل انصاف غور فرمائیں - کہ یہ تدلیس وتلبیس صاحب تحفہ کے حق میں نسبت کرنا بجا ہے - یا جناب مجتہد صاحب کی شان میں زیبا ہے - کہ صاحبِ تحفہ تو صاف صاف قاضی نور اللہ شوستری کے کلام کو بیان کرتے جاتے ہیں - اور مجتہد صاحب مجالس المؤمنین اُٹھا کر ملاحظہ نہیں فرماتے - اور صرف اپنی تدلیس اور تلبیس کے ظاہر کرنے پر بلا مقابلہ کتاب کے اوپر تدلیس کی تہمت کرتے ہیں - آسے حضرات امامیہ! اپنے مجتہد صاحب کی تدلیس کے کیا - اب بھی قائل نہ ہوگے - اور اونکے اجتہاد میں اس طرح کی بُرائیوں سے بھی کچھ شک نہ کروگے خیال کرو - کہ مجالس المؤمنین مُلّا عبد اللہ کی اظہار الحق نہیں ہے کہ جو نہ ملے - یا اوسکے انکار کرنے سے پیچھا چھوٹ جائے - یا وُہ کتاب ایسی نادر الوجود نہیں ہے کہ مجتہد صاحب کے پاس نہ ہوتی - اور قبلہ وکعبہ کا کُتب خانہ اوس سے خالی ہوتا - تو اگر شاہ صاحب نے اپنی طرف سے اونکی نسبت کچھ تہمت کی تھی - اور جو قاضی صاحب نے نہ لکھا تھا اور نہ کہا تھا - وُہ اونکی طرف منسوب کیا تھا - تو کیا مشکل تھا - کہ مجالس المؤمنین کو اوٹھا لیتے اور اصل عبارت اوسکی صاف صاف نقل کر دیتے - یہ عجیب قسم کی تدلیس ہے - کہ کتاب تو نہیں دیکھتے - نادیدہ ودانستہ اوس سے اغماض کرتے ہیں - اور صاحبِ تحفہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں - بیشک یہ پیروی اونکی تو ضرور ہے کہ اونہوں نے ایسی روائیت جو مخالف عقیدہ امامیہ کے ہے - ایسے عالم کی کتاب سے نکالدی جو رُکن اعظم شیعوں کا ہے اور جس نے اپنی جان بھی اس مذہب پر قربان کردی ہے - لیکن اس اجمال پر کفائیت کرنیکا یہ سبب ہے کہ اگر صاف لکھیں - تو کیا لکھیں - کیونکر اصل عبارت کو نقل کریں - اگر کچھ فرق ہو - یا کچھ اپنی طرف سے شاہ صاحب نے ملا دیا ہو - تو اوسے لکھیں - اور اگر اوسکا صاف صاف اقرار کریں - تو پھر جواب میں کیا خاک بلا لکھیں - اِسلیئے شیطان الطاق کے وتیرے پر چلے - اور نیم اقرار اور نیم انکار کرکے پہلو بچا گئے - مگر افسوس ہے کہ اسی عبارت کے بعد دو لفظ ایسے حضرت کے قلم سے نکل گئے ہیں - کہ اوس سے

لہ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین سنہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۲۷ سطر ۱۶ تا ۱۲

تصدیق اوس مضمون کی ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ کہ (مراد[۱] سید نور اللہ ہر جا کہ گفتہ باشد۔ اگر گفتہ باشد۔ ہمین
است۔ وعبارتِ ایشاں ہرگز با آنچہ فقیر گفتہ مخالفت ندارد۔) اس عبارت کو دیکھ کر بیساختہ دل چاہتا ہے۔ کہ
جناب غفران مآب کی شان میں کچھ لکھوں۔ مگر سوائے این گل دیگر شگفت کے کچھ نہیں لکھتا۔ اور یہی کہکر اونکے
مقلدین سے پوچھتا ہوں۔ کہ بھائیو! شاید میری سمجھ کی غلطی ہے جو میں دونوں مضمونوں کو مخالف پاتا ہوں۔ کوئی
بھی مجھے یہ سمجھا دے۔ کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس عبارت کا کہ (مفہوم تشیع آنست۔ کہ خلیفہ بلا فصل بعد از
حضرت مرتضی علی است و سب و لعن در و معتبر نیست) مضمون کیونکر اس عبارت سے مجتہد صاحب کے
مطابق ہے۔ کہ (اما[۲] تبرا و بیزاری از اعدائے دین واجب)۔ اور نیز قاضی نور اللہ صاحب کے اس فقرہ کو کہ
(اگر جاہلان شیعہ حکم بوجوب لعن کردند سخن ایشاں معتبر نیست) کس طرح قبلہ وکعبہ کے اس فقرہ کے
مطابق ہے۔ کہ (اگو[۳] بحسب اتفاق اگر از زبان نہ گوید۔ قباحت نباشد۔ لیکن اگر گناہ دانستہ نگوید۔ البتہ گناہگار
بلکہ بہ نسبت ناکثین وقاسطین ومارقین اگر گناہ دانستہ نگوید۔ از ایمان بیروں مے شود۔) میں قاضی صاحب کی
تقریر کا یہ مطلب سمجھتا ہوں۔ کہ اون کے نزدیک سبّ و لعن تشیع کے لئے معتبر اور ضرور نہیں ہے۔ اور حکم
بوجوب لعن جاہلوں کی بات ہے۔ اور مجتہد صاحب کے قول سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اونکے نزدیک سبّ و
لعن تشیع کے لئے ضرور ہے۔ بلکہ جو تبرا نہ کرے۔ وہ مؤمن نہیں ہے۔ اور پھر باوجود ایسی مخالفت مضمون کے
مجتہد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ (عبارتِ[۴] ایشاں ہرگز بہ آنچہ فقیر گفتہ مخالفت ندارد۔) اب اسپر کیا کہا جائے
حقیقت میں جو کچھ ناز و افتخار ذوالفقار کی تالیف پر حضرت کو ہوتا ہے۔ وہ بجا ہے۔ اگر حضرت خود اوسکی
توصیف اپنی زبان سے نہ کرتے۔ اور بقولِ صائب شعر

ثنائے خود بخود کردن نمے زیبد مرا صائب — چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

خودستائی سے احتیاط کرنی تب بھی جبکہ خود کتاب حضرت کی ثنا و صفت کرتی۔ اور اب تو خدا تعالیٰ کے فضل
سے حضرت کی ستائش کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور جو کچھ خود بدولت نے اپنے شبہے اور اپنی کتاب کی نسبت
فرمایا ہے۔ اوسکا ثبوت ہوتا جاتا ہے۔ دیکھیے حضرات امامیہ! وہ کتاب۔ ذوالفقار ہے جس میں حکیمانہ تقریریں بھری
ہوئی ہیں۔ اور جسکی نسبت حضرت نے صوارم میں فرمایا ہے کہ جب باب دوازدہم تحفہ کا ہم نے ملاحظہ فرمایا۔ تو
بخیال اسکے کہ ایک جاہل عامی آدمی کی طرف مقابل ہونا موجب عار و ننگ ہے۔ دل جواب لکھنے پر متوجہ نہ ہوا۔
مگر یہ خیال کرکے کہ بڑے بڑے پیغمبروں اور اماموں کو زمانہ نے مجبور کر دیا ہے۔ اور اون کو کافروں اور جاہلوں کا جواب
دینا پڑا ہے۔ میں نے اوسکا جواب لکھا۔ (چنانچہ[۵] بحمد اللہ تعالیٰ در ہماں آوان سعادت توامان در عرصہ دہ بست
روز بصرف قلیلے از اوقات بہ نقض آں پرداختم۔ وبیہودہ گوئی اورا بہ بیان واضح بر ہر کس وناکس ظاہر ولائح

[۱] عبارت ذوالفقار صفحہ ۷ سطر ۷ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ
[۲] صفحہ ۲۴ سطر ۱۲
[۳] ایضاً صفحہ ۲۴ سطر ۱۹
[۴] ایضاً صفحہ ۲۴ سطر ۱۹
[۵] ایضاً صفحہ ۲۴ سطر ۲۲
عبارت صوارم مطبع ... ۱۲۹۸ھ صفحہ ... سطر ۱۱

ساختم و رسالۂ مذکورہ را باسم ذوالفقار اختصاص دادہ مع جلد کتاب عماد الاسلام پیش آں ناصب مؤلف کتاب
تحفۂ اثنا عشریہ مرسل داشتم۔ تا شاید از خواب غفلت بیدار شود۔ و از سر مستی جہل مرکب ہوشیار گردد۔ و للہ الحجۃ البالغہ
کہ مدت پنج شش سال منقضی گشتہ۔ کہ آں رسالہ در اطراف بلاد شائع و منتشر گردیدہ۔ و از نظر بسیارے از فضلاء
سنیاں گذشتہ۔ لنظر بمتانت و استحکام کلام کہ در اثنائے نقض شبہات و کشف عیوب ممو ہات او بلا ارتکاب
تکلفات و تعسفات مذکور ساختہ ام ہیچکس چہ آں ناصب عداوت اہل بیت مصنف کتاب مزبور چہ غیر او از
فضلائے مذہب مسطور مجال این نیافتہ اند کہ بہ نقض آں پردازند۔ و در جواب آں چیزے بر نگارند۔ و مقتضائے
اینکہ الحق یعلو ولا یعلی۔ انتہی بلفظہ ملخصًا) حقیقت میں جو کچھ حضرت نے اس ذوالفقار کی نسبت فرمایا۔ وہ
سب بجا اور درست ہے۔ عبارت بھی اوس کتاب کی فصاحت اور متانت سے بھری ہوئی ہے۔ دلائل بھی اوس کے
سب حکیمانہ دیانت اور امانت اوس کی سطر سطر سے عیاں۔ اور تکلف اور تعسف کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔ جو کچھ
حضرت نے لکھا ہے صاف صاف سچ سچ بیان کر دیا ہے۔ اور اپنی فضیلت اور تبحر کو بخوبی ظاہر کر دیا ہے۔ مگر
قصور اتنا ہو گیا۔ کہ اوس کے لکھنے میں جلدی بہت کی تھی۔ اور صرف بیس روز میں اوسکو ختم کر دیا تھا۔ حالانکہ
ایسی کتاب کو سوچ سمجھ کر لکھنا چاہئے تھا۔ اور فضیحت اور رسوائی کا بھی خیال کرنا لازم تھا۔ اگر صوارم
کی طرح پانچ چھ برس میں اوسکو بھی لکھتے۔ اور کسی ایرانی سے اوس کی عبارت درست کرا لیتے۔ تو شاید عبارت
بھی درست ہو جاتی۔ تقریر میں بیہودگی بھی کم ہوتی۔ تب البتہ جس طرح صوارم کا جواب ایک بیچارے ملتانی
نے لکھ دیا۔ اور حضرت کی متانت کو سفاہت سے مرادف ہونا ثابت کر کے اوس جواب کا نام تنبیہ السفیہ
رکھ دیا۔ تو مجتہد صاحب کے حق میں کوئی طالب علم اٹھ کر جواب لکھ دیتا۔ اور بندگان والا کی خدمت میں تحفہ
بھیجتا۔ حضرت نے اس کتاب کی تالیف میں جلدی کو کام فرمایا۔ اور شیخ سعدی کے اس مصرعہ پر جسے لڑکے
بھی جانتے ہیں خیال نہ کیا ع کہ تعجیل کار شیاطین بود۔ میں جب ذوالفقار اور صوارم کو مطالعہ کرتا۔ اور حضرت
کی گالیوں اور فحش اور خودستائی کو دیکھتا۔ تو اپنے دل میں کہتا۔ کہ جناب والا نے جس قدر حصہ اپنی اوقات عزیز
کا گالیوں اور فحش میں صرف کیا ہے۔ بہتر ہوتا۔ کہ جوابات کے سوچنے اور تامل اور غور کر کے لکھنے میں صرف کرتے
مگر آخر اوس کا جواب خود ہی حضرت کے قول سے جو اونہوں نے صوارم میں لکھا ہے میں نے پا لیا۔ کہ میری سخنگوئی
اور طعن و تشنیع پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ اسلئے کہ شاہ صاحب اس کے ہادی ہیں۔ اور پھر ہم تو شیعہ ہیں۔
(اگر از ین جانب نظر باینکہ شیوۂ شیعیان تبرا نمودن است از اعدائے دین زیادہ ازانچہ نوشتہ اند بر عمل آید مستبعد
نباشد۔) اب میں پھر شروع کرتا ہوں جناب قبلہ و کعبہ کے جواب کو جو قاضی نور اللہ شوستری کی تقریر کا دیا ہے۔ کہ
(اما آنچہ از سید نور اللہ نقل نمودہ۔ کہ این ضعیف حدیثے در کتاب حدیث از کتب شیعہ دیدہ۔ باین مضمون۔ کہ

۵ عبارت صوارم مطبوعہ بندر کلکتہ ۱۲۴۲ھ صفحہ ۵ سطر ۱ تا ۵ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین ۱۲۴۸ھ صفحہ ۱۱ سطر ۱۲ تا ۱۳

عائشہ در خدمت امیر علیہ السلام از حرب توبہ کردہ الخ ۱ قول ہر چند ازیں قبیل سخنان ہرگز مسلک جناب
سید نور اللہ شوستری نمی زیبد۔ کہ آنچہ ایشاں در تصرف حدیث امامیہ بدل جہد نمودہ اند۔ وجہاد سنان قلم وسیف
زبان کہ افضل از جہاد سیف وسنان باشد کردہ اند۔ اظہر من الشمس ست۔ واگر بحسب اتفاق روایتے بایں مضمون
بنظر ایشاں رسیدہ باشد۔ ہرگاہ در مذہب اہل اسلام روایات متضمن جسم بودن خدا ومکانی بودن او تعالے شانہ مروی
شدہ باشد۔ لاکن چوں مخالف ضروری دین ست محل اعتبار نہ باشد۔ پس چنیں روائیت ہم بشیعیان ضرر نخواہد
رسانید۔ زیراکہ اگر روائیت توبہ او صحیح ے بود جناب ائمہ ازو تبرائے نمودند۔ ومعلوم ہست۔ کہ جناب صادق علیہ
السلام بعد ہر نماز عبادت دانستہ ازو واز غیر او کہ اعدائے دین ے بودند تبراء ے فرمودند) اس قول میں بھی حضرت
نے دیانت کو کام فرمایا۔ کہ صرف اس خیال سے کہ سید نور اللہ بڑے مجاہد تھے۔ اور آخر تشیع کی بدولت شہید بھی ہوگئے
وہ کیونکر ایسی روائیت لکھیں گے۔ اس روائیت کو صاف قبول نہ کیا۔ لیکن الحمد للہ کہ اُس سے انکار بھی نہ فرمایا۔
اور مجالس المؤمنین سے نقل کرکے اُس میں کچھ تحریف شاہ صاحب کی ثابت نہ کی۔ ہم حضرت کے خیال کو صرف
وسوسۂ شیطانی سمجھتے ہیں۔ اور جو کچھ بہ نسبت منقول ہونے روایات جسم اور مکان باریتعالے کے حضرت نے
لکھا۔ اوس میں بھی تدلیس کو دخل دیا۔ یعنی فرماتے ہیں۔ کہ مذہب اہل اسلام میں ایسی روائتیں ہیں۔ تاکہ لوگوں
کو دھوکا ہو۔ کہ شائد سُنیوں کے یہاں ایسی روائتیں ہیں۔ حالانکہ اس تعجب سے بیچارے سُنی محروم ہیں۔ یہ دولت تو
صرف شیعہ کے قدماء اور علماء کے حصے میں ہے۔ اسلئے بجائے اہل اسلام کے اہل تشیع لکھنا چاہئے تھا تاکہ لوگ دھوکا
میں نہ پڑتے۔ اور سمجھ جاتے۔ کہ جب باری تعالے کی جسمیت اور مکانیت کی روائتیں مذہب تشیع میں موجود ہیں۔ اور
اس سے باوجودیکہ اس کے اعتقاد رکھنے والے اور ان روایتوں کو احادیث ائمہ میں نقل کرنے والے علماء شیعہ تھے
اور صرف علماء ہی تھے۔ بلکہ نائب ائمہ۔ اور نہ فقط نائب ائمہ بلکہ جان وجگر ائمہ کے کہ اُسکو ہم خاص ایک بحث میں
ثابت کریں گے۔ اور پھر اُن روایتوں سے متاخرین امامیہ منکر ہوں گے۔ تو پھر کیا تعجب ہے۔ کہ حضرت عائشہ
کی روائیت توبہ کے اگلے مقر تھے۔ اور اب پچھلے منکر ہیں۔ علاوہ بریں اس قول کو مجتہد صاحب کے دیکھنا چاہئے
کہ وہ معاذ اللہ حضرت امام جعفر صادق کی نسبت تبرا کرنے کی تہمت کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ وہ ہر نماز
کے بعد عبادت سمجھ کر حضرت عائشہ اور خلفاء پر تبرا کرتے تھے۔ حالانکہ قاضی نور اللہ شوستری اس کے وجوب کو
جاہلوں کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ اور اوسکو تشیع کے مفہوم میں معتبر نہیں جانتے۔ دیکھو نور اللہ شوستری نے کچھ ایمان
کا پاس کیا۔ اور کہا:۔ (نسبت فحش بہ کافۂ آدمیان حرام است۔ چہ جائے حرم حضرت پیغمبر خدا) اور مجتہد صاحب
اسی کو امام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وحاشا جنابہم عن ذٰلک +
حقیقت میں مجتہد صاحب در پردہ قاضی نور اللہ کو جھٹلاتے ہیں۔ اور ایسے لفظ لکھنے پر جس سے وجوب تبرا

ثابت نہ ہو نخفا ہوتے ہیں۔ مگر تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں دھوتا۔ جو کچھ وہ وگ لکھ گئے سو لکھ گئے جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اب بات بنانے اور نوحہ و بکا کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ سچ لکھا ہے منشی سُبحان علی خاں صاحب نے مولوی نجم الدّین کے خط میں کہ (البتّہ[۵۱] مشکل است کہ علمائے ما وقت تحریر کار بہ دور اندیشی وحفظ از اعتراض حریف بہ بعض جاہا نکردہ اند)۔ اور ایک خط میں جناب منشی صاحب موصوف ان لفظوں سے اپنا افسوس کرتے ہیں۔ (کہ[۵۲] غرضیکہ متعصّبینِ جفا پیشہ را حق تعالےٰ ذائقۂ عدلِ خود چشاند۔ کہ ازیں تعصبات میدانِ مناظرہ بسیار تنگ شدہ۔ و تناقضِ اخبار رگِ جان را مے خراشد)۔ اور پھر لکھتے ہیں۔ کہ (حقیقۃ[۵۳] الحال اینکہ بندہ بیشتر ہا بو اوید اختلافِ مضامین احادیث وقصورِ فہم امثالِ ما ہیچ مدانان از اسرار تفسیر اکثر آیاتِ مُصحف مجید مروی بطریقِ فرقۂ حقۂ اثنا عشریہ برخود می لرزید۔ کہ اگر مخالف دست تشبّث بذیلِ ایں مرویات می زند تفصّی (رہائی) مشکل خواہد بود۔ ہماں پیش آمد۔) الحاصل جو کچھ ہم نے لکھا۔ اِس سے بخوبی ثابت ہُوا۔ کہ قاضی نور اللہ شوستری کے نزدیک مخالفینِ علیِ مرتضیٰ کافر نہیں ہیں بلکہ فاسق ہیں۔ اور وہ اپنے اِس قول پر محقق نصیر الدین طوسی کے قول کو سند لاتے ہیں۔ جو کہ اونہوں نے تجرید میں کہا ہے۔ کہ (مخالفوه فسقة ومحاربوه كفرة)۔ اب ہم بہ تفصیل اُس جواب کو مجتہد صاحب کے بیان کرتے ہیں جو اونہوں نے ذوالفقار میں دیا ہے۔ اور جس میں حضرت نے اپنی وقّادِ طبیعت کے جوہر دکھائے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ (برتقدیر[۵۴] مطلبِ عبارت محقق طوسی علیہ الرّحمتہ کہ چیزے باشد کہ بذہنِ قاصر او رسیدہ وجہ استحقاقِ لعنِ ایشاں منحصر در محاربہ بحضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام نیست۔ چہ بر تو سابق بریں ظاہر گشتہ وہم عنقریب واضح خواہد شد۔ کہ ہر کہ منکرے کہ از اصولِ دین ویا منکر یکے از ضروریاتِ دین ویا مذہب باشد۔ ملعون است۔ گو محارب نباشد۔ ومحققِ طوسی علیہ الرّحمۃ نگفتہ کہ كل من لا يكون محاربًا لا يكون ملعونًا كافرا لجواز ان يكون المحمول الخ) اِس حکیمانہ تقریر کے شروع میں جو لفظ برتقدیر کا ہے۔ اوسپر غور کرنا چاہئے۔ کہ اوس سے پایا جاتا ہے۔ کہ مخالفوه فسقة ومحاربوه كفرة کا مطلب جو شاہ صاحب سمجھے ہیں۔ وہ گویا غلط سمجھے ہیں۔ اوسکا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ مخالفانِ علی فاسق ہیں۔ اور محاربانِ علی کافر۔ معلوم نہیں۔ کہ پھر اوسکا مطلب کیا ہے۔ اور اِن لفظوں کے اور کیا معنی ہیں۔ اگر شاہ صاحب نے اِس کے معنے سمجھنے میں غلطی کی اور خطبۂ شقشقیہ کی طرح بغیر قاموس اور صحاح جوہری کے دیکھنے کے اُس کا مطلب سوائے مجتہد صاحب کے دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ تو جو کچھ قاضی نور اللہ شوستری اسکا مطلب سمجھے ہیں اور انہوں نے فارسی میں اوس کو بیان کیا ہے۔ وہ بھی تو یہی ہے۔ چنانچہ بلفظہٖ نقل اُس کی ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ پس معلوم نہیں۔ کہ باوجود ایسی سلاستِ الفاظ اور صراحتِ معنی کے لفظ برتقدیر مجتہد صاحب کے قلم سے کیونکر نکلا ہے۔ اب مجتہد صاحب کے معنی سُنیئے۔ کہ وہ جو کچھ اسکا مطلب سمجھے ہیں۔ اوس کو خود ہی بیان کرتے ہیں۔ کہ (امّا[۵۵] قوله ان مخالفوه فسقة فمعناه انه لا بد من ان يكون مخالفه فاسقًا لا انه لا يكون الا فاسقًا)

[۵۱] مکاتیب صحیح ... ہیں جو ... مطبع شرف المطابع دہلی ۱۳۲۸ھ ... صفحہ ۸۲ سطر ۱۵ دیکھو ۱۲ منہ

[۵۲] ایضاً صفحہ ۶ سطر ۱۰ میں دیکھو ۱۲ منہ

[۵۳] مکاتیب سبحان علی خاں صفحہ ۱۳۰ سطر ۲ میں دیکھو ۱۲ منہ

[۵۴] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع اثنا عشری لدھیانہ ۱۳۰۸ھ صفحہ ۴۶ سطر ۱۹ ۱۲ منہ

[۵۵] ایضاً صفحہ ۴۷ سطر ۲۳ ۱۲ منہ

فانہ من ضروریات مذہبنا ان بعض انواع مخالفتہ ینجر الی الکفر والکفر مستلزم للفسق) کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ضرور ہے۔ کہ مخالفِ علی فاسق ہوں۔ نہ یہ کہ مخالف اُن کا نہ ہوگا۔ مگر فاسق۔ اِسلئے کہ ہمارے مذہب کی ضروریات سے ہے کہ بعض اقسامِ مخالفت علی مرتضیٰ کے منجر بہ کفر مستلزم فسق ہوتے ہیں۔ اور بعد اسکے فرماتے ہیں۔ کہ (ہم میتواند شد۔ کہ مرادِ محقق ایں باشد۔ کہ مخالف علی ابن ابی طالب علیہ السلام ما دامیکہ منکر یکے از ضروریاتِ دین نباشد مسلم فاسق ست۔ چنانچہ سائر مخالفین اعنی در دار دُنیا احکام اسلام برآنہا جاری میشود۔ مگر در دارِ آخرت مخلد بہ نار خواہند بود۔) اس معنی پر مشتمل مضمون المعنی فی بطن الشاعر بلکہ مقولہ توجیہ القول ما لا یرضی بہ قائلہ کا یاد آتا ہے۔ اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں۔ کہ حضرت مجتہد صاحب قبلہ آگے چلکر فرماتے ہیں کہ (اکثر اوقات استعمالِ فسق در خصوص معنی خروج عن طاعۃ اللہ مع الایمان می شود۔ ازیں لازم نمے آید۔ کہ ہر جا کہ لفظِ فاسق مستعمل شود۔ ہمیں معنی مراد باشد + کیف وجناب حق سبحانہ تعالےٰ میفرماید۔ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ ۚ وَمَا یَکْفُرُ بِھَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ یا فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ[عہ] ۝ وظاہر است کہ او سبحانہٗ تقدس وتعالےٰ درینجا لفظِ فاسق بر مرتد اطلاق کردہ۔ و امثالِ ایں آیات در کلام مجید بسیار ہست۔ و ازیں مبرہن میشود کہ ایں متعصب کلام محقق علیہ الرحمۃ را دریں مقام محض بر سبیلِ تدلیس ومغالطہ ذکر نمودہ۔ و بر کلامِ سفاہت نظام خود آں را دلیل شمردہ۔ و حالانکہ کلام محقق علیہ الرحمۃ در غایتِ جودت ومتانت است۔) اس ساری تقریر کا جس میں حضرت نے بہت بحث کرکے دو چار آیتیں بھی لکھی ہیں۔ یہی مطلب ہے۔ کہ لفظِ فاسق کبھی معنی مرتد اور کافر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ سو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن قرینہ اور سیاق عبارت کا ہونا ضرور ہے۔ کہ وہ آیات قرآن میں موجود۔ اور کلام محقق طوسی میں مفقود۔ بلکہ طوسی میں کسی طرح پر لفظ فاسق سے کافر کے معنی لینا درست ہی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ مطلب ہی اوسکا فوت ہوا جاتا ہے۔ اِسلئے کہ اگر وہ کسی موقع ومحل پر صرف اتنا کہتے کہ مخالفوہ فسقۃ۔ اور اس کے مقابل میں محاربوہ کفرۃ نہ فرماتے۔ تو گنجائش اس کی ہوتی۔ کہ مراد فاسق سے کافر ہے۔ لیکن جبکہ وہ دو فریق کا حال بیان کرتے ہیں۔ اور دونوں کے احکام کو بھی جُدا جُدا ذکر کرتے ہیں۔ تو بحالتِ اتحاد معنی محمول کے تو اس مقام پر اتحاد معنی موضوع میں ضرور ولازم ہے پس جب اونہوں نے دو فریق قائم کئے۔ ایک وہ جنہوں نے حضرت علی سے مخالفت کی۔ دوسرے وہ جنہوں نے اُن سے لڑائی کی۔ اور اُن دونوں کی نسبت دو حُکم قائم کئے۔ مخالف کو فاسق قرار دیا۔ اور محارب کو کافر۔ تو اگر یہاں فاسق کے معنی کافر کے لئے جاویں۔ تو مطلب ہی فوت ہوتا ہے۔ بلکہ یہ جُملہ ہی خبط ہوا جاتا ہے۔ اور

عہ پارہ ۴۔ سورہ آل عمران رکوع ۹۔ ترجمہ تو وہی لوگ ہیں بے حکم ۱۲ موضح القرآن +

محقق طوسی سے علامہ کا کلام وہ بھی تجریدی کتاب کا جو باعتبار الفاظ معنی کے نہائیت ہی متین ہے مہمل ہوتا ہے۔ اسلیئے
کہ اگر مراد انکی فاسق سے تھی۔ تو بجائے مخالفوہ فسقۃ ومحاربوہ کفرۃ کے اتنا ہی کہدیتے۔ کہ مخالفوہ کفرۃ تاکہ محارب بھی
اُس میں آجاتے۔ یا اگر بہت تصریح کرتے۔ تو مخالفوہ ومحاربوہ کفرۃ فرماتے۔ یا اگر کفر ہی پر ان کو قناعت ٹھیرتی۔ اور بغیر
لفظ فسق کے اُن کو صبر نہ آتا۔ تو یہ کہتے۔ کہ مخالفوہ ومحاربوہ کفرۃ فسقۃ۔ پس محقق کا ان سب عبارتوں کو چھوڑنا۔ اور
پھر جملے کے جداگانہ موضوع کے لیئے جدا ہی محمول لانا صاف اسپر دلالت کرتا ہے کہ دونوں کے معنی علیحدہ علیحدہ ہیں
اور مجتہد صاحب جو اُن دونوں کے ایک معنی بیان کرتے ہیں۔ یہ صرف خوش فہمی حضرت کی ہے۔ قطع نظر اس کے
مجتہد صاحب کو قاضی نور اللہ شوستری کے قول پر بھی غور کرنا چاہیئے تھا۔ کہ وہ صاف شیخین کی تکفیر سے انکار کرتا ہے۔
اور کہتا ہے۔ کہ (نسبتِ[۱] تکفیر حضرت شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کہ اہل سُنت وجماعت بہ شیعہ نمودہ اند۔ سخنے ست بے
اصل کہ در کتب اصولِ ایشاں ازآں اثرے نیست) اور اپنے اس کے ثبوت میں نصیر الدین طوسی کے اسی قول کو سنداً
بیان کرتا ہے۔ کما یقول (چنانچہ نصیر الدین طوسی در تجرید آوردہ۔ مخالفوہ فسقۃ ومحاربوہ کفرۃ) تو اگر معنی فاسق کے
کافر کے لیئے جائیں۔ تو ساری تحریر قاضی نور اللہ شوستری کی گوزِ شتر ہو جائے۔ اور ترہاتِ مجانین میں داخل سمجھی
جائے۔ اگر اس پر بھی مجتہد صاحب کے ذہنِ مبارک میں نہ آیا تھا۔ تو قاضی نور اللہ شوستری کی اگلی عبارت کو دیکھتے
کہ وہ کہتا ہے۔ (بمقتضائے حدیث حربک حربی وسلمک سلمی واقع است۔ وظاہر است کہ حضرت شیخین رضی اللہ
تعالےٰ عنہما با امیر المومنین علیہ السلام حرب نہ نمودہ اند۔) کہ اس سے کیسا صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہاں مراد فاسق سے
کافر نہیں ہے۔ بلکہ خروج عن طاعۃ اللہ مع الایمان مراد ہے۔ اب اگر اس پر بھی مقلدین مجتہد صاحب کے اُن کے
اجتہاد کے رُتبہ پر خیال کر کے انکو سفیہ نہ کہیں۔ اور اون کی سمجھ پر افسوس نہ کریں۔ اور ذو الفقار کی متانت اور استحکام کا
دعوے ہی کرتے جائیں۔ تو بس اون کے حق میں سوائے اس کے کیا کہیئے۔ کہ شعر

ہیچ آدابے و ترتیبے مجو۔ ہر چہ میخواہد دلِ تنگت بگو۔

اور اگر مجتہد صاحب کو لفظ فاسق کے اطلاق سے یہ معنی مرتد یا کافر کے جو قرآن مجید میں ہیں۔ شبہ ہوا ہے۔ تو ہم پوچھتے
ہیں۔ کہ کیا جہاں لفظ فاسق بولا جائیگا۔ مراد اوس سے کافر ہوگا۔ اگر یہ ہے۔ تو ہم اون سے استفتا کرتے ہیں۔ کہ
ایک مجتہد نے شراب پی ہے۔ یا زنا کیا ہے۔ یا عمداً نماز نہیں پڑھی ہے۔ وہ کافر ہے۔ یا فاسق؟ اگر جواب
دینگے۔ کہ فاسق ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ مجتہد کافر ہو گیا۔ اسلیئے کہ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وَمَا[۲]
يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ۔ قسم ہے اوس خدا تعالےٰ کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کہ میں مبالغہ سے نہیں کہتا ہوں
اور مطلق تعصب کو دخل نہیں دیتا۔ کہ جو تقریر مجتہد صاحب نے اس مقولہ طوسی کی کی ہے۔ وہ ایسی پوچ و لچر اور
سفاہت سے بھری ہوئی ہے۔ کہ حضرت تو مجتہد اور علامہ اور فخر العلماء اور سلطان العلماء ہیں۔ اونکی نسبت کیا

[۱] اس کا حوالہ اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ میں دیکھو ۱۲ منہ

[۲] اسکا ترجمہ صفحہ ۱۹ پر دیکھو ۱۲ منہ

کہوں - چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے - لیکن اگر کسی اور شخص عامی کے قلم سے نکلی ہوتی - تو میں دو حرف بھی اسکے جواب میں نہ لکھتا - اور اوسکی تردید میں ایک لمحہ بھی اپنی عمرِ عزیز کا ضائع نہ کرتا - کیونکہ یہ تقریر ایسی پوچ پچر ہے - کہ اسکی تردید میں جو کاغذ صرف ہؤا - اوس کی قیمت بھی وصول نہیں ہوتی - بار خدایا ! یہ کیسے مجتہد تھے - اور ان کی فضیلت اور تبحر پر شیعوں کو کیسا ناز تھا - اور کیسے پاک باحیا تھے - کہ ایسی تقریروں پر ناز کرتے تھے - اور ایسی بیہودہ باتوں کے لکھنے پر جامے سے نکلے جاتے تھے - استغفر اللہ ! استغفر اللہ !! اب میں اس امر سے بحث کرتا ہوں - کہ جو کچھ مجتہد صاحب نے فرمایا ہے - کہ ساری ضروریات دین میں سے کسی کا بھی منکر ہو - وہ کافر ہے - پس اس سے مقولہ محقق طوسی کے کچھ معنی نہ بدل جاوینگے - اور جو کچھ اس نے فرمایا ہے - اوسمیں فرق نہ ہوگا - اسلئے مجتہد صاحب کو چاہئے تھا - کہ بجائے اس کے کہ گھڑ گھڑ کے اس کے کلام کے معنی بناتے - اور اوس کے لفظوں سے وہ معنی نکالتے - جو اوس نے خواب میں بھی نہ خیال کئے ہوں گے - اور اگر وہ زندگی میں اپنے کلام کے ایسے معنی سنتا - تو معنی بنانے والے کے سر پڑ پٹکتا - صاف یہ کہدیتے - کہ گو نصیر الدین طوسی یا قاضی نور اللہ شوستری نے یہ لکھا ہے - مگر چونکہ مخالف احادیث ائمہ اور جمہور علمائے امامیہ کے ہے - اسلئے ان سے غلطی ہوئی ہے - ہم اُسے تسلیم ہی کرتے - پس جس طرح ہم ملا عبد اللہ کے کلام نہ ماننے سے مجتہد صاحب پر دار و گیر نہیں کرتے - اسی طرح اس کو سُن کر چپ ہو جاتے - اور حقیقت میں یہ امر بیجا نہیں ہے - اسلئے کہ یہ کچھ ضرور نہیں ہے - کہ اہل مذہب کو ہر مجتہد اور ہر عالم کے سب قولوں اور سب باتوں کا ماننا ضرور ہے - خصوصًا وہ بات جو کہ صرف اپنی رائے سے کسی نے لکھی ہو - یا کہی ہو - بلکہ قرآن و حدیث کا ماننا ضرور ہے - پس اگر مذہب شیعہ کے عالم ہوں - یا سُنیوں کے جس کا کلام مطابق قرآن و حدیث کے ہوگا - اُس کلام کو ماننا اُس مذہب والے کو ضرور ہے - ورنہ کچھ ضرور نہیں چنانچہ ہم صرف علامہ طوسی کے اسی قول پر تکیہ کر کے نہیں بیٹھے - بلکہ جس راہ پر مجتہد صاحب چلیں چلنے کو حاضر ہیں - اور جس کو جمہور کا مذہب کہیں - اور جس پر اپنے اجتہاد کا مدار رکھیں - اُسی پر جرح کرنے کو مستعد ہیں - شعر

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست | می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

جناب قبلہ وکعبہ شروع کتاب میں فرماتے ہیں - کہ (پوشیدہ و مخفی نہ ماند - کہ ایں عبارت ناصب کہ او دریں جا التزام نمودہ - کہ آنچہ دریں اجزا بر شیعیان احتجاج نماید - در عدم استحقاق لعین اصحاب ثلثہ و احزاب آنہا از اصول مقررہ پیش شیعہ باشد - و اصلاً قول اہل سُنت را در آں دخل نہ دہد - پس بدانکہ از جملہ اصول مقررہ پیش شیعۂ اثنا عشریہ اصول دین است - کہ عبارت از توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشد - پس شکے نیست - کہ امامیہ منکر یکے از اصول مذکورہ را مومن نمے دانند - و او را از جملہ ملاعین مے انگارند - آرے منکرِ امامت را با وجود اقرار و بتوحید و نبوت و معاد کافر نمے دانند - یعنی احکام کفار را در دُنیا بر آنہا جاری نمے سازند)

آور پھر ایک مقام پر یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ (از کلام بعضے معلوم می شود کہ کفر واقعی ایشاں را اجماعی می دانند)۔ بعد اسکے فرماتے ہیں۔ کہ (آخرگاہ ایں دانستہ شد۔ پس بنا بریں میگوئیم۔ کہ منشائے تبرّا از اصحابِ ثلثہ و عائشہ وحفصہ وطلحہ وزُبیر و معاویہ و احزاب آنہا مخالفتِ ہر یکے از اصولِ معتبرۂ مقررہ نزدیکِ شیعۂ امامیہ است۔ چہ باتفاق معلوم است۔ کہ ایشاں وتبعۂ ایشاں بامامت ائمہ اثنا عشریہ قائل نبوذند۔ ونیستند بنحویکہ شیعہ قائل اند۔ وایں نیز ثابت است۔ کہ ائمہ علیہم السّلام از آنہا تبرّا فرمودہ اند۔ و رعیتِ خود را حکم نمودہ اند۔ کہ تبرّا از آنہا نمایند۔ و حُکم تبعاقِ اینہا بکنند)۔ اور حضرتِ والا مقدمۂ چہارم کے جواب میں فرماتے ہیں۔ کہ (بباید دانست کہ تنازع عامّہ باخاصّہ بآں ماند۔ کہ زن با مرد مخاصمہ نماید۔ زیرا کہ معلوم است۔ کہ صد دُشنامِ زن بیک دُشنام مرد مقاومت نمی تواند کرد۔ مصداقِ ایں حرف ایں ست۔ تطویلات بلا طائل کہ بکار بردہ۔ ویک حرف کہ عدمِ ثبوتِ ایمانِ اصحابِ ثلثہ ونظرائی ایشاں از جہتِ عدمِ اعتراف بامامتِ ائمۂ اثنا عشر کافی است۔ وباز ہرگز احتیاجِ گفتگو باقی نمی ماند)۔ پھر ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ کہ (محقق طوسی علیہ الرّحمۃ در رسالۂ قواعد العقائد گفتہ۔ اصولِ ایمان نزدِ شیعہ سہ چیز ست۔ تصدیق بوحدانیتِ خدا در ذاتِ او۔ و در افعالِ او۔ وتصدیق بہ پیغمبریِ پیغمبران۔ وتصدیق بامامتِ ائمہ بعد از پیغمبران۔ انتہیٰ کلام المحقق رحمہ اللہ۔ وایں کلام برہانِ قاطع است بر فسادِ ذہن واعوجاجِ طبع ایں معاند مجادل کہ از عبارتِ تجرید محقق مے خواہد۔ کہ کفر را مخصوص بمحاربین گردانیدہ خلفائے ثلثہ خود را از اں نجات دہد۔ ونجات متصوّر نیست۔) جو کچھ قبلہ وکعبہ نے فرمایا مثل اسی کے اور علمائے متاخرین امامیہ نے بھی ارشاد کیا ہے۔ چنانچہ بڑے بھائی جناب مُنشی سبحان علی خاں صاحب کے جواب میں ایضاح لطافۃ المقال کے فرماتے ہیں۔ کہ (حالا بجوابِ معارضہ کہ حضرت مخدومی فرمودہ اند۔ ہر چہ حاضرِ طبع باہر ست۔ گذارش میرود وآں ایں است۔ کہ ملخص معارضۂ جناب اینکہ قدمائے امامیہ قاطبۃ معتقد کفرِ منکرانِ امامت بودہ اند۔ واز کلام خواجہ نصیر الدین طوسی وعلامہ علی ومیر نور اللہ شوستری فسقِ ایشاں مُستفاد میگردد۔ بندہ عرض میکنم۔ کہ مختار جمہور امامیہ اثنا عشریہ خواہ از متقدمین ویا از متاخرین ہمین است۔ کہ مخالفِ جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام اعم من ان یکون محاربًا ام لا۔ کافر ست۔ لیکن اطلاقِ کافر برا و نظرًا الی دار الآخرۃ وسُوءِ مآلِ او ست۔ نہ باعتبار در دارِ دُنیا مثلِ جوازِ مناکحت یا مجالست وامثالِ آں۔ وموجبِ ایں عقیدہ نہ آں سبب۔ کہ ملازمان خیال فرمودہ اند۔ اعنی در دو حدیثے کہ مضمونش ایں است۔ کہ بعدِ رحلت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمگیں صحابہ مرتد شدند۔ بجُز چہار کس۔ وجناب بزعمِ خود ایں حدیث را منافی آیاتِ کثیرہ واحادیثِ شہیرہ فہمیدہ اند۔ مع ان الامر لیس کذٰلک۔ چنانکہ بوجہِ وجیہ ایں حدیث بموقع مناسب خواہد آمد۔ بلکہ احسن اینکہ امامت بلا فصل علی بن ابی طالب علیہ السّلام۔ وہمچنیں امامت سائر ائمہ نزد امامیہ

از اصولِ دین مثلِ توحید و نبوّت ہست - و رُکنے از ارکانِ ایمان نہ جزوِ اسلام ہست - و ایں مماثلت باعتبارِ دارِ آخرت است - یعنی منکرِ ہر یکے از اینہا مخلّد بجہنّم ہست - نہ باعتبارِ ایں دار - چہ معترف بہ شہادتین را در دارِ دُنیا کافرے گوئیند - گو مؤمن نباشد -) غرضیکہ ان ساری تقریروں کا خلاصہ یہ ہے - کہ اصحابِ ثلثہ - اور اُن کے تابع امامتِ ائمہ اثنا عشری سے مُنکر تھے - اسلئے وہ کافر ہیں - اور دُنیا میں اُن پر سب احکام کُفر کے جاری نہیں ہیں بسببِ اقرارِ توحید اور نبوّت کے اُن پر اسلام کا اطلاق ہے - لیکن قیامت میں اُن پر سب احکام کافروں کے جاری ہوں گے - اور وہ مخلّد فی النّار ہوں گے - اب ہم چند طرح سے اِس کا جواب دیتے ہیں :-

اوّلؔ مجتہد صاحب قبلہ نے خلفائے ثلثہ اور حضرت طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی نسبت فرمایا - کہ (ایشاں و تبعۂ ایشاں بامامتِ ائمہ اثنا عشری قائل نبودند -) مگر یہ خیال نہ فرمایا - کہ اُن بیچاروں کے زمانہ میں ائمہ اثنا عشر کہاں تھے - اور سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے - اور بہت آخری زمانہ میں سوائے حسنین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے نوؔ امام پیدا تک نہ ہوئے تھے - اور اُن سب لوگوں کے مرنے کے بعد ان کا ظہور ہوا تھا - تو اگر وہ ائمہ اثنا عشر پر ایمان نہ لائے - تو یہ قصور اُن کا ہے - یا معاذ اللہ ! معاذ اللہ !! خدا تعالےٰ کا - کہ کیوں اوس نے سب اماموں کا اُن کے سامنے پیدا نہ کر دیا - سُبحان اللہ ! کیا عقل و دانش ہے حضرت قبلہ و کعبہ کی - کہ لکھنے کے وقت لفظوں کا بھی خیال نہیں فرماتے - اور اپنے کمال کے نشے میں ایسے مدہوش ہو جاتے ہیں - کہ پھر نظرِ ثانی بھی نہیں فرماتے - اے مومنین ! خدائے جلّ شانہٗ کے لئے انصاف کرو - کہ اللہ تبارک و تعالےٰ تو فرماتا ہے - کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا - کہ خدا تعالےٰ طاقتِ بشری سے خارج کسی امر کی کسی کو تکلیف نہیں دیتا - اور جناب قبلہ و کعبہ صحابۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کو اس حُکم سے بھی مستثنےٰ کرتے ہیں - اور اُن کو اس وجہ سے کافر بتلاتے ہیں - کہ (ایشاں بامامتِ اثنا عشر قائل نبودند) آفرین ایسی سمجھ پر - شاباش ایسے فہم پر ✦

دوّمؔ - اگر مجتہد صاحب کا یہ مطلب ہو - کہ ائمہ اثنا عشر سے مراد صرف ذاتِ علی مرتضیٰ ہی ہے - اِس لئے کہ اون کی امامت کا اقرار اُسوقت میں گویا ائمہ اثنا عشر کی امامت کا اقرار تھا - اور اس سے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم مُنکر تھے - خیر ہم اس عذر کو بھی قبول کرتے ہیں - اور ایسی پوچ توجیہ کو بھی مانتے ہیں - اس کا جواب یہ ہے کہ جب خدائے تعالےٰ نے مہاجرین و انصار کی شان میں آیتیں نازل فرمائیں - اور جب اُن کی ہجرت اور نُصرت اور جہاد پر اون کی ثناء و صفت کی - کبھی فرمایا کہ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

۵۲ پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۳ ترجمہ اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے ۱۲ موضح القرآن

اور کبھی ارشاد کیا:- اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ [51] -اور کبھی فرمایا کہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ [52] -اور کبھی کہا- کہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ [53] تو اُس وقت میں جبکہ یہ آیتیں نازل ہوئیں- کیا سوائے توحید اور نبوت کے امامت بھی اصولِ دین سے تھی؟ اور علی مرتضیٰ کی امامت کا منکر کافر کہلاتا تھا- اگر کوئی آیت قرآن مجید میں ہو- تو ذرا دکھلا دیجئے۔ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں- اُسوقت کچھ ذکر بھی امامت کا نہ تھا- اِسلئے کہ امامت کہتے ہیں خلافت کو- اور خلافت کی بنیاد ہے بعدِ وفاتِ پیغمبرِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کے- تو اون لوگوں کو جو کہ پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایمان لائے- اور اون کے ساتھ ہجرت کی- اور اون کے ساتھ ملکر جہاد کیا- اور اُن کی شان میں خدا تعالےٰ نے آیتیں نازل کیں- قبل شروع ہونے زمانۂ خلافت کے- اور قبل قائم ہونے ایک نئے اصول امامت کے کافر کہنا حقیقت میں پیش از مرگ واویلا کرنا ہے- ہاں موافق اصول شیعہ کے اون لوگوں کے حق میں اطلاق کفر کا ہوسکتا ہے جنہوں نے زمانہ خلافت کا پایا- اور جنہوں نے انکار امامت علی مرتضیٰ کا کیا+

سوم- اگر کوئی شیعہ کہے- کہ جن لوگوں نے زمانۂ خلافتِ علی مرتضیٰ کا پایا- اور جنہوں نے اون کی امامت سے انکار کیا- اون میں خلفائے ثلثہ داخل ہیں- اسی واسطے ہم اون کو کافر کہتے ہیں- اور اون کو ان آیات کی فضیلت سے مستثنیٰ کرتے ہیں- اِس کا جواب یہ ہے کہ اونکا کفر بھی موافق اِس اصول شیعہ کے کہ منکر امامت کافر ہے اوس زمانہ سے شروع ہوا ہے جبکہ خلافت علی مرتضیٰ سے وہ منکر ہوئے- اور خود خلیفہ بن بیٹھے- کہ یہ زمانہ بعد پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے شروع ہوا ہے- اور قرآن مجید بھی پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے اترا ہے- اور ہجرت اور نصرت اور جہاد جو کچھ مہاجرین نے کیا ہے- وہ پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے- اور انہیں کاموں اور خدمتوں کو خدا تعالےٰ نے قبول کرکے اُن کی تعریف میں آیتیں نازل کیں ہیں- تو جب تک ان بیچاروں نے خلافت کو غصب نہیں کیا- اور امامت سے امام اوّل کی منکر نہیں ہوئے- وہ کس قصور میں اِن آیتوں کی فضیلت سے محروم کئے جاتے ہیں- اور کس جرم میں باوجود مہاجر اور انصار ہونے کے وَ [54] السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ کے زُمرے سے خارج کئے جاتے ہیں+

چہارم- بار خدایا! کوئی قابل اُٹھکر اگر یہ فرمادے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہی سامنے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خلیفہ کر دیا تھا- اور اون کا خطبہ پڑھ دیا تھا- اور مَن کُنتُ مَولاہ فعلیٌ مولاہ کہکر سب سے اُن کی امامت کا اقرار لے لیا تھا- اور صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے ہی منکرِ امامت ہوگئے تھے- اِسلئے وہ کافر ہیں- اِسکا ہم دو طرح سے جواب دیتے ہیں:- اوّل یہ کہ خلافت علی مرتضیٰ کی پیغمبر خدا نے

Margin notes:

[52] پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۱۳ ترجمہ وہ راضی ہوئے اور وہ راضی ہوئے اس سے

[53] پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۳ ترجمہ اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے

[54] پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱ ترجمہ ...

[54] اسکا ترجمہ صفحہ ۲۳ میں دیکھو ۱۲ منہ

کس وقت سے ظاہر کی۔ آیا شروع اسلام کے زمانے سے جب کہ اپنی نبوت کو اظہار کیا۔ اوسیوقت حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی امامت کو قائم کیا۔ اگر پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایسا کیا ہے۔ تو ذرا اوسکا نشان وپتہ دیجیے۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک کوئی دانشمند اگرچہ مولوی دلدار علی صاحب قبلہ بھی کیوں نہ ہوں۔ ایسی بات زبان سے نہ نکالے گا۔ اور آخر یہی کہے گا۔ کہ حجۃ الوداع میں خم غدیر پر خطبہ خلافت کا پڑھا۔ اوس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ اخیر زمانہ وفات پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ہے۔ اور بعد اس کے بہت ہی کم آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ موافق اقرار شیعہ کے دین کے کامل ہونے پر شاہد ہے۔ اور جو آیتیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے فضائل میں ہیں۔ وہ یا تو مکی ہیں۔ یا مدنی۔ اور حجۃ الوداع سے برسوں پہلے نازل ہو چکی ہیں۔ تو اس سے بھی ان آیات کے بصداق سے صحابہ کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم خارج نہیں ہو سکتے۔ دوسرے پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے بقول شیعوں کے کسی نے امامت کا انکار نہیں کیا۔ اور سب نے اوسکو ظاہر میں قبول کر لیا۔ تو اوسوقت میں بھی انکار صریح زبان سے کسی نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت پر نہیں کیا۔ اور جب تک زبان سے کوئی محض انکار توحید۔ اور نبوت سے نہ کرے۔ وہ کافر نہیں ہوتا۔ ظاہر میں تو جو محض امامت سے ظاہر میں انکار نہ کرے وہ کیونکر کافر ہوگا؟

غرضیکہ مجتہد صاحب کا یہ قول کہ (اصحاب ثلثہ و عائشہ و طلحہ و زبیر وغیرہم بامامت ائمہ اثناعشر قائل نبودند۔) اور نیز حضرت کا یہ ارشاد۔ کہ (عدم ایمان اصحاب ثلثہ و نظرائی ایشاں از جہت عدم اعتراف بامامت ائمہ اثناعشر ست کافی است) ایسا پوچ اور بیہودہ ہے۔ کہ بعد اس تقریر کے جو ہم نے کی ہے۔ اگر اوس پر کوئی اونہیں کے اس مقولہ کو کہ تنازع عامہ با خاصہ بآں ماند۔ کہ زن با مرد مخاصمہ نماید۔ زیراکہ معلوم ست کہ صد دشنام زن بیک دشنام مرد مقاومت نمی تواند کرد) اونہیں پر اعادہ کرے۔ اور یہ کہے۔ کہ تنازع خاصہ یعنی حضرات شیعہ با عامہ یعنے سنیاں بآں ماند۔ کہ زن با مرد مخاصمہ نماید۔ زیراکہ معلوم است۔ کہ صد دشنام زن بیک دشنام مرد مقاومت نمی تواند کرد توکیسا ٹھیک اور درست ہے لیکن ہم اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتے۔ اور گالی گلوچ نہیں لڑتے۔ اے حضرات شیعہ! اپنے غفران مآب کے تقدس اور تہذیب اور متانت کو دیکھو۔ کہ حضرت قبلہ و کعبہ مثال بھی دیتے ہیں۔ تو گالی گلوچ ہی کی۔ کاش بجائے اس کے دوسری مثال دیتے۔ اور اپنی تہذیب اور متانت کو کام فرماتے۔ تو لوگوں کے سامنے شرمندگی نہ ہوتی +

دیکھو۔ کہ ذوالفقار میں ورق کے ورق اِس اصول کی تصدیق میں ہیں کہ علمائے شیعہ کے نزدیک امامت کا منکر کافر ہے سیاہ کئے ہیں۔ اور ناحق کتاب کا حجم بڑھایا ہے تاکہ لوگ سمجھیں۔ کہ بڑی موٹی کتاب لکھی ہے۔ حالانکہ سب کا مطلب یہی ہے۔ کہ شیعوں کے نزدیک امامت اصول دین سے ہے۔ اور منکر اوس کا کافر۔ لیکن اس سے کچھ جواب

صاحب تحفہ کے کلام کا نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ وہ تمام سنیوں کے ایمان ثابت کرنے پر بحث نہیں کرتے۔ کہ جس پر موافق
اصول شیعہ کے بسبب انکار امامت ائمہ اثنا عشر کے عدم ایمان یا کفر کا اطلاق ہو۔ بلکہ وہ صرف صحابہ سے بحث کرتے
ہیں۔ اور اس امر کا دعوے کرتے ہیں۔ کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کفر کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور اوس کی
ثبوت میں وہ آیتیں صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے شان میں نازل ہوئی ہیں۔ پیش کرتے ہیں۔ اور ملا نصیر الدین طوسی اور
نور اللہ شوستری وغیرہ کے کلام کو اوس کی تائید میں لاتے ہیں۔ اور مجتہد صاحب اس فرق بیّن کو تو ملاحظہ نہیں کرتے
اور صاحب تحفہ کی تحریر کا مطلب تو نہیں سمجھتے۔ دونوں امروں کو خلط ملط کر کے عامیوں کی طرح جواب دیتے ہیں
کہ ہمارے اصول سے یہ ہے کہ منکر امامت ائمہ اثنا عشر کافر ہے۔ آئے صاحب! آپ کے اصول دین میں منکر امامت
ائمہ اثنا عشر کافر کیسا۔ اگر آپ کے اصول میں آپ کے تقدس اور اجتہاد کا منکر بھی کافر ہو۔ صاحب تحفہ اس سے
بحث نہیں کرتے۔ پس حقیقت میں جو کچھ مجتہد صاحب نے لکھا۔ اوس سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ منکر امامت
کافر ہے۔ اور چونکہ انکار امامت اصحاب رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا۔ مگر بعد وفات پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے
اسلئے اُن کا اس اصول سے کافر ہونا حالت حیات نبوی میں ثابت نہ ہوا۔ اور جب اُن کا کفر ثابت نہ ہوا۔ تو جو
آیات مہاجرین وانصار کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اون میں بدرجہ اولےٰ اُن کا داخل ہونا واضح ہوا۔ اسلئے کہ ایمان
اور ہجرت اور جہاد اور نصرت اور بیعت وغیرہ جو جو باتیں آیات میں خدا تعالےٰ نے بیان کی ہیں۔ ان سب صفات
کا مہاجرین وانصار خصوصاً خلفائے ثلثہ میں بدرجہ کامل ہونا ثابت ہے۔ پس کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ اُس سے خارج
ہوں۔ اور اگر یہی خارج ہوں گے۔ تو پھر سوائے ایک حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دو تین اون کے خاص احباب
کے کون رہیگا۔ اور ساری آیتوں کا اطلاق صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی شان میں کہنا۔ اور سب مہاجرین وانصار
کو اوس سے خارج کرنا حقیقت میں صاف قرآن مجید کی تحریف کرنی ہے ؛

میں اس موقع پر اوس قول کو بھی بغیر باطل کئے چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتا۔ جو کہ مجتہد صاحب نے محقق طوسی کا
اونکے رسالہ قواعد العقائد سے نقل کیا ہے۔ جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ اور جس سے انہوں نے اس امر کو ثابت
کیا ہے کہ محقق موصوف امامت کو اصول دین سے سمجھتا ہے۔ سو وہ کیونکر کفر کو مخصوص محاربین سے کریگا۔
جواب اس کا یہ ہے۔ کہ اول تو محقق کا یہ قول جو انہوں نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے۔ بہت سے علمائے
شیعہ کے مخالف ہے۔ اسلئے کہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ (اصول ایمان نزد شیعہ سہ چیز ست تصدیق بوحدانیت خدا
تعالےٰ وتصدیق بہ پیغمبری وتصدیق بامامت) اور اکثر علماء نے لکھا ہے۔ کہ اصول دین کے پانچ ہیں۔ چنانچہ
خود قبلہ وکعبہ نے اپنی ذوالفقار میں فرمایا ہے۔ کہ (از[1] جملہ اصول مقررہ پیش شیعہ اثنا عشریہ اصول دین ست
کہ عبارت از توحید وعدل ونبوت وامامت ومعاد باشد) پس محقق صاحب نے دو اصول یعنی عدل اور معاد کو

[1] عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۱۰ سطر ۵ ۱۲ منہ

تو اُڑا ہی دیا - اور پانچ کو چھوڑ کر تین کو اختیار کیا - تو جب اُن کو تین سے ایسی محبت تھی - کہ دین کے اصول بھی تین ہی رکھے - تو اگر تینوں خلیفاؤں کو اُنہوں نے مخالفوہ فسقۃ کہکر کُفر سے خارج کر دیا - تو کیا عجب ہے +

علاوہ بریں یہ قول محقق صاحب کا جو اُنہوں نے رسالہ قواعد العقائد میں لکھا ہے - درحقیقت اونکے اوس مقولے کو جو تجرید میں لکھا ہے کچھ باطل نہیں کرتا - اسلئے کہ یہ قول کہ (اصولِ ایمان نزدِ شیعہ سہ چیز است) یہ عام ہے - اور وہ قول کہ (مخالفوہ فسقۃ و محاربوہ کفرۃ) خاص ہے - اما من عام الا وقد خص - پس گویا وہ صحابہ جنہوں نے مخالفت کی اِس حکم سے مُستثنےٰ ہیں - اگر کوئی کہے - کہ جب تم مجتہد صاحب کی توجیہ کو نہیں مانتے جو اونہوں نے مخالفوہ فسقۃ - کی نسبت کی ہے - تو تم کیوں ایسی توجیہ کرتے ہو - اوسکا جواب یہ ہے کہ اِس توجیہ کی ہم سند رکھتے ہیں - اور ایک دُوسرے محقق شیعی کے قول سے اِس کی تائید ہوتی ہے - یعنے قاضی نور اللہ شوستری مقولہ محقق طوسی کی تائید میں فرماتے ہیں - کہ (حضرت شیخین با امیر المؤمنین علیہ السلام حرب نہ نمودہ اند - بلکہ بے زحمتِ قتال و تکلف استعمال سیف القتال و کثرت خیل الرجال حق او را ابطال نمودند - و غصب خلافتِ رسولِ متعال از و نمودند -) پس اگر اون کے نزدیک خلافت کا غصب کرنا موجبِ کُفرِ خلفائے ثلثہ ہوتا - تو وہ کیونکر غصبِ خلافت کو بے جنگ و جدال کے ثبوت میں عدمِ کُفرِ مخالفین جناب امیر کے بیان کرتے - اور اگر قاضی نور اللہ کا مطلب اِس عبارت سے اور کچھ ہو - تو بیان فرمائیے - فعلیکم البیان وعلینا دفعہ بالبرھان - اور اگر کوئی کہے - کہ جس طرح پر تم اپنی توجیہ کے لئے دوسرے محقق کی سند لائے - اوسی طرح پر جناب قبلہ و کعبہ بھی سند لائے ہیں - بلکہ تم تو دوسرے شخص کی سند لائے - قبلہ و کعبہ تو محقق طوسی ہی کی دوسری کتاب سے سند لائے ہیں - اوسکا جواب یہ ہے کہ بیشک ہم دونوں اپنی اپنی توجیہ پر سند لائے ہیں - مگر دونوں میں فرق ہے - ہماری توجیہ مطابق لفظ اور عبارت اور معنی ظاہری محقق کے ہے - اور سند سے اوس کی تائید بصراحت ہوتی ہے - اور قبلہ و کعبہ کی توجیہ مخالف لفظ اور عبارت اور ظاہری معنی محقق کے ہے - اور سند سے بھی اوس کی تائید بصراحت نہیں ہوتی - ہم نے جو معنے کہے - وہ کُھلے ہوئے ہیں - اور صاف ظاہر ہیں - اور قبلہ و کعبہ نے جو معنی بتائے ہیں - وہ ایسے پیچدار ہیں - کہ قواعد صرف و نحو سے اوسکی مطابقت نہیں ہوتی - اگر شک ہو - تو کسی طالب علم عربی خواں کے سامنے دونوں کے معنی رکھدو - اور طالب العلم بھی وہ ہو - جو نہ سُنی ہو - نہ شیعہ - اور اوس سے پوچھو - کہ کون سے معنی صحیح ہیں - تو ضرور وہ یہ کہیگا - کہ یہی معنی صحیح ہیں - جو یہ سُنی کہتا ہے - اور جو معنی مجتہد صاحب فرماتے ہیں - وہ ان لفظوں سے نہیں نکلتے - ایسے دقیق مضمون کو شائید امام سمجھیں گے - اسلئے سُرمن رائے جاکر امام سے پوچھو - پس جب تک امام صاحب ظاہر نہ ہوں - اور مجتہد صاحب کی فہم و فراست اور جودتِ طبع کی تعریف کر کے اونکے بنائے ہوئے معنی کی تصدیق نہ کردیں تب تک کوئی بھی اونکے معنی کو تسلیم نہ کرے گا +

جو کہ اس بحث کو ہم لکھ چکے۔ اسلئے اب اس قول سے بحث کرتے ہیں۔ کہ اطلاق اسلام کا صحابۂ کبار اور خلفائے ابرار رضی اللہ تعالےٰ عنہم پر موافق اصول شیعہ کے ہوتا ہے۔ یا نہیں؛ چنانچہ مجتہد صاحب اسکا اقرار کرتے ہیں اور فرماتے۔ کہ منکرِ امامت کافر نہیں ہے۔ یعنی احکام کفر کے دنیا میں اوسپر جاری نہیں ہیں چنانچہ اس قول کو اوپر ہم نقل کر چکے۔ اور جواب ایضاح لطافۃ المقال سے اوسکی تائید کر چکے۔ اور اوس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ علمائے شیعہ کے نزدیک موافق قول مجتہد صاحب کے تین درجے ہیں۔ ایک ایمان جو پانچوں اصول توحید۔ نبوت۔ امامت۔ عدل۔ معاد کا قائل ہو۔ دوسرا کفر جو ان پانچوں اصول کا یا سوائے امامت کے ایک کا بھی منکر ہو۔ کہ نہ اوسپر ایمان کا اطلاق ہوگا۔ نہ اسلام کا۔ تیسرا اسلام جو فقط امامت کا منکر ہو۔ کہ وہ قیامت میں تو مثل کافروں کے ہوگا۔ مگر دنیا میں احکام کفر کے اوسپر جاری نہیں ہیں +

اور غرض ان تین درجوں کے قائم کرنے سے یہ ہے۔ کہ صحابۂ کرام کو کافر بھی کہنے کا موقع رہے۔ اور مسلمان بھی کہنے کا۔ یعنی جب اونکو توحید اور نبوت کے اقرار میں سچا اور اعمالِ حسنہ میں کامل اور دین میں پکا دیکھتے ہیں۔ اور کسی طرح کا نقص ظاہری اعمال میں اونکے نہیں پاتے۔ تو کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھے۔ اور جب اونکو آیاتِ فضیلت کے مصداق سے خارج کرتے ہیں۔ اور اونکو برا کہتے ہیں۔ تب فرماتے ہیں۔ کہ وہ مومن نہ تھے یعنی اصولِ دین میں سے ایک اصول یعنی امامت کے منکر تھے۔ اسی واسطے درمیان کفر اور ایمان کا ایک نہیں ہے۔ تیسرا واسطہ قائم کیا۔ اور اوس کا نام اسلام رکھا +

اب آگے سنئے کہ جب یہ خیال کیا۔ کہ جو شخص اس تفرقہ کو سنے گا وہ ہنسے گا۔ اور ایسے اصول قائم کرنیوالوں کو احمق کہیگا۔ اسلئے کہ دین کے پانچ اصول تو قائم کئے۔ اور پانچوں کو برابر درجہ دیا۔ اور پھر چار اصول تو ایسے ہیں۔ کہ اگر اون میں سے چاروں کا یا ایک کا بھی کوئی انکار کرے۔ وہ اسلام سے خارج ہو جاوے۔ اور کفر کا اوسپر اطلاق ہووے اور ایک اصولِ امامت ایسا ہو۔ کہ جس کا منکر نہ کافر ہو۔ نہ مومن۔ بلکہ مسلم رہے۔ اور وہ دائرۂ اسلام سے خارج نہ ہووے۔ تو یا تو یہ اصولِ امامت حقیقت میں اصولِ دین سے نہیں ہے۔ فروع سے ہے۔ یا اگر اصولِ دین سے ہے۔ تو اوس کا منکر بھی کافر ہے۔ تو اس سفاہت کو چھپانے کے لئے اوسکی وجہ اور علت تحریر کرنے پر بحث کی۔ اور سبب خاص بیان فرمایا جس سے سوائے اس کے کہ سفاہت پر پردہ پڑے۔ بیہودگی اوس کی اور دوبالا ہوگئی چنانچہ میں اب اوس وجہ کو بیان کرتا ہوں۔ اور اپنے قول کی تائید کرتا ہوں۔ کہ جناب قبلہ و کعبہ ذوالفقار میں فرماتے ہیں۔ کہ (بنابر ورودِ احادیث بسیار محققین امامیہ در کتبِ خود تصریح نمودہ اند۔ کہ مخالفین در عقبیٰ حکم کفار دارند و ہرگز از جہنم بیروں نمی آیند۔ و در دین و دنیا نیز در احکامِ کفار شریک اند۔ اما چوں علام الغیوب می دانست کہ دولتِ باطل بر دولتِ حق پیش از ظہور قائم آلِ محمد غالب خواہد گردید۔ و شیعیان را معاشرت و مواصلت معاملت

لہ تجارت ذوالفقار ... سنہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۱۰ سطر ۱۲

با مخالفان ضرور خواہد شد - ذریں دولتہائے باطل احکام اسلام را بر ایشاں جاری گردانید - کہ جان و مال ایشاں
محفوظ بودہ باشد - وحکم بہ طہارت ایشاں بہ کنند - و ذبیحہ ایشاں را حلال دانند - و دختر از ایشاں بخواہند - و
میراث بایشاں بدہند - واز ایشاں بگیرند - و دیگر احکام اسلام بر ایشاں جاری کنند - تا بر شیعیاں کار تنگ نشود
در دولت ایشاں - و ہرگاہ حضرت صاحب الامرؑ ظاہر شود - حکم بت پرستاں را بر ایشاں جاری کند - و در
ہمہ احکام مثل سائر کفار باشند - و ایں تفضل خدا است بنسبت بحال شیعیان زیرا کہ فرق کفار بسیار اند - اگر بر
سُنیاں نیز دریں ایام احکام کفار جاری میگردید - در امور مسطورہ عسرتے بر شیعیاں مے شد - کہ مزیدے بر آں
متصور نیست) - اس سے ثابت ہوتا ہے - کہ بحیثیت اس کے کہ خدا تعالےٰ کو معلوم تھا کہ شیعی بیچارے ذلیل
وخوار رہیں گے - اور عزت اور دولت سُنیوں کو ملے گی - پس اگر سنیوں پر حکم کُفار کا جاری کیا جاوے - تو بیچارے
شیعی روٹی کہاں سے پاویں گے - اور اُن کو کھانا کون دے گا - اور چونکہ شیعوں کو بمجبوری سنیوں کی خدمتگذاری
کرنی پڑے گی - اور وہ سنیوں کے دست نگر رہیں گے - اگر سنیوں پر کفر کے احکام جاری کردیئے جاویں - اور شیعی
اُنکو کافر کہنے لگیں - تو سارے شیعیان پاک بھوکوں مارے مرجاویں گے - اور سُنی اونکا نان ونفقہ بند کردینگے
بلکہ غصہ میں آکر کافر کہنے پر اون کو جان ہی سے مار ڈالیں گے - اور اگر ایسا ہوا - تو دین جعفری جاتا رہیگا - اور کوئی خدا
و رسول کا نام لینے والا دُنیا میں نہ رہے گا - گویا خدا کی عبادت حضرات شیعہ کے فنا ہوتے ہی دُنیا سے موقوف ہو جاویگی
اور چونکہ بیچارے شیعوں کی مظلومیت اور غربت پر خدا کو بڑا رحم ہے - اور اون کے حال زار پر اسکو بہت توجہ ہے
اِسلئے کہ حضرات شیعہ کے طفیل میں خدا نے سُنیوں کو دُنیا میں کُفر سے بچایا - اور اونکو مسلمان رکھا - مگر یہ اوسی وقت
تک ہے بنظر عنایت و مہربانی جب تک کہ امام صاحب الزمان پیدا ہوں جبکہ امام شیعوں کے غار سر من رائے
سے ظہور فرماویں گے - اور بعد چندیں ہزار سال سُنیوں کے خوف سے نجات پاوینگے - اوسیوقت پر گیا ہی دار و مدار
شیعوں کا ہے - سلطنت اور حکومت اون کی ہے کسی کے ہاتھ میں حضرت عباس کا عَلم ہوگا کسی کے دوش پر امام
کا شدا رکھا ہوگا - کوئی ذوالفقار چومنے کے لئے دوڑا جاتا ہوگا - کوئی صوارم وصمصام اپنی کھولتا ہوگا - اور کوئی
زرارہ کے غول میں بھاگتا ہوگا - کوئی ہشام اور شیطان الطاق کو ڈھونڈھتا ہوگا - پس اوسوقت وہ دُھوم دھام
شیعوں کی ہوگی - کہ لوگ محرم کی دستوں کو بھول جاویں گے - اور یا امام! یا امام! کا غُل آسمان پر پہنچا دیں گے -
تو جب ایسے زور و شور کا امام شیعوں کا ہوگا - اور کچھ بھی غرض شیعوں کی اون سے نہ رہیگی - پس اوسوقت امام شیعوں
کے پکار کر کہدیں گے - کہ آج اسلام کا عَلم تو موقوف ہوا - کفر کے علانیہ اطلاق کرنے کا زمانہ آگیا - اب ہمارے شیعوں
کو کچھ کام سُنیوں سے نہیں رہا - اِسلئے کوئی آج سے کسی سُنی کو مسلمان نہ کہے - اور لفظ اسلام کا بھی زبان پر نہ
لائے - اب اونکو کافر مطلق جانو - اور نجس سمجھو - اور بُت پرستوں کے احکام اون پر جاری کرو - نہ اون کے ہاتھ کا

ذبیحہ کھاؤ - اور نہ اون کے ہاتھ کا پانی پیو - بلکہ اپنی اپنی ذوالفقار اور حسام نکال کر خوب اون کو قتل کرو - بہت دنوں
تک اونہوں نے ہمارے شیعوں کو دبایا - اور صدہا برس تک اون سے تقیہ کرایا - انہی کمبخت سنیوں کے سبب
سے ہمارے شیعوں کو جھوٹ بولنا پڑا - بلکہ شیعہ کیسے خود ہم اماموں کو سچ بولنا مشکل ہوگیا - اور بمجبوری ذو وجہین
بننا پڑا - بہت کچھ تکلیف ان کمبختوں نے ہم کو اور ہمارے شیعوں کو دی - اب خوب بدلا لو - اور مزے سے
چلین کرو - حکومت کا نقارہ بجاؤ - اور ذوق وشوق سے سلطنت کرو - اور اپنے ہزار برس کے دلی غبار سنیوں سے
نکالو - پس اے سنیو! خدا کے واسطے شیعوں کا شکر ادا کرو - کہ اونہی کی بدولت تم کفر سے بچے - اور انہیں پہ
رحم کر کے خدا نے تم کو تا ظہور امام کافر نہ گردانا - اور احکام اسلام کے تم پر جاری کئے - اگر شیعہ نہ ہوتے - تو پھر یہ
لطف تمہارے حق میں خدا ہرگز ہرگز نہ کرتا ٭ یہ وجہ جو جناب قبلہ وکعبہ نے عدم اطلاق لفظ کفر کی نسبت سنیوں
کے تا ظہور امام بیان فرمائی - اس سے بیشک سارے اعتراض دفع ہو گئے بسبب شیخی سنیوں کی جاتی رہی - بھلا
کس سنی کی مجال ہے - کہ اس پر کچھ اعتراض کرے - اور اسی وجہ کو جو دلائل فلسفیہ سے بڑھکر مدلل ہے - رد کر سکے -
بیشک ہم ہارے - اور مجتہد صاحب جیتے ٭

اس تقریر کا جس کی متانت اور استحکام پر اوسکے الفاظ ومعانی خود شاہد ہیں - ہمارے پاس کچھ جواب نہیں
ہے - اے حضرات امامیہ! تم غور سے سنو - اور اس وجہ کو دل میں جگہ دو - کہ بہت بڑی باریک بات قبلہ و
کعبہ نے فرمائی - اور نہایت حکمت کی تقریر تم کو سکھلائی ہے - مجتہد ہوں - تو ایسے - اور محقق ہوں - تو ایسے کہ
جن کی تقریر پر ہر شخص کی زبان سے آمنّا وصدّقنا کے سوا دوسرا کلمہ نہ نکلے - اور جن کی بات کو سوائے سچ
اور درست کے کوئی رد نہ کر سکے لہ

اِذَا قَالَتْ حَذَامِ فَصَدِّقُوْهَا   فَاِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَتْ حَذَامِ

جب میں نے مجتہد صاحب کی صوارم میں دیکھا تھا - کہ اونہوں نے ذوالفقار پر بڑا ناز کیا ہے - اور اس
کی تقریر وتحریر کو لاجواب تصور فرمایا ہے - اور اوس کی نسبت یہ بھی ارشاد کیا - کہ اب تک کسی نے جواب
نہیں لکھا - تو مجھے ذوالفقار کے بالاستیعاب (پورے طور پر مکمل) دیکھنے کا شوق ہوا - تاکہ دریافت ہو - کہ وہ
حکیمانہ دلیلیں اور فلسفی تقریریں کیا حضرت نے اوس کتاب میں بھری ہیں - کہ کسی نے اوسکا جواب نہ لکھا -
جب اوس کو اوّل سے آخر تک دیکھا - تو خدا تعالے آگاہ ہے کہ میں مبالغہ سے بالکل نہیں کہتا ہوں کہ اوسکے برابر
کیا باعتبار عبارت اور کیا بلحاظ مضمون کے - اور کیا بخیال انتشار مطالب - اور کیا بوجہ خلط مبحث اور تقریر لاطائل
کے میں نے کسی عالم کی کتاب کو اوس سے زیادہ پوچ وپچ نہیں پایا - اور نظر اٹھا کر دیکھنے کے لائق بھی اوسے تصور
نہ کیا - اسی واسطے شاید اوسوقت تک کسی نے اوسکا جواب نہ لکھا ہوگا - اگر کسی کو شک ہو - تو جس قدر تقریریں

اس کتاب کا میں نقل کرچکا ہوں۔ اون کو بخوبی دیکھے۔ اور میرے کلام کی تصدیق کرے ؛

اب میں خاص اس وجہ پر جو عدم اطلاق کفر کی نسبت سنیوں کے مجتہد صاحب نے بیان کی ہے کچھ دو ایک لطیفے لکھتا ہوں۔ اور شیعوں کو سُناتا ہوں۔ جو شائق ہوں۔ وہ سُنیں۔ کہ میں جو کہتا ہوں۔ وہ بڑے کام کی بات ہے اور بمقتضائے کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ قابل سُننے کے ہے۔ بس ایہا المؤمنین: غور سے سنو۔ کہ ؎

سخن ما شنیدنی دارد۔ جلوہ مفت است دیدنی دارد

اوّل یہ کہ خدا تعالےٰ نے سنیوں پر اطلاق اسلام کے لئے صرف یہی وجہ قرار دی ہے۔ کہ (تا بر شیعیان کار تنگ نشود) تو اوس خدا تعالےٰ نے اون کی حال پر ذرا زیادہ رحم کیوں نہ کیا۔ اور سارے بُت پرستوں اور کافروں کو اونکا بھائی کیوں نہ بنا دیا۔ اور اون کی خاطر سے جس طرح ایک اصول امامت کے انکار سے باوجودیکہ وہ صریح کفر ہے۔ سُنیوں پر اطلاق اسلام کا کیا۔ کس لئے اون کی خاطر سے پانچوں اصول کے منکر پر لفظ اسلام کا اطلاق نہ فرمایا۔ اس لئے کہ اب اسلام کے معنے وہ تو باقی ہی نہ رہے۔ جو کہ قرآن مجید۔ اور حدیث شریف میں مذکور ہیں۔ بلکہ یہ ایک اصطلاح جدید مقرر ہوئی ہے۔ ولا مساحۃ فی الاصطلاح۔ تو پھر جس طرح پر کہ باوجود کفر کے۔ اور مخلد فی النار ہونے اُنکے شیعوں کے اوپر مہربانی کرکے اون کے اوپر اسلام کا لفظ اطلاق کیا۔ اسی طرح پر اور کافروں پر بھی اس لفظ کے اطلاق کی اجازت دیتا۔ تا شیعوں کا دائرہ کار اور بھی زیادہ وسیع ہو جاتا ؛

دُوسرے۔ شیعوں کی خاطر سے تا ظہور امام محرمات کو حلال کیوں نہ کر دیا۔ (تا کار بر شیعیان تنگ نشود)۔ جب اونکی خاطر ہی پر کفر و اسلام کا اطلاق ٹھیرا۔ اور خدائے تعالےٰ نے اپنے آپ کو انہی کے اختیار میں دیدیا۔ تو مناسب تھا۔ کہ اون کے لئے سب حرام چیزوں کو حلال کر دیتا۔ کہ وہ خوشی سے شراب ارغوانی کے جام کے جام اوڑاتے۔ اور زنان مہ پارہ کے ساتھ ہمبستر ہو کر خوب ذوق و شوق سے حرام کرتے۔ ساری دُنیا کے مال و متاع کو اون کے لئے حلال کر دیتا۔ کہ جس کے گھر سے جو چاہتے۔ لے جاتے۔ اور خوب لُوٹ مار کرکے اپنے معیشت کے دائرے کو وسیع کرتے۔ سب جانوروں کو اگرچہ خوک (سؤر) ہی کیوں نہ ہو۔ اون کے لئے حلال کر دیتا۔ تاکہ وہ خُوب مزے سے نوش فرماتے۔ اور بیچارے کسی بات کی تکلیف نہ اٹھاتے۔ نماز کو اُن کے اوپر سے ساقط کر دیتا۔ روزے کو اون پر واجب نہ فرماتا۔ تاکہ بیچارے کسی بات کی ذرا بھی تکلیف نہ پاتے۔ اگرچہ میں نے اپنے نزدیک اس کو نہائت ہی عجیب اور غیر ممکن تصور کرکے لکھا ہے۔ مگر حقیقت میں بہت سی باتوں کو حضرات شیعہ نے اپنے لئے حلال کر رکھا ہے۔ دیکھو۔ پانچ نمازوں کے بدلے تین ہی وقت پڑھتے ہیں۔ دو وقت کی تکلیف سے محفوظ ہیں۔ نکاح کی قید سے آزاد ہی ہو گئے ہیں۔ مُتعہ کی بدولت خوب چلین سے جس کو چاہتے ہیں رات بھر کی اُجرت دے کر اپنے صرف میں رکھتے ہیں۔ اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ لیکن بہتر ہو کہ وہ تا ظہور امام کے سب

سب قیدیں شریعت کی جو تھوڑی بہت رہ گئی ہیں۔ اُڑا دیں۔ اور خاصے مُلحد بن جاویں۔ اور اگر کوئی شخص اعتراض کرے۔ تو اپنے قبلہ و کعبہ کا قول نقل کر دیں۔ (کہ این تفضّلِ خداست بنسبت بحالِ شیعیان) +

تیسرے۔ اگر حقیقت میں خدا تعالےٰ نے صرف شیعوں کے حال پر رحم کر کے سُنّیوں کو ظاہری کُفر سے بچایا۔ تو قیدِ زمانہ ظہورِ امام کی بیجا ہے۔ بلکہ ظہورِ مجتہد کی قید کافی تھی۔ اور خدا تعالےٰ کو یہ کہدینا چاہئیے تھا کہ جب تک کسی مجتہد کا ظہور نہ ہووے۔ تب تک یہ حکم ہے۔ ورنہ جب کسی سرزمین کے خطہ میں شیعوں کی اسقدر عزّت ہوجاوے۔ کہ مجتہد صاحب مسندِ اجتہاد پر بیٹھ جاویں۔ اور اون کے گرد دو چار ہزار دُنیا طلب حاضر ہوویں۔ اور وہ سُنّیوں کے رد میں کتابیں بھی لکھنا شروع کر دیں۔ تب یہ حکم موقوف کر دیا جائے۔ اسلئے کہ اذا فات العلّۃُ فات المعلول۔ پس تعجب ہے۔ کہ لکھنؤ اور ایران میں یہ حکم اب تک کیوں جاری نہ ہُوا۔ اور ظہورِ امام کے لئے وہاں کس کا انتظار رہا۔ جبکہ مجتہد صاحب نے ذوالفقار کو دار السلطنت لکھنؤ میں لکھ کر مشتہر کیا تھا۔ اوسوقت تو اونکو ایسی بات لکھنی زیبا نہ تھی۔ اسلئے کہ جو زور و شور تشیّع کا اون کے وقت میں وہاں تھا۔ اوس سے زیادہ ہونا تو کبھی ممکن ہی نہیں ہے۔ اسلئے اُن کو لکھنؤ میں یہ حکم جاری کر دینا تھا۔ لیکن حقیقت میں اونہوں نے جاری کر دیا تھا۔ گو کتاب میں صاف صاف نہیں لکھا۔ مگر سُنّیوں کے کُفر اور نجاست کا فتوےٰ دے دیا تھا۔ یہ حال لکھنؤ میں ہو گیا تھا۔ کہ اگر کوئی سُنّی کسی شیعۂ پاک کے فرش پر جاتا۔ تو وہ اوسی وقت اوسکو دھونے کے لئے دریا پر بھیجدیتا۔ اور اون کے یہاں کھانے پینے کو حرام اور ناپاک سمجھتا۔ پس حقیقت میں یہ فرمانا حضرت کا کہ (حکم بطہارت ایشاں بکنید۔ و دیگر احکامِ اسلام بر ایشاں جاری کنید) فقط کتاب کی زینت دینے کے لئے ہے۔ نہ عمل کرنے کے لئے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیعوں کے مجتہد ٹھیک ٹھیک عیسائیوں کے پوپ اور پادریوں کے موافق ہیں۔ جس طرح وہ اپنے آپ کو معصوم جانتے ہیں۔ اور سارے احکام شریعت کے رد و بدل پر اختیار رکھتے ہیں۔ وہی حضرات مجتہدین کا حال ہے۔ کہ احکامِ نبوی کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہیں۔ جو چاہا۔ وہ حکم دیدیا۔ جب چاہا کُفر کا اطلاق کر دیا۔ جب چاہا۔ اسلام کا حکم دیا۔ چونکہ خدائی اون کے اختیار میں ہے۔ اسلئے جو چاہیں۔ سو کریں۔ اور جو دل میں آوے۔ وہ فرماویں۔ قیامت کو اس کا حال معلوم ہوگا۔ ہم ہونگے۔ اور گریبان مجتہد صاحب کا +

چوتھے۔ مجتہد صاحب نے اپنی تقریر میں میراث کے باب میں فرمایا۔ کہ میراث بایشاں بدہند۔ و از ایشاں بگیرند اور نکاح کی نسبت کہا۔ کہ دختر از ایشاں بخواہند۔ اور براہِ دیانت دختر بایشاں بدہند کے کہنے سے شرم فرمائی۔ گویا سُنّیوں کو لڑکی دینا جائز نہیں ہے۔ کہ حال اوس کی شناعت کا اس شخص کو ظاہر ہو سکتا ہے۔ جو چند ورق ہماری کتاب کے اُلٹ کر بحثِ نکاح حضرت اُمّ کلثوم کو دیکھے۔ یہ بحث ہم نے لکھی۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ

مجتہد صاحب ایمان کا اطلاق خلفائے ثلثہ پر نہیں کرتے - بلکہ اون پر اسلام کا اطلاق کرتے ہیں - اور اسی کے ثبوت میں بہت سی سندیں لاتے ہیں - مگر حقیقت میں یہ قول بھی اون کا غلط ہے - اور اونہی کے محققین اور محدثین نے اس کو باطل اور غلط قرار دیا ہے - پس تعجب ہے حضرت مجتہد صاحب سے کہ نہ اوسکو دیکھا - اور نہ اوسے نقل کیا - اور اپنے پیشواؤں کے خلاف اِسلام کا اطلاق کیا - افسوس ہے - کہ اپنے تشیع میں بھی کامل نہیں ہیں اور اپنے اصول سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہیں - اور تالیف کرنے پر مستعد ہیں - اور ناحق اپنے اہلِ مذہب اپنی پوچ تقریروں سے اور فضیحت کرتے ہیں - ولنعم ما قیل ؎

در کفر ہم کامل نہ ئی کُفّار را رسوا مکن ؁

آپ اوس قول کو سُنیئے جو علمائے اعلام شیعہ نے اس باب میں لکھا ہے - اور نہ وہ علماء مثل مُلا عبداللہ کے ہیں جس سے حضرت مجتہد صاحب انکار کریں - نہ وہ ایسے گمنام ہیں - کہ جن کے نام سے واقف نہ ہوں - بلکہ اوس علامہ اور محقق کی سند پیش کرتا ہوں جس کے علم و اجتہاد کا انکار گویا امامت کا انکار ہے - اور اوس کے تقدس کا اقرار گویا چھٹا اصول دین کا ہے - وہ کون ہیں؟ جناب فضیلت مآب جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول فاضل محقق خبیر مدقق جناب مُلا باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کہ وہ حدیث اِرتدادِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو کافی سے نقل کرکے فرماتے ہیں - کہ (بیان قولہ علیہ السّلام من ان یرتدّ وا عن الاسلام ای عن ظاھرہٖ والتکلم بالشھادتین الیٰ قولہٖ ولیأتی اتی النّاس ارتدّ وا الّا ثلثۃ لانّ المراد منھا ارتدّ وا وھم عن الدّین واقعاً وھٰذا محمول علیٰ بقائھم علیٰ صورۃ الاسلام وظاھرہ و ان کانوا فی اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفار وقص ھٰذا بمن لم یسمع النّص علیٰ امیر المؤمنین علیہ السّلام ولم یبغضہ ولم یعادہ فانّ مَن فعل شیئاً من ذٰلک فقد انکر قول النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم وکفر ظاھراً ایضاً ولم یبق لہ شئ من احکام و وجب قتلہ) - خلاصہ مطلب اِس کا یہ ہے - کہ جن اصحاب نے پیغمبر خدا سے نص خلافت علی مرتضیٰ کو نہیں سُنا - اور نہ اون کے ساتھ دشمنی رکھی - اون پر تو احکام اسلام کے جاری ہیں - گو بسبب بیعت خلفاء کے اکثر حقیقی احکام میں کُفار کے حکم میں داخل ہیں - مگر جس نے نصِ نبوی کو سُنا ہے - اور یا حضرتِ علی سے دشمنی رکھی ہے - وہ ظاہر میں کافر ہوگیا - اور کوئی حکم احکام اسلام سے اوس کے حق میں باقی نہ رہا - اور اوسکا مسلمان کہنا جائز نہیں ہے اور اوسکا قتل کردینا واجب ہے ؁

اگر کسی کو یہ شک ہو - کہ مُلا باقر مجلسی نے ایسا فرمایا ہوتا - تو کیونکر مجتہد صاحب پھر خلاف اوس کے خلفاء پر اطلاق اسلام کا کرتے - اِس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا کام اس روائت کی تصحیح کردینا ہے - اور تمہارا کام اوسکا تصفیہ

کرنا۔ کہ مجتہد صاحب سمجھتے ہیں۔ یا ملا باقر مجلسی حق پر ہیں۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے۔ سو اسکی تصدیق ہم سے سنو۔ کہ اسی حدیث کو استقصاء الافحام منتہی الکلام کے جواب میں نقل کر کے فرماتے ہیں۔ کہ (غرض از نقل این عبارت محض اثبات این معنے است۔ کہ صاحب بحار ثلثہ و اتباع ایشاں را کافر میداند پس البتہ این معنی بسر و چشم مقبول است۔ اصلاً جائے استنکاف و انکار نیست۔) اور بحار الانوار ترجمہ فارسی کی یہ عبارت ہے۔ کہ (این حکم یعنے بقائے ظاہر اسلام مخصوص بہ کسے ہست۔ کہ از رسول خدا صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نص بر خلافت امیر علیہ السلام نہ شنیدہ۔ وبغض و عداوت آں حضرت نداشتہ۔ چہ مرتکب این امور منکر قول پیغمبر ہست۔ صلی اللہ تعالے علیہ و آلہ وسلم۔ وبحسب ظاہر ہم کافر ہست۔ وہیچ یک از احکام اسلام برائے او ثابت نیست۔ وقتلش واجب ہست انتہی بلفظہ) غرضیکہ اگر حضرات شیعہ انصاف کریں۔ اور تعصب وعناد کو دخل نہ دیں۔ تو جناب قبلہ وکعبہ کے تقدس و دیانت پر افسوس کریں۔ کہ حضرت نے سارے اقوال جو مفید اس مقام کے تھے۔ نقل کئے۔ اور اون سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ (در دار دنیا احکام اسلام برانہا جاری مے شود۔ گو در دار آخرت مخلد بنار خواہد بود۔) اور اپنے امام اور علامہ کے قول کو نقل نہ کیا۔ جس سے اسلام ظاہری سے اطلاق کرنا بھی خلفاء پر نادرست ہے۔ بلکہ کفر ہے۔ عجب حال ہے حضرات شیعہ کا۔ کہ کسی بات پر ثابت قدم نہیں رہتے۔ اور ایک کلمے پر قائم نہیں رہتے۔ کبھی کہتے ہیں۔ کہ اصحاب وخلفاء مسلمان تھے۔ ظاہر میں اون پر احکام اسلام کے جاری تھے۔ اور کبھی فرماتے ہیں کہ وہ کافر مطلق تھے۔ اور اون کا قتل کرنا واجب تھا۔ خدا اس قوم کو اپنے عدل کا ذائقہ چکھاوے۔ کہ اور جو کچھ خرابی دین محمدی کی انہوں نے کر رکھی ہے۔ اس کا بدلہ لے۔ ایہا المؤمنین! ذرا ذوالفقار کو اٹھا کر دیکھو۔ کہ اوس میں اجرائے احکام ظاہری اسلام خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالے عنہم کی نسبت کس زور و شور سے دعوے کیا ہے۔ اور بحار الانوار اور استقصاء کو دیکھو۔ کہ اونہوں نے اپنا کفر کس صفائی سے ظاہر کیا ہے۔ اور اپنے اس اختلاف کی خود داد دو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار و انظروا الی ھؤلاء الکبار لانھم فی کل واد یھیمون وفی کل تیہ یتیھون ۔ تلک ایات اللہ نتلوھا علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وایاتہ یؤمنون ۔

جو کچھ ہم نے اب تک بیان کیا۔ اس سے یہ ثابت ہوا۔ کہ علمائے شیعہ اصحاب کبار رضی اللہ تعالے عنہم کے کفر و اسلام میں مختلف ہیں۔ یعنی اون پر اسلام کا اطلاق کرتے ہیں۔ اور اکثر میں۔ اور جو لوگ اسلام کا اطلاق کرتے ہیں۔ وہ بھی صرف بنظر ترحم حال شیعیان علی کے۔ اور بیان میں کفر و اسلام کو برابر سمجھتے ہیں۔ اسلئے اب ہم اس سے بحث کرتے ہیں۔ کہ اون پر کفر کا اطلاق کس وجہ سے ہے۔ آیا اس وجہ سے کہ وہ توحید کے منکر تھے۔ خدا تعالے کو ایک نہ جانتے تھے۔ اور لات و عزے کی عبادت کرتے تھے مثل ابولہب اور ابوجہل وغیرہ کے بت پرست تھے

پس غور کرو اے صاحبو بیان اہلسنت حق ہے دو طرح پر ہر مقام پر ... ہیں اور پیچ ... جہاں ... کے ... ہیں ... اور اوس کی ... ہم سے ... مجبور ... اہل حق ... انعام ... مسلم ...

یا نبوت کے منکر تھے۔ کہ پیغمبر صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کو سچا نبی نہ جانتے تھے۔ بلکہ اور کافروں کی طرح اون کی تکذیب ایمان میں کرتے تھے۔ یا صرف امامت کے منکر تھے۔ اور توحید و نبوت میں کامل تھے۔ پس ہم تینوں صورتوں سے علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں +

شیعہ کے بعض علماء تینوں امروں کا دعوے کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حقیقت میں اوّل ہی سے خلفائے ثلٰثہ ایمان نہیں لائے۔ اور خدا تعالٰے کی توحید۔ اور پیغمبر صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے سچے دل سے معتقد نہیں ہوئے۔ چنانچہ یہ امر شیعوں کے نزدیک مسلمات سے ہے۔ اور اس پر سند لانے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ اور خود مجتہد صاحب ذوالفقار میں جا بجا لفظ از اوّل امراز ایمان بہرہ نداشت کا تحریر فرماتے ہیں +

اس کے جواب میں جو کچھ ہم کو لکھنا تھا۔ وہ اوپر بحث ایمان شیخین رضی اللہ تعالٰے عنہما میں لکھ چکے۔ اب اُنہی تقریروں کو اعادہ نہیں کرتے۔ لیکن علاوہ اون دلیلوں کے اون کے ایمان کو اور دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ جو دعوئے نفاق کا بہ نسبت صحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہم کے حضرات شیعہ نے کیا ہے۔ وہ باطل ہے +

اثبات نہ منافق ہونے صحابۂ کرام کی بدلائل

دلیل اوّل

یہ تو ظاہر ہے کہ خلفائے ثلٰثہ اور صحابۂ کبار رضی اللہ تعالٰے عنہم ظاہر میں مسلمان تھے۔ اور اقرار توحید و نبوت کا کرتے تھے۔ پس ظاہری ایمان سے اون کے تو انکار ہو ہی نہیں ہو سکتا۔ باقی رہا یہ کہ دل میں منکر توحید اور نبوت کے تھے۔ اور اس وجہ سے وہ منافق تھے۔ تو اسکا ثبوت دینا چاہیئے۔ ورنہ ہر خارجی اور ناصبی جناب امیر علیہ السلام کی نسبت وحاشا جنابہم من ذلک بھی کہہ سکتا ہے۔ پس جس طرح پر تم اُن خارجیوں کا جواب دوگے۔ اور جس طرح سے جناب امیر علیہ السلام کے ایمان کو ثابت کروگے۔ وہی صحابہ کے حق میں ہماری طرف سے سمجھو +

دلیل دوم

اگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم منافق ہوتے۔ جیسا کہ جا بجا مجتہد صاحب اور اُن کے بزرگوں نے دعوٰے کیا ہے تو ضرور ہے کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا اون سے بیزاری کرتے۔ اور اون کو اپنے مشورے اور صلاح میں شریک نہ کرتے۔ اور جہاد اور لڑائیوں میں اونکو اپنے ساتھ نہ لیتے۔ اور ہجرت میں اپنا شریک نہ کرتے۔ اور خدائے تعالٰے بھی

اون سے بیزاری کا حکم دیتا - اور پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اون کی صحبت سے منع کر دیتا - اور اون کے اوپر جہاد کا امر کرتا - اور اونکو بدترین وقت کی حالت پر پہنچاتا - اسلیئے کہ خدائیتعالےٰ نے منافقین کے حق میں ایسا ہی فرمایا ہے اور ایسا ہی کیا ہے - اور افسوس ہے کہ جناب قبلہ وکعبہ نے ذوالفقار میں بعض اُن آیات کو خود ہی نقل کر کے ہماری طرف سے جواب دیا ہے چنانچہ جو آیتیں شاہ صاحب نے تحفہ میں فضائلِ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے بارے میں لکھی ہیں - اونکے معارضے میں وہ آیتیں جو کہ منافقین کی شان میں ہیں جناب قبلہ وکعبہ نے پیش کیں - اور یہ نہ خیال کیا - کہ انہیں آیتوں سے اُن کا دعوے غلط ہوتا ہے - اور خدائے تعالےٰ اُن کو اپنے کلام سے جھوٹا کرتا ہے چنانچہ منجملہ اون آیتوں کے ایک آیت یہ ہے کہ[۵۱] مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۵ کہ بعضے اہلِ مدینہ سے منافق ہیں - جنکو تو نہیں جانتا - مگر ہم جانتے ہیں - قریب ہے کہ ہم دو مرتبہ اون کو عذاب دیں - اور پھر وہ بڑے عذاب کی طرف پھیرے جاویں ۔

اب خدا کے لیئے اِس آیت میں لفظ اہل المدینة کا خیال کرو - اور سوچو - کہ مضمون اس آیت کا خلفائے ثلثہ پر جو کہ مکّے کے رہنے والے تھے - کیونکر صادق ہوگا - علاوہ بریں خدائے تعالےٰ اس آیت میں خبر دیتا ہے - کہ وہ دو مرتبہ عذاب دیئے جاوینگے - اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد عذاب دُنیاوی ہے - تو سوائے منافقین کے جن کا حال کھُل گیا - اور جو مارے گئے - اور ذلیل ہوئے - اس آیت کا مضمون صحابۂ کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم پر کیونکر صادق ہوگا - ماورائے اِس کے اِس آیت میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے - لاتعلمهم نحن نعلمهم - کہ تو اُن کو نہیں جانتا - بلکہ ہم جانتے ہیں - حالانکہ موافق اصول اور روایات شیعہ کے پیغمبر خدا کو خلفائے ثلثہ کے نفاق کا حال معلوم تھا - جیسا کہ ہم اوپر حدیث سے بروائیت زاد المعاد نقل کر آئے ہیں - اور جس سے ثابت ہوتا ہے - کہ پیغمبر خدا نے اون کے نفاق کا حال حذیفہ صحابی سے بھی کہدیا تھا ۔

ایک دُوسری آیت مجتہد صاحب معارضے میں فضائلِ صحابہ کے اپنی ذوالفقار میں لکھتے ہیں - کہ[۵۲] لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۵ اِس آیت کی ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں - مگر اب اور زیادہ تصریح کے ساتھ بیان کرتے ہیں - یہ آیت درحقیقت فضیلتِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے - اسلیئے کہ جب بعد فتح ہونے بدر کی لڑائی کے بیشتر کافر قید ہوئے - تو پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مشورہ کیا - کہ اِن قیدیوں کی نسبت کیا کیا جاوے - چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اور سعد بن معاذ

[۵۱] پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۳ ترجمہ بعضے لوگ مدینہ والے اڑ رہے ہیں نفاق پر تو ان کو نہیں جانتا ہم کو وہ معلوم ہیں ان کو ہم عذاب دینگے دوبار پھر جاوینگے بڑے عذاب میں ۱۲ موضح القرآن

[۵۲] پارہ ۱۰ - سورہ انفال رکوع ۹ - ترجمہ - اگر نہ ہوتی ایک بات کہ لکھ چکا اللہ آگے سے - تو تم کو پہنچتا - اس کے لینے میں بڑا عذاب ۱۲ موضح القرآن

انصاری نے فرمایا۔ کہ قتل کیئے جاویں۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ فدیہ لیا جاوے۔ چنانچہ حضرت نے فدیہ لیا۔ اوس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور جس کی تصدیق خود مفسرین شیعہ کرتے ہیں ۔

پہلا ثبوت۔ علامہ طوسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں فرماتے ہیں۔ کہ (قال عمر بن الخطاب یا رسول اللہ! کذبوک واخرجوک فقدمهم واضرب اعناقهم ومکن علیاً من عقیل فیضرب عنقه ومکنی من فلان اضرب عنقه فان هؤلاء ائمة الکفر وقال ابوبکر اهلك وقومك خذ منهم فدیة یکون لنا قوة علی الکفار۔ قال ابن زید فقال رسول اللہ لو نزل عذاب من السماء ما نجا منکم غیر عمر بن الخطاب وسعد بن معاذ) ترجمہ یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! ان کافروں نے آپ کو جھٹلایا۔ اور آپ کو گھر سے نکالا۔ ان کی گردنیں مارنا چاہئیں۔ عقیل کو علی کے سپرد کریں۔ کہ وہ اسے ماریں۔ اور فلاں شخص کو مجھے سپرد کریں کہ میں اسے قتل کروں۔ کیونکہ یہ سب کفر کے پیشوا ہیں۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا۔ کہ یہ سب تیری ہی قوم کے آدمی ہیں۔ ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ چنانچہ وہ چھوڑ دیئے گئے۔ ابن زید کہتا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر عذاب نازل ہوتا۔ تو سوائے عمر بن خطابؓ اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات نہ پاتا ۔

دوسرا ثبوت۔ کاشانی تفسیر خلاصۃ المنہج میں لکھتا ہے۔ کہ (روزِ بدر ہفتاد تن اسیر شدند حضرت در باب ایشاں با اصحاب مشورہ کرد۔ ابوبکر کہ از مہاجرین بود۔ گفت۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اکابر واصاغر ایں قوم اقارب وعشائرِ تو اند۔ اگر ہر یک بقدرِ طاقت واستطاعت فدائی بدہد۔ باشد کہ روزے بدولت اسلام برسد۔ الخ) اے مومنین! تم کو دل سے اپنے مجتہد صاحب کے تبحر اور فضیلت کی داد دینی چاہیئے۔ کہ معارضے میں فضائل صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی وہ آیت پیش کی جس سے اور بھی فضیلت خلیفۂ ثانی کی ثابت ہو گئی۔ سچ ہے۔ الحقُ یَعلوا ولا یُعلیٰ۔ شعر

عدو شود سببِ خیر گر خدا خواہد خمیر مایۂ دوکانِ شیشہ گر سنگ است

اس آیت کے معارضہ میں پیش کرنے سے ہم بھی دل وجان سے شکر اوس کا ادا کرتے ہیں۔ اور اون کے تقدس اور فضیلت کی داد دیتے ہیں۔ لیکن اگر اُن کے کسی مقلد کو صرف ایک تفسیر مجمع البیان کی روایت پر سیری نہ ہووے۔ اور وہ اُس کی تائید میں دوسری روایت کا طالب ہو۔ تو بسم اللہ! ہم دوسری سند اسی قول کی تائید میں ایک بڑے عالم فاضل شیعی کی پیش کرتے ہیں:۔

تیسرا ثبوت۔ ابن جمہور صاحب غوالی اللآلی جو اکابر امامیہ میں بہ علم وفضل مشہور ہے۔ روایت کرتا ہے

کر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ سبعین اسیرًا یوم بدر وفیہم العباس وعقیل بن ابی طالب فاستشار ابابکر فیہم فقال قومک واھلک واستبقھم لعل اللہ یتوب علیھم وخذ الفدیۃ لتقوی بھا اصحابک۔ فقال عمر کذبوک واخرجوک قدمھم واضرب اعناقھم فانھم ائمۃ الکفر ولا تاخذ منھم الفداء مکن علیًا من عقیل وحمزۃ من العباس ومکنی من فلان وفلان فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ یلین قلوب رجال حتی تکون الین من اللبن ویقسی قلوب رجال حتی تکون اشد من الحجارۃ فمثلک یا ابابکر مثل ابراھیم اذ قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم ومثلک یا عمر امثل نوح اذ قال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارًا ثم قال ان شئتم قتلتھم وان شئتم فادیتم ویستشھد منکم بعدتھم فقالوا بل ناخذ الفداء ما استشھد بعدتھم فاخذ کما قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس علّامہ کی تحریر کا جو بلفظہٖ نقل کیگئی۔ اصل مطلب تو وہی ہے۔ جو اوپر مجمع البیان سے منقول ہوا۔ مگر اس عالم نے اتنا اور زیادہ کر دیا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی باتوں کو سُنکر کہا۔ کہ کیا خدائیتعالےٰ کی شان ہے کہ بعضوں کے دلوں کو تو مثل شیر کے نرم کر دیتا ہے۔ اور بعضوں کے دلوں کو مثل پتھر کے سخت کر دیتا ہے۔ اور یہ کہکر حضرت رسول کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ نے فرمایا۔ اے ابوبکر تیری مثال حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی سی ہے کہ اونہوں نے خدائے تعالےٰ سے کہا کہ جو میری اطاعت کرتا ہے۔ وہ مجھ سے ہے۔ اور جو نافرمانی کرتا ہے۔ سو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اے عُمرؓ تیری مثال حضرت نوح علیہ السّلام کی سی ہے۔ کہ اونہوں نے خدائیتعالےٰ سے کہا کہ اے پروردگار! زمین میں کسی کافر کو نہ چھوڑ۔

پس اے حضرات مؤمنین! جنکو تمہارے مجتہدین منافق کہتے ہیں۔ وہ ایسے منافق تھے کہ اپنے باپ اور بھائیوں کو خدائیتعالےٰ کے پیچھے قتل کرنے پر مستعد تھے۔ اور قتل کرتے تھے۔ اور پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا ان کی تمثیل پیغمبروں سے دیتے تھے۔ شان ہے خدا کی۔ کہ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ منافق کچھ بھی شرم وحیا کا خیال نہ کریں۔ اور جنہوں نے کفر ونفاق کی جڑ عرب سے کھو دی ہے اونہی کو کافر اور منافق کہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا۔ اگر اس روایت پر بھی سیری نہ ہووے۔ اور فارسی خوان شیعی کسی فارسی تفسیر سے اس روایت کی تصدیق چاہیں۔ تو بفضلہٖ تعالےٰ وہ بھی حاضر ہے۔

چوتھا ثبوت۔ کنز العرفان سے شیعوں کے علامۂ رازی نے اپنی تفسیر میں اس مضمون کو ان لفظوں سے نقل کیا ہے۔ کہ (روایت است کہ در روز بدر ہفتاد تن اسیر گرفتہ بودند۔ از آں جملہ عباس وعقیل بودند۔ حضرت

پارہ ۱۵۔ سورہ کہف رکوع ۱ ترجمہ ۔ کیا بڑی بات ہے جو ان کے منہوں سے نکلتی ہے سب جھوٹ ہی جو کہتے ہیں ۱۲ موضح

وسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم در باب ایشاں با صحاب مشورہ فرمود۔ حضرت ابوبکرؓ گفت۔ کہ اکابر و اصاغر این قوم اقارب وعشائر تو اند۔ اگر ہر یک بقدر طاقت واستطاعت فدائی بدہند۔ باشد کہ روزے بہدایت برسند۔ وحالا عدد و مدد مسلمان زیادہ شود۔ عمرؓ گفت۔ یا رسول اللہ! ایشاں تکذیب کردند ترا۔ وبیروں کردند اینہا ائمۂ کفر اند۔ ہمہ را بفرما گردن زنند۔ وگیر از ایشاں فدیہ ما۔ عقیل را بہ علی سپار۔ وعباس را بحمزہ۔ وفلاں را بمن۔ تا گردن زنیم۔ آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرمود۔ کہ حق سبحانہٗ وتعالٰے دلہائے مردم را آگاہ ہست کہ نرم میسازد بمرتبۂ کہ نرم تر از شیر ست۔ و دیگر دلہاے باشد۔ کہ سخت تر از سنگ ہست مثل تو اے ابابکر! ہماں مثل ابراہیم است علیہ السلام۔ کہ گفت فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ومثل تو اے عمرؓ! ہمچو مثل نوح علیہ السلام ست وقتیکہ گفت۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا

غرضیکہ اے حضرات امامیہ! ذرا غفلت کی آنکھ کھولو۔ اور اپنے قبلہ وکعبہ کے حال پر رحم کرو۔ کہ جو کچھ اونہوں نے لکھا تھا۔ اُس سے اُلٹی فضیلت صحابہ کی ثابت ہوئی۔ اور ساری محنت اون کی خاک میں مل گئی۔ اصل یہ ہے کہ ذو الفقار کی تالیف کی نسبت خود حضرت لکھ چکے ہیں۔ کہ دس بیس روز کے عرصے میں تالیف کی تھی۔ اور عجلت بہت فرمائی تھی اسی سے یہ خرابی ہوئی۔ اگر سوچ سمجھ کر لکھتے۔ اور غور وتامل کو دخل دیتے۔ تو ایسی غلطی کبھی نہ فرماتے۔ اور فضیلت کی آیت معارضے میں ہرگز پیش نہ کرتے۔ خیر اب تو جو کچھ ہوا۔ سو ہوا۔ اب بجز اس کے کہ حضرات شیعہ افسوس کریں۔ اور دل میں شرمائیں۔ کیا ہوتا ہے۔ اے حضرات! اسی لئے ہم نے اوپر کہا ہے۔ اور پھر کہتے ہیں۔ کہ زرارہ اور ہشام کے اقوال ہی کی سند لایا کرو۔ ہلہ خدا کے واسطے قرآن مجید کیطرف توجہ نہ لاؤ۔ اور اوس کی آیتوں سے سند نہ لاؤ۔ اِس لئے کہ تم کو اوس کے مطلب اور معانی سے واقفیت نہیں۔ اور نہ ہی قرآن مجید کی آیات کے شانِ نزول سے کچھ آگاہی ہے۔ اور اُسکو قرآن محرّف اور بیاض عثمانی جانتے ہو اگر ہمیشہ دیکھا کرو۔ اور اوس کے نظم پر غور کرتے رہو۔ تو ایسا دھوکا نہ کھاؤ۔ ورنہ ایسے ہی مغالطے ہوں گے۔ اور جس امر کے اثبات میں کوئی آیت لاؤ گے۔ اوسی سے تردید اوس کی ہو گی۔ اس قرآن دانی پر شاہ صاحب مؤلف تحفہ کے جواب لکھنے کا قصد کیا۔ بلکہ اونکی طرف مقابل بننے پر اظہار عار وننگ فرمایا۔ اور اُستاد کا یہ شعر جسکو صوارم میں خود حضرت نے لکھا ہے بھول گئے۔ شعر

مشو ہم پنجہ با من گرچہ سحر سامری داری زبانم در سخن گفتن ید بیضا است میگوئیم

میں ابھی اس بحث کو ختم نہیں کرتا۔ اور ایک اور شبہے کو جو اکثر حضرات شیعہ کیا کرتے ہیں۔ بیان کرتا ہوں کہ بعضے حضرات کہا کرتے ہیں۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی نسبت جو ناصبی یہ تہمت کرتے ہیں۔ کہ وہ شیخین یا اور صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ وہ اونکی تہمت ہے۔ یہ امر کیونکر ممکن ہے۔ کہ پیغمبر خدا صاحب الوحی

والالہام علیہ التحیۃ والسّلام کسی سے مشورہ کریں۔ اور اس ابلہ فریبی کی تقریر کو سُنکر جُہلا گھبرا جاتے ہیں۔ اور کہنے لگتے ہیں کہ سچ تو ہے۔ کہ رسول مقبول صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم جن پر ہر معاملہ کے لئے وحی خدائیتعالےٰ بھیجدے اور جن سے سب باتیں جبریل علیہ السّلام کہہ جاویں۔ اور جن کی شان میں وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ہو۔ وہ حضرت ابوبکر یا حضرت عُمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما وغیرہما سے صلاح لیں۔ بیشک یہ بات عقل کے خلاف اور قیاس سے باہر ہے۔ اور ایسی تقریروں سے قرطاس وغیرہ کے مطاعن کو خوب رونق دیتے ہیں۔ اسلئے مَیں اُن حضرات سے کہتا ہوں۔ کہ وہ اس آیت پر غور کریں جس کو مجتہد صاحب نے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی بُرائی ظاہر کرنے کے لئے تحریر فرمایا ہے۔ اور پھر اُنکی تفسیروں کو دیکھو۔ اور پھر دیکھو کہ اون سے مشورہ کرنا صحابہ سے ثابت ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ اور اون مشورہ دینے والوں میں سب سے اوّل حضرت ابوبکر صدیق کا اور حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا نام ہے۔ یا نہیں۔ دیکھو۔ اور پھر دیکھو۔ اور خوب غور سے دیکھو۔ کہ مشورہ کرنا رسول کا اون سے اور صلاح دینا اون کا حضرت صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کو تُمہارے مفسّرین کے قول سے ثابت ہوتا ہے یا اس میں کچھ فرق ہے؟ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ سبحان اللہ! سبحان اللہ! شیعوں کو ایسے لوگوں کی نسبت منافق کا لفظ کہتے ہوئے کچھ خدائیتعالےٰ کا خوف۔ رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا لحاظ بھی ہوتا ہے۔ یا نہیں؟ اور قیامت کے مواخذے سے بھی ڈرتے ہیں۔ یا نہیں؟ جناب مجتہد صاحب نے ایسے صحابہ کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے منافق لکھنے میں یہ بھی خیال نہ کیا۔ کہ آخر ایک روز انتقال کرنا ہے۔ اور پیکِ اجل کو لبیک کہنا ہے۔ اور خدائیتعالےٰ کو جواب دینا ہے۔ جو کچھ ہم کتاب میں لکھتے ہیں۔ اِس کا خدائے تعالےٰ کو کیا جواب دینگے۔ اور رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو کیا منہ دکھائینگے؟ جو ہم اُن کے حواریین اور اصحاب کو جن سے وہ مشورہ لیتے تھے جنکو اپنا مصاحب بنائے ہوئے تھے۔ منافق کہتے ہیں۔ اگر یہ ڈر ہوتا۔ اور اس پر یقین رکھتے ہوتے۔ کہ قیامت کے دن جب نامۂ اعمال دئیے جائیں گے۔ اور ذو الفقار کی کُفریات پر ملائکہ عذاب اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ خدائے تعالےٰ کی طرف سے کہیں گے۔ اُسوقت کیا حال ہوگا؟ نہ اون کے مقلّدین بچا سکیں گے۔ نہ اون کا اجتہاد کام آئے گا۔ تو یہ تو یہ جان بوجھ کر یہ لوگ کُفریات بکتے ہیں۔ اور مراتبِ صحابہ پر یقین رکھ کر اسی سے انکار کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو مُسلمان کہکر وُہ لغویات منہ سے نکالتے ہیں۔ کہ جن کو سُن کر کفّار بھی الامان الامان! پکار اُٹھتے ہیں۔ حقیقت میں نہ یہ مبالغہ ہے۔ نہ تعصّب۔ صرف امرِ حق کا اظہار ہے۔ کہ جس طرح پر دینِ محمّدی کو اِس فرقے نے اور خوارج نے خراب کیا ہے۔ وُہ کسی دوسرے نے نہیں کیا۔ وُہ وُہ باتیں دین میں داخل کی ہیں کہ جنکو خدائتعالےٰ کسی مُسلمان کے کانوں تک نہ پہنچائے۔ اُنکے کُفریات اور ہزلیات اور لغویات پر شیطان بھی

رکوع ۷۔ ترجمہ پڑھ لے لکھا اپنا۔ تو ہی بس ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا ۱۲ موضح القرآن

حیران ہوگا۔ اور وہ بھی ع مسلمان نشنواد وکافر مبیناد * اُن کی شان میں کہتا ہوگا * اگر کوئی حضرات شیعہ نہایت ہی غور وخوض کو دخل دیں۔ اور قرآن مجید کی اس آیت شریف کو مکرر سہ کرر چشم بصیرت کو غور کی عینک لگاکر پڑھیں اور دو چار مجتہد صاحبان سُنکے بلکہ یہ فرماویں۔ کہ خاص آیت میں تو ذکر مشورہ کرنے کا نہیں ہے۔ اسلئے ہم اوسے نہیں مانتے۔ اور تفسیر میں جو تم نے بیان کیں۔ اونکو بھی ہم قبول نہیں کرتے۔ اگر مشورہ لینے کا حکم خدا کا ہوتا۔ تو اس آیت میں اوسکا ذکر ہوتا۔ توجواب اسکا یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کو ذرا اوّل سے آخر تک پڑھو۔ اور دیکھو۔ کہ خداتعالےٰ نے مشورہ کرنے کا ارشاد کیا ہے۔ یا نہیں۔ چنانچہ ہم اوسی آیت کو بیان کرتے ہیں :-

دلیل سوم

اللہ جل شانہ فرماتا ہے:- فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ترجمہ کہ بانسبت رحمت خدا کے تُو اون پر نرم ہوگیا ہے۔ اور اگر تُو سخت ہوتا۔ تو وُہ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔ پس عفو کر اون سے۔ اور استغفار کر اون کے لئے۔ اور مشورہ کر اون سے۔ اور جب کسی کام کرنے پر مستعد ہوجائے۔ تو خدا پر بھروسہ کر۔ کہ خدا بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے * خیال کرنے کی بات ہے۔ کہ جناب احدیت کس قدر عنایت سے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم پر رحم کرنے کا۔ اور اون کے زلات اور قصورات کو معاف کرنے کا۔ اور اون سے مشورہ لینے کا ارشاد فرماتا ہے۔ اور اس سے کیسی کچھ خداتعالےٰ کی مہربانی صحابہؓ کی نسبت ظاہر ہوتی ہے۔ پس اس سے زیادہ اصحاب رسول کی فضیلت کے لیئے کونسی دلیل و برہان چاہیئے۔ اور آیات خداتعالےٰ سے بڑھکر اور کس کی شہادت ہم پیش کریں * اب ہم اس آیت کی تفسیر کو جو علمائے شیعہ نے کی ہے۔ بیان کرتے ہیں :-

علامہ طوسی مجمع البیان میں فرماتے ہیں۔ کہ (فاعف عنهم ما بينك وبينهم واستغفر لهم بينهم وبيني وقيل معناه فاعف عنهم فرارهم باحد و استغفر لهم من ذلك الذنب۔ وشاورهم في الامر اى استخراج رأيهم واعلم ما عندهم واختلفوا في فائدة مشاورته اياهم مع استغناء ما يوحى عن تعرف صواب الرأى من العباد على اقوال احدها ان ذلك على وجه التطييب لنفوسهم والتألف لهم والرفع من اقدارهم لتبيين انهم ممن يوثق باقوالهم ويرجع الى ارائهم عن قتادة والربيع وابن اسحاق۔ وثانيها ان ذلك لتقتدى به امته في المشاورة ولم يروها نقيصة كما مدحوا بان امرهم شورى بينهم عن سفيان بن عيينة۔ وثالثها ان ذلك لامرين لاجلال اصحابه وليقتدى امته في ذلك عن الحسن والضحاك۔ ورابعها۔ ان ذلك

پارہ ۴۔ سورۂ آل عمران۔ رکوع ۱۷۔ ترجمہ ۔۔۔

لیمتحنھم بالمشاورۃ لیتمیز لناصحم من الناس۔ وخامسھا ان ذٰلک فی امور الدنیا ومکائد الحروب ولقاء العدو و فی مثل ذٰلک یجوز ان یستعین بارائھم عن ابی علی الجبائی۔ انتھٰی بلفظہٖ) یعنے خدا تعالےٰ کے اِس کہنے کا کہ معاف کر اون سے - یہ مطلب ہے - کہ جو کچھ تیرے اور اون کے بیچ میں ہے - اور اگر وہ اس میں چُوک جاویں - یا تیرا قصور کریں - تو تُو اونکو معاف کر ٭ اور استغفار کر اون کے لئے - اِسکا مطلب یہ ہے کہ جو معاملہ ہمارے اور اون کے بیچ میں ہے - اور اوس میں وہ چُوک جائیں - یا کوئی گناہ کریں - تو تُو اون کی معافی کے لئے ہم سے استغفار کر ٭ اور مشورہ کر اون سے - اِس کا یہ مطلب ہے - کہ اون کی رائے لے - اور دیکھ کہ وہ کیا کہتے ہیں ٭ اور پھر یہ فقیر بیان کرتا ہے - کہ مشورہ لینے کے فائدہ میں اختلاف ہے - کہ باوجود شیعی ہونے پیغمبر خدا کے بوجہ وحی کے دریافت راے صواب سے کسی بندے سے مشورہ لینے کا کیوں حکم ہُوا - اور اس بارے میں لوگوں نے بہت سے قول کہے ہیں :۔

اوّل قول یہ کہ یہ حکم اِسلئے ہے - تاکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کے دل خوش ہوں - اور اون کو محبت اور الفت پیدا ہو - اور اون کا مرتبہ بلند ہو - اور اون کی قدر ومنزلت ہو - کہ یہ بھی اون لوگوں سے ہیں جن کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے - اور جن سے رائے لی جاتی ہے اور یہ قول قتادہ - اور ربیع اور ابن اسحاق کا ہے ٭

دوسرا قول یہ ہے - کہ تاکہ اُمّتِ نبوی اِس کی اقتدا کریں - اور اس کو عیب نہ سمجھیں - جیسا کہ صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی تعریف میں کہا جاتا ہے - کہ وہ جو کام کرتے تھے - سو صلاح ومشورے سے کیا کرتے تھے - یہ قول سفیان بن عیینہ کا ہے ٭

تیسرا قول یہ ہے - کہ اِس سے دو فائدے منظور تھے - ایک صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنھم کی عزت - دُوسرے اُمّت کی اقتدا - اِس باب میں یہ قول حسن اور ضحاک کا ہے ٭

چوتھا قول یہ ہے - کہ اِمتحان ہو جاوے - کہ دوست کون ہے - اور دشمن کون ٭

پانچواں قول یہ ہے - کہ یہ مشورہ لینے کا حکم امورِ دنیا میں اور لڑائی کی باتوں میں ہے - اور ایسی باتوں میں اُن سے صلاح لینا جائز ہے - یہ قول ابی علی جبائی کا ہے - فقط اِس تفسیر سے چند فائدے حاصل ہوئے :۔

اوّل یہ کہ خدا تعالےٰ اپنے پیغمبر (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم) سے فرماتا ہے - کہ اگر یہ لوگ بمقتضائے بشریّت تیرا قصور کریں - تو تُو خود اونسے معاف کردے - اور اگر میرا گناہ اون سے ہو جاوے - تو تُو اون کے لئے مجھ سے اِستغفار کر - سبحان اللہ! کیا ہی مہربانی ہے خدائے تعالےٰ کی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنھم کے حال پر - کہ اون کی خطاؤں کو عفو کے لئے اپنے پیغمبر کو اون کے واسطے شفاعت کا حکم دیتا ہے - افسوس ہے شیعوں کے حال پر - کہ وہ ایسے ہی لوگوں کو کافر اور منافق کہتے ہیں - عیاذًا باللہ من ذٰلک ٭

دوسرا یہ کہ جنگ اُحد کے فرار کا عفو اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس پر بہت کچھ زبان درازی حضرات شیعہ کرتے ہیں +
تیسرا یہ ثابت ہوا۔ کہ صرف اون کے اظہار قدر و منزلت کے لئے خدائے تعالےٰ نے یہ حکم پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیا۔ کہ اون سے مشورہ کیا کر۔ اس تفسیر کی نسبت اگر بعض حضرات یہ فرمائیں۔ کہ قتادہ وغیرہ اہل سُنّت تھے جس سے صاحب مجمع البیان نے اِن اقوال کو نقل کیا ہے۔ بجواب اس کے ہم کہیں گے۔ کہ جو کچھ اقوال مختلفہ کے نقل کرنے سے پہلے مفسّر موصوف نے کہا ہے۔ وہ تو کسی سے نقل نہیں کیا۔ اور جن اقوال کو اوس نے نقل کیا ہے وہ فوائد اور وجوہ میں مشورہ لینے کے ہیں۔ اگر تم کسی قول کو منجملہ اون اقوال کے نہ مانو۔ تو ذرا بیان فرماؤ۔ کہ خود صاحب مجمع البیان کا کیا قول ہے۔ اور پھر شاوِرْہُم فِی الْاَمْر کے کیا معنی ہیں؟۔ اور اس حکم دینے کے کیا فائدے ہیں؟

دلیل چہارم

یہ سب مسلمان جانتے ہیں۔ کہ سب سے پہلے لڑائی بدر کی ہے۔ اور جو لوگ اس جنگ میں پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ تھے۔ اون کا بڑا رتبہ ہے۔ اِسلئے کہ اللہ جل شانہٗ نے فرشتوں کو مدد کے لئے بھیجا۔ اور آیاتِ قرآنی نازل فرماکر اپنے احسان کو ظاہر کیا۔ اسی واسطے تمام اصحاب نبوی میں وُہی لوگ بڑے رُتبے کے شمار ہوتے تھے جو کہ اِس جنگ میں شریک تھے۔ اَب ہم کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ اصحاب جنکو حضراتِ شیعہ کافر و منافق کہتے ہیں۔ وہ اِس لڑائی میں کس طرف تھے۔ پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف۔ یا کفّار کی طرف۔ اگر کوئی شیعہ یہ ثابت کردے کہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اُسوقت پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف نہ تھے۔ اور وُہ اس لڑائی میں شریک نہ تھے۔ تو ہم اون کے دعوے کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور اگر ہم ثابت کردیں۔ کہ وہ عین معرکہ میں موجود تھے۔ بلکہ خاص پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے۔ تو حضراتِ شیعہ کو چاہیئے۔ کہ وہ تشیّع سے فارغ خطی لکھدیں۔ اِسلئے میں لڑائی کے شروع ہونے اور عین لڑائی کے وقت کا حال حملۂ حیدری سے نقل کرتا ہوں کہ ایسا متعصّب کیا لکھتا ہے۔ لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے کا حال مؤلف موصوف اِس طرح لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سُنا کہ مشرکین قریش لڑائی کے واسطے آتے ہیں۔ تب اپنے اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے مشورہ کیا۔ تو اوسوقت سب سے اوّل حضرت ابوبکر صدیق۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے جواب دیا۔ اور جہاد پر آمادہ ہونے پر اپنی رغبت ظاہر کی۔ چنانچہ اشعار اوس کے یہ ہیں۔ **اشعار**

پس از این خبر سید المرسلین	یکے انجمن ساخت با اہلِ دین۔	بفرمود آنگاہ باصحاب خویش
کہ اَے حق پرستانِ پاکیزہ کیش	بدانید کز کعبہ اہلِ جفا۔	کمر بستہ بر کین و بد خواہ ما
رسیدند نزدیک آمد خبر	بیایند خود ہم بروزِ دگر	شما را کنون چیست تدبیر کار

وزاں پس عمر نیز قد کرد راست	بیا پا شیخ ابوبکر از جائے خاست	کہ دشمن رسید از پئے کار زار
کہ با دشمن دیں جہادے کنیم	قدم پیش بگذار وما راببیں	بگفتند یا سیدَ المرسلین
بگفت اے حبیب خدا اے عزیز	وزاں پس زجا خاست مقداد نیز	چہ ساں در پیت جاں فدا میکنیم
ازاں گشتہ خوشدل رسولِ خدا	بیاریم شمشیر بر دشمناں	بود تا بتن جان و در کف تواں
کہ از راز انصار یابد خبر	چنیں خواست پس بہترین بشر	بفرمود در حقِ ایشاں دعاء
زجا خاست ایں بار سعدِ معاذ	چہ گوئید اندر حقِ دشمناں	دگر بار فرمود کاے دوستاں
بدستِ تو روزیکہ دادیم ہست	کہ باجان و دل باہمیں عہد ہست	چنیں گفت از روئے صدق و نیاز
پیمبر بر ایشاں نمود آفریں	ہماں روز کردیم بر تو نثار	سر و مال و فرزند و خویش و تبار
	برآں صدق و ایمانِ انصارِ دیں	

پس اے حضراتِ امامیہ! ذرا منافقین کے ایمان اور جان نثاری کو خیال کرو۔ اور اون کے صدق اور اخلاص کو دیکھو۔ سمجھو۔ تو کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما ایسے منافق تھے۔ کہ سب سے پہلے جانبازی پر مستعد ہوئے۔ اور اول سب سے پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سب کے ساتھ ہوئے۔ اور اپنے اخلاص کو اپنے اعمالوں سے سب پر ظاہر کر دیا۔ اور خطاب افضل المہاجرین کا خدائیتعالےٰ کے حضور سے پایا۔ اے حضرات! پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو مدینے کے منافقین نے جو بعد شوکت اسلام کے ظاہر میں کلمہ گو ہو گئے تھے۔ ایسے ہی اخلاص کے جواب دیئے ہیں۔ اور وقت پر اسی طرح کا ساتھ دیا ہے۔ اور رسولِ مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن منافقوں کے حق میں اسی طرح دعا اور آفرین کی ہے +

مجتہد صاحب قبلہ اپنی ذوالفقار میں منجملہ اور آیات کے جو اثباتِ فضائل صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے معارضے میں پیش کی ہیں۔ ایک یہ آیت لکھتے ہیں:۔ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ٥ کہ جب کوئی سورت جہاد کی نازل ہوتی ہے۔ تو جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ وہ تجھے اے پیغمبر بری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اس آیت کو گویا وہ حق میں خلفاءِ ثلٰثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے صادق سمجھتے ہیں۔ آیہ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ کی نسبت فرماتے ہیں۔ کہ (پس شک نیست دریں کہ از صحابہ کسانیکہ ایمان

عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین۔ در ہیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۶۴۔ سطر ۱۲۔ ۱۲ منہ

پارہ ۲۶۔ سورہ محمد رکوع ۳
ترجمہ جب اتری ایک سورت جانچی ہوئی۔ اور ذکر ہوا اوس میں لڑائی کا۔ تو دیکھے جن کے دلوں میں روگ ہے۔ تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی بیہوشی پڑا مرتے وقت۔ سو خرابی ہے ان کی ۱۲ موضح القرآن

پارہ ۱۰۔ سورہ توبہ رکوع ۳

۳ ترجمہ جو یقین لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ تعالےٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے۔ اونکو بڑا درجہ ہے اللہ تعالےٰ کے پاس ۱۲ موضح القرآن ۵ عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدہیانہ سنہ ۱۲۸۱ ہجری صفحہ ۶۳۔ سطر ۱۹ و ۲۰ ۱۲ منہ

داشتند - وہجرت وجہاد بہ نیّتِ صحیح کردند - دلالت برفضیلتِ آنہا دارد - لیکن چوں ایمانِ غاصبینِ حقِ ولائت
وہجرتِ اینہا بہ نیّت درست بہ ثبوت نرسیدہ استدلال بدیں آیات برفضیلتِ ایشاں وجہے ندارد - لاسیّما
نظر بانکہ او سبحانہ وتعالےٰ مقارنِ ایں ہر دو صفت صفتِ جہاد را نیز مذکور نمودہ - وکیفیتِ جہادِ ایشاں در
جنگ اُحد وخیبر وحنین وغیرہا اظہر من الشمس است - پس ایشاں را ازیں آیہ بہرہ نخواہد بود - بلکہ ایشاں از مصداق
قولِ او سبحانہ تعالےٰ ومن یولّہم یومئذ دبرہ الخ حظّ وافر دارند) ؂ پس کوئی شخص حملہ حیدری کے ان اشعار کو
حضرت کی قبر پر پڑھ دے - کہ شاید اون کی رُوح کو خبر ہو جاوے - کہ اون کی ساری تقریر وتحریر اونہیں کے ایک
شاعر کے قول سے ردّ و باطل ہو گئی - بعد وفات بڑے قبلہ وکعبہ کے جب اون کے ولیعہد اور صاحبزادے
یعنی دوسرے قبلہ وکعبہ مولوی سید محمد صاحب نے حملہ حیدری کی اصلاح کی تھی - اور اوس کی تصحیح کر کے نظر ثانی
فرمائی تھی - تب امید تھی - کہ شاید وہ ان اشعار کو دیکھ کر متنبہ ہوں گے - اور اپنے والد ماجد کی تحریر پر خطِ نسخ
کھینچ دینگے - مگر افسوس ہے - کہ اونہوں نے بھی دیانت کی آنکھ بند کر لی - اور ذوالفقار کے اوپر ان اشعار کا حاشیہ
نہ لکھدیا - تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جاتا - کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما اوس جہاد میں جو کہ سب سے اوّل ہوا -
کس فریق میں تھے - منافقین کے - یا مخلصین کے - اور اونہوں نے رسول مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ
اقدس میں سب سے اوّل لڑائی پر آمادگی ظاہر کی تھی یا اور کسی نے - اور لڑائی کے وقت پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر تھے - یا نہیں ؂

باقی رہا حال لڑائی اُحد اور خیبر وغیرہ کا - کہ بار بار مجتہد صاحب کے قلم سے اُحد اور فدک اور قرطاس
کا لفظ نکلتا ہے - اور ہر ورق اور ہر صفحہ میں موقع بےموقع اسی کا نام آتا ہے - سو حضراتِ امامیہ! ذرا صبر کریں - دوسرا
حصّہ مطاعنِ صحابہ کے جواب کا چھپنے دیں - تب اس کی بھی حقیقت کھُل جائے گی - اور جو کچھ حضرت نے لکھا
ہے سو اسکا حال سب کو معلوم ہو جائے گا - مگر بالفعل ایک آیت کو لکھ کر اسکا جواب دیتا ہوں - کہ جنگ اُحد
میں جو صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے لغزش ہوئی - اوسکو خدا تعالےٰ قرآن مجید میں بیان فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ
تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا
اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ؕ پس اوسکو خدائے تعالےٰ نے خود صاف کر دیا - اللہ تعالےٰ کے عفو
کے اوسکا ذکر کرنا خدا تعالےٰ کی تکذیب کرنا ہے - کہ اس کو بھی مجتہد صاحب نے ظاہر کر دیا - اور خدائے تعالےٰ
کو جھٹلا دیا - نعوذ باللہ منہ - چنانچہ اسے ذوالفقار میں فرماتے ہیں - کہ (افرادِ صحابہ در روزِ اُحد متیقن وعفو ایشاں
بحیثیتے کہ مطلق ماوائے ایشاں درجہنم نباشد مشکوک والیقین لایزول الا بیقین مثلہ) اب ذرا غور سے حضرت
کے الفاظ کو جو ہم نے اوپر مختصراً نقل کئے - دیکھنا چاہئے - کہ خدائے جل شانہ تو صاف فرماتا ہے - کہ لقد عفا

اللہ عنہم - کہ میں نے اونکو معاف کردیا - اور حضرت فرماتے ہیں کہ عفو یقینی نہیں ہے - اب جو شخص خدا تعالےٰ کے قول کو بھی جھٹلاوے - اور اللہ عزّ شانہٗ کے کلام میں بھی شک کرے - اور اوسکو یقینی نہ سمجھے - کون ہے کہ پھر اوسکو با ایمان کہیگا - اور ایسے منکرِ آیاتِ قرآنی کو کون ہے - جو اوسکو دشمن خدا و رسول نہ سمجھے گا - عجب حال ہے اِن حضرات کا - کہ صرف اصحاب نبوی کی عداوت سے ایسے جاہل اور خدا ناشناس ہوگئے ہیں کہ ایسی صریح اور صاف آیاتِ الٰہی میں بھی شک کرتے ہیں - خیر اس وقت تو اس بحث کا موقع نہیں ہے - مطاعن کے باب میں ہم اس اعتراض کو تفصیل کے ساتھ بیان کرکے حضراتِ شیعہ کی خدمت میں پیش کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ +

اب میں پھر جنگِ بدر کا حال لکھتا ہوں - غرضیکہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے جو حال مہاجرین و انصار کا تھا - وہ تو ظاہر ہوگیا - اب میں عین لڑائی کے وقت کا حال اوسی کتاب سے نقل کرتا ہوں - اے مومنو! سنو - مؤلف موصوف لکھتا ہے کہ جب لڑائی کی صفیں آراستہ ہوگئیں - اور لڑائی قریب تھی - کہ شروع ہووے - تب پیغمبر خدا صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے بحضور کبریا دعا کی - اور جو کچھ حضرت صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دعائیں فرمایا - اوسکا حال ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے :-

جنگِ بدر کے حال میں حملۂ حیدری کے اشعار

پس آورد رُو سوئے یزدانِ پاک	بنالید و مالید رُو را بخاک	بگفت اے نمایندۂ عدل و داد
فرستندۂ انبیاء بر عباد	تو دانی کہ من رہنمائے قریش	بحکمِ تو بودم نہ برائے خویش
کشیدم بر ایشاں بحکمِ تو تیغ	مکن نصرتِ خویش از من دریغ	الٰہی گر ایں چند تن از عباد
کہ کردند حکمِ ترا انقیاد	بحکمِ تو بستند ہر کس میاں	نہ دیدند بیش و کم دشمناں
بمانند از فتح کوتاہ دست	بیابند از دستِ دشمن شکست	بروئے زمیں تا قیامت دگر
نہ گردد پرستندہ اے دادگر	بایں زاری و عجز رنجیدہ بود	کہ خواہش بفرمانِ حق در ربود
دراں دم صفِ خشم نزدیک شد	ز بس گردِ خورشید تاریک شد	ابوبکر نزدِ نبی داشت جائے
بگفت اے بحق خلق را رہنمائے	در آمد بہ تنگی سپاہِ ضلال	چہ فرمائی اکنوں برائے قتال

کہاں ہے انصاف کی آنکھ - اور ایمان کے کان - جو حضراتِ شیعہ اس مؤلف کے الفاظ کو دیکھیں - اور سُنیں اور اس کے مطلب کو سوچیں - کہ ساری نفاق کی باتیں اور کفر کے کلمے خاک میں مل گئے - اور ایمان بھی - اور اخلاص بھی - اور ہجرت بھی اور نصرت و یاری بھی سب کا مہاجرین و انصار کی نسبت ثبوت ہوگیا - اے مسلمانو!

خدائیتعالےٰ کے لئے دیکھو۔ کہ اب سے زیادہ اصحاب نبوی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی فضیلت کیا ہوگی۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اون کے حق میں خدائیتعالےٰ سے عرض کرتے ہیں۔ کہ خدایا ان چند آدمیوں نے صرف تیرے حکم سے جہاد پر مستعدی کی ہے۔ اگر ان کو شکست ہوئی۔ اور یہ مارے گئے۔ تو پھر قیامت تک کوئی تیری بندگی اور عبادت نہ کرے گا۔ پس اہلِ سُنت اور کیا کہتے ہیں۔ اِنہی باتوں پر اصحاب نبوی سے محبت رکھتے ہیں۔ اور ایسی ہی اون کی فضیلتیں بیان کرتے ہیں۔ جب پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اون کے حق میں یہ فرماویں۔ کہ یہی لوگ تیری عبادت پھیلانے و تیرا نام بلند کرنے کے ذریعے ہونگے۔ اگر یہ مارے گئے۔ تو دین کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اور قیامت تک کوئی تیرا نام نہ لیگا۔ تو کیونکر ہم اہلسنت اونکو مومن اور مخلص نہ جانیں۔ اور کس طرح صرف ایک عبد اللہ ابن سبا یہودی کے بہکانے سے ایسے پاک لوگوں کو منافق کہکر ایمان سے دست بردار ہوں۔ اور خدائیتعالےٰ کی قدرت کا تماشا کرنا چاہئے۔ کہ اِس مقام پر بھی اس مؤلف کے قلم سے خدائیتعالےٰ نے نام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لکھوا دیا۔ اور وُہ بھی ایسے موقع پر کہ جس سے قربتِ نبوی ثابت ہوتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے برابر ہی کھڑے تھے۔ جیسا کہ مؤلف موصوف فرماتا ہے کہ ع ابوبکر نزدِ نبی داشت جاے۔ اَے یارو! کیا مؤلف حملہ حیدری کا ناصبی اور سُنی ہے۔ کہ جس نے اپنے مذہب کی خاطر سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا نام لکھدیا۔ یا اون سے محبت تھی جس کی وجہ سے اُس نے اُن کے حق میں یہ کچھ کہدیا۔ آخر کیا سبب ہے؟ خدا کے لئے کچھ سبب تو اسکا بتلاؤ۔ بجز اِس کے بھائیو! دوسرا کوئی سبب نہیں ہے کہ قربت نبوی حضرت ابوبکر صدیق کو ایسی حاصل تھی کہ اِس سے انکار کرنا اور اونکا نام نہ لکھنا درحقیقت آفتاب کو چھپانا تھا۔ یا دِل بے بدل کو مجتہد صاحب کی سی جرأت نہ ہوئی کہ وُہ ایسی کُھلی ہوئی بات کو چھپاتا۔ اور جو بات تمام مہاجرین و انصار میں مشہور تھی۔ اور جس کا شہرہ اوسوقت سے اب تک ہے۔ اوس سے انکار کرتا۔ اے مومنین! ذرا غور کرو۔ کہ جو دُعاء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی نسبت کی ہے اور جو اونکا خدائیتعالےٰ کے سامنے اونہوں نے بیان کیا ہے۔ اِس سے بھی اونکا نفاق ثابت ہوتا ہے۔ کیا منافقوں کے حق میں پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی ارشاد کیا ہے۔ کیا منافقوں کے حق میں یہ پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر فتح نہ ہوگی۔ تو خدایا! تیری عبادت قیامت تک پھر کوئی نہ کرے گا۔ کیا باوجود ایسی نصِ صریح ہونے کے جسکا ثبوت تمہارے ہی مذہب والوں کے کلام سے ہوتا ہے۔ تم اون کو کافر اور منافق کہتے رہوگے۔ اور کیا ایسی باتوں کو سُنکر بھی نفاق سے توبہ نہ کروگے؟ اگر باوجود اس کے بھی تم اونکی نسبت نفاق کا اطلاق کرو۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری اصطلاح میں اخلاص اور ایمان اور قربت نبوی کے معنی نفاق کے ہیں۔ پس لامشاحۃ فی الاصطلاح۔ مجتہد صاحب بار بار اپنی کتاب ذوالفقار وغیرہ میں یہی فرماتے ہیں۔ کہ شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور اون کے متابعین

کی نیّت بخیر نہ تھی - اور جب تک نیّت بخیر ہونیکا حال نہ معلوم ہو - اثباتِ فضیلت کی مصداق سے اونکو کچھ حصہ نہیں ہے - اِسلئے میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں - کہ اگر خوارج لعنہم اللہ یہی سوال بہ نسبت جناب امیر علیہ السلام کے کریں - تو اے حضراتِ شیعہ تم کیا جواب دوگے؟ اگر قرآن مجید سے اونکا نام نکالدو - اور پھر ہم ابوبکر صدیق رضہ کا نام نہ نکال دیں - تو بیشک تم سچے ہم جھوٹے - جب قرآن مجید میں تو کسی کا نام ہی نہیں ہے - تو جس طرح تم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی فضیلت سے باوجود ان کے ان فضائل اور درجات کے انکار کرتے ہو - اوسی طرح پر وہ جناب امیر علیہ السلام کے فضائل سے باوجود اون کے عالی مراتب کے انکار کرتے ہیں - آپ ذرا غور کرو - کہ جب تم جناب امیر علیہ السلام کے فضائل کو اون کے اعمال اور حالات سے ثابت کروگے - اور اون کی صدقِ نیّت کو جو کہ امر باطن ہے - اونکے اعمالِ حسنہ ظاہری سے ظاہر کروگے - وُہی ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نسبت ثابت کرتے ہیں - پس ذرا غور سے دیکھو - کہ جس طرح پر تم آیۃ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ؀ سے امامت حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ثابت کرتے ہو - کیا اُس کے برابر بھی ہمارا ثبوت صدقِ نیّت کا ہجرت میں نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نہیں ہے آیۃ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ میں تو کوئی ایسی تمیز خاص کے باب میں نہیں ہے جیسے کہ آیۃ غار میں ہے - کہ وہاں اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ کا صاف لفظ ہے - جو دلالت کرتا ہے - کہ مراد اس سے وہی یار ہے - جو غار میں تھا - اور غار میں ہونا سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دوسرے کا کسی کے قول سے بھی ثابت نہیں ہوتا - پس غور کرو - کہ قرآن مجید سے تمہارا دعوےٰ ثابت ہوتا ہے - یا ہمارا - ذرا دونوں کو ملاکر دیکھو - اور انصاف کرو - کہ کون اپنے دعوے میں غالب ہے - اور کون ضعیف - شعر

آشانے سے شانے کو ملا دیکھ — قد میں ہمیں کچھ بلند ہونگے

قرآن مجید کو تو بالائے طاق رکھ دیجئے - اوسکو بیاضِ عثمانی سمجھ کر اوس کی سند نہ لو - تو اپنی اور اپنے بھائیوں خوارج کی کتابوں پر نظر کرو - دیکھیں - تم خوارج مخذلوں کی کتاب سے جناب امیر علیہ السلام کے کسقدر فضائل ثابت کرتے ہو - اور پھر اونکو گن کر علیحدہ کرو - اور پھر جسے شمار کرکے اوس سے تین حصہ زیادہ صحابہ کے فضائل میں اپنی کتابوں کی سند لو - آخر جب ایک فرقہ خوارج کا دشمنِ اہلِ بیت ہوگیا - اُس نے کیا کیا نہیں کیا ہے - جو کہ تم صحابہ رضہ کی نسبت کرتے ہو - وُہ بھی جناب امیر علیہ السلام کو ساری فضیلتوں کی آیتوں سے ویسا ہی خارج سمجھتے ہیں - ونعوذ باللہ من ہفواتہم - جیسا کہ تم خلفائے راشدین کو - وہ بھی ساری مطاعن کی آیتوں کو ذاتِ پاک سید الاولیاء کی نسبت صادق سمجھتے ہیں - جیسا کہ تم صحابہ کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی نسبت - وُہ بھی ساری خوبیوں سے جناب امیر علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کی اُسی طرح انکار کرتے ہیں جس طرح کہ

سلہ پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۸ ترجمہ تمہارا رفیق یہی اللہ ہے اور اوسکا رسول اور ایمان والے جو قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ نرمی کرتے ہیں ۱۲ موضح القرآن

سلہ پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۶ ترجمہ جب کہتا تھا اپنے رفیق کو ۱۲ موضح

تم اصحاب نبوی کی خوبیوں سے - وہ بھی ہزاروں اعتراض اور مطاعن جناب امیر علیہ السلام کی شان میں قائم کرتے ہیں - جیساکہ تم پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے یاروں کی شان میں - وہ بھی اُسی بُرائی سے اُن کے پاک نام کو لیتے ہیں - جیساکہ تم صحابۂ کرام کے ناموں کو - غرضیکہ ایک ترازو میں تم اپنے آپ کو اور خوارج کو تول لو - دونوں کا پلہ برابر ہے - نہ تم کم ہو نہ وہ زیادہ - نہ تم زیادہ ہو - نہ وہ کم ہیں +

پس ذرا انصاف کرو - کہ جب تم نے دشمنی صحابہ رضہ کو اپنے معتقدات اور اصول دین میں قائم کر لیا - تو تم اونکی فضیلت کا کیونکر اقرار کرو گے - لیکن خدا کی شان ہے - کہ اپنے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے یاروں کی فضیلت ظاہر کرنے کیلئے تمہارے ہی مذہب کے عالموں اور محدثوں کی زبان سے بعض کلمے فضیلت کے ظاہر کر دیئے - اور کیسی کیسی باتیں اونکی قدر و منزلت کی تمہارے مؤرخین کے قلم سے نکال دیں - کہ اگر وہ سب جمع کی جاویں - تو نام بنام خلفائے راشدین کی شان میں ہزار حدیث و اقوال سے متجاوز ہوں گے - اور جس سے اون کے ایمان اور اخلاص اور جہاد اور امامت اور خلافت سب کا ثبوت اچھی طرح پر ہوگا - چنانچہ بطور نمونہ کے میری اس چھوٹی سی کتاب میں سو حدیث و اقوال و اخبار سے زیادہ ہوں گے - اور جس میں باقرار تمہارے محدثین کے ائمہ علیہم السلام کی زبان سے اون کی صدیقیت اور امامت اور فضیلت کا ثبوت ہوتا ہے - پس ان سب کو جب تم سنتے ہو - تو کیا یہ خیال نہیں ہوتا - کہ باوجود اس بُغض و عناد کے جب ہمارے محدثین و علماء کے اقوال سے اون کے فضائل ثابت ہوتے ہیں - تو وہ حقیقت میں کیسے افضل ہوں گے - اگر حقیقت میں تم سوچ کر اور سمجھ کر رہ جاتے ہو - اور بمقتضائے اخترت النار علی العار کے ترک مذہب کو گوارا نہیں کرتے - تو خیر مجبوری ہے - اور اگر نہیں سمجھتے ہو - تو پھر ایسی سمجھ کا کیا علاج - خدا کی کتاب سے سمجھایا - مہاجرین و انصار کی شان میں آیات بینات کو کھول کر دکھایا - احادیث نبوی کو جو تمہاری ہی کتابوں میں ہیں - نقل کر کے اونکی فضیلت کو ثابت کیا - اور اقوال ائمہ کرام سے تمہارے ہی مذہب کے موافق اون کے ایمان اور مراتب کو ظاہر کیا - اور اون کے اعمال حسنہ کو بھی تمہارے ہی مؤرخین و علماء کی شہادت سے ثابت کر دیا - اور پھر جب تم کہو - تو یہی کہو - کہ نیت اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی بخیر نہ تھی - اور وہ منافق تھے - تو سوائے خدا تعالےٰ کے جسکی شان ہے - کہ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَيُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ ہم تم کو ہدایت نہیں کر سکتے - اور ہم کسی نسخہ سے تمہاری بیماری کی دوا نہیں دے سکتے - لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ شعر

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو!	اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

غرضیکہ جو آیۂ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ کو مجتہد صاحب نے معارضے میں پیش کیا تھا - اوس نے کس خوبی سے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے فضائل کو ثابت کیا - خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان میں باقرار علمائے

شیعہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کیا کچھ فرمایا۔ سبحان اللہ: صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے نقائص اور عیوب ثابت کرنے کیلئے جو سارے قرآن ڈھونڈ کر حضرت نے آیات نکالیں۔ اون سے بھی اون کی فضیلتیں ثابت ہوئیں۔ پس جو آیات خاص اون کی فضیلت میں ہیں۔ اون کا حال اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ کہ اُن سے کیا کچھ فضیلت اُن کی ثابت ہوئی ہوگی۔ جو کہ تین آیتوں سے جنکا ذکر مجتہد صاحب نے کیا تھا۔ بفضلہٖ فراغت ہوگئی۔ اب میں ایک اور چوتھی آیت کو نقل کرتا ہوں۔ جسکو مجتہد صاحب نے اظہار معائب صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے ذوالفقار میں نقل کیا ہے:۔

قولہ تعالیٰ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ اس آیت کے لکھنے سے غرض حضرت کی یہ ہے۔ کہ بعض لوگ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کی نسبت کچھ اور خیال کرتے تھے۔ اور حضرت کی تقسیم کو پسند نہ کرتے تھے۔ پس اس سے یہ مطلب حضرت کا ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ کہنے والے جن کے حق میں یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ وہ خلفاءِ راشدین یا اصحابِ کبار تھے۔ بلکہ خود مفسرین شیعہ کے اقرار سے اسی آیت سے اہلِ بدر کی جنکا حال ابھی ہم لکھ رہے ہیں فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ کاشانی خلاصۃ المنہج میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے۔ کہ (اگر نہ حکمے و فرمانے می بود۔ از خدائے تعالےٰ کہ پیشی گرفتہ شدہ اثبات آں در لوح محفوظ کہ بے نہی صریح عقوبت نہ فرماید۔ یا اصحاب بدر را عذاب نکند) پس اس آیت سے بھی صاف فضیلت اہلِ بدر کی ثابت ہوئی۔ کہ خدا تعالےٰ اون کے حق میں وعدہ کرچکا ہے۔ کہ اُن پر عذاب نہ کریگا۔ تو ایسی آیت کو معرضِ مناظرہ میں اس وقت مجتہد صاحب کو پیش کرنا چاہیے تھا جب کہ پہلے اوس کی تفسیر کو ملاحظہ کرلیا ہوتا۔ آخر اس کی تفسیر سے بھی فضیلت اہلِ بدر کی ثابت ہوئی۔ اصحابِ بدر کی فضیلت اور اونکی مغفرت کا وعدہ خدائے پاک کی طرف سے بہ اقرار مفسرین شیعہ کے ایسا ثابت ہے۔ کہ اُن کو اوس سے انکار کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے چنانچہ ہم اسکو تفاسیر شیعہ سے بخوبی علاوہ اِس روائیت کے ثابت کرتے ہیں:۔

واضح ہو۔ کہ آیہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ کی شانِ نزول میں مفسرین امامیہ کے لکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص تھا حاطب بن ابی بلتعہ صحابی۔ اُس نے کفارِ مکہ کو بنظرِ حفاظت اپنے خویش و اقارب کے یہ لکھ بھیجا۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمہارے اوپر حملہ کرنیکا قصد رکھتے ہیں۔ سو تم بھی مستعد رہنا چنانچہ پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو وحی سے اسکا حال معلوم ہوا۔ تب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ میں نے بوجہ ارتداد کے یہ نہیں کیا۔ بلکہ اپنے اہل و عیال کی اعانت کی نظر سے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکا عذر قبول کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ یا رسول اللہ! اجازت ہو۔ تو میں اسکو قتل کروں۔ کہ یہ منافق ہے۔ رسول مقبول

پارہ ۱۰ سورۃ انفال رکوع ۹ ترجمہ کسی نبی کو یہ نہیں چاہیے کہ اس کے ہاں قیدی آویں جب تک وہ خون ریزی نہ کرے ملک میں تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

پارہ ۲۸ سورۃ ممتحنہ رکوع ۱ ترجمہ اے ایمان والو نہ پکڑو [illegible]

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ نہیں۔ یہ اہل بدر سے ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے اون لوگوں کے لئے جو جنگ بدر میں شریک تھے مغفرت کا وعدہ کیا ہے۔ اور اُن کے حق میں فرمایا ہے کہ (اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ)۔ جو چاہو سو کرو بیشک میں نے تم کو بخشدیا۔ پس امید ہے کہ خدا تعالےٰ اُس کے نامۂ سیاہ کو مغفرت کے پانی سے دھو دے + یہہ خلاصہ ہے اُس تقریر کا جو مفسرین امامیہ نے کی ہے + چنانچہ میں بلفظہٖ خلاصۃ المنہج سے جو کہ معتبر تفاسیر شیعہ سے ہے۔ اوسکو نقل کرتا ہوں۔ تاکہ کسی شیعہ کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہووے۔ کہ شاید کچھ تحریف کردی ہوگی۔ وہو ہٰذہ:۔

(حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بطریق خفا عزیمت مکہ داشت۔ سارہ کنیز ابی عمرو الخ)

اور مطابق اسی روائیت کے مضمون مغفرت اہل بدر کا ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں کہ مفسر موصوف لکھتا ہے۔ کہ (وما یدریك یا عمر لعل اللہ اطلع علیٰ اہل بدر فغفر لهم فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم)

اس روائیت سے جو جواب علماء شیعہ دیتے ہیں۔ اُس کا حال سوال وجواب سے جو باہم منشی سبحان علی خانصاحب اور مولوی نور الدین کے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے۔ منشی سبحان علی خاں صاحب سوال کرتے ہیں۔ کہ (در تفسیر مذکور از ابتداء سورہ ممتحنہ در مطاوی بیان حال حاطب بن ابی بلتعہ مسطور ہست کہ جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بحق او فرمودند کہ او را بحالش بگذارند۔ واز اہل بدر است۔ و بدریان را حق تعالےٰ وعدۂ مغفرت فرمودہ امید ہست کہ نامۂ عصیان او را بآب مغفرت بشوید۔ انتہیٰ۔ خلاصۂ حال عرض من ہست کہ اصحاب ثلثہ ہم از بدریان ہستند۔ مے باید کہ ایشاں را ہم بحال ایشاں گذاشتہ شود۔ و لعن وطعن بحق ایشاں کردہ نشود) اس کی جواب میں مولوی صاحب نہایت درد دینی سے لکھتے ہیں + کہ (قصۂ حاطب برائے خلفاء ثلثہ بر اصول امامیہ قیاس مع الفارق است۔ زیرا کہ روایات جامعین اصول دلالت براں دارد۔ کہ اینہا ہرگز باعتقاد قلب سوئے جناب ختمی مآب مائل نبودند۔ تمامی امور ایشاں از صلاح وتقویٰ ہم در حیات شریف وہم بعد وفات مبنی بر سُمعہ وریا واینہا کلہم معتقد کاہنین ومنجمین بودند۔ بدلالت احادیث بخلاف حاطب کہ مثل اینہا نبود۔ الیٰ قولہ۔ پس عفو از حاطب مستلزم عفو از مشائخ سُنیاں نیست علاوہ گناہ حاطب را ملاحظہ فرمایند۔ کہ فقط افشائے امر سیت بے آنکہ فرمودہ باشد کہ ایں راز را ہرگز فاش نباید کرد۔ وہرگاہ دختران اوّل وثانی بعد منع سر حضرت را فاش کردند۔ و توبہ ایشاں مقبول افتاد چنانچہ از مجمع وغیرہ ظاہر است۔ پس عفو حاطب بطریق اولےٰ وآں ہم برائے آنکہ کفار قریش سر پرستی اہل وعیالش نمایند بخلاف حال کسانیکہ جناب ختمی مآب را بزہر کشتند۔ وچند معصوم را شہید کردند۔ و ہزاراں نسخ قرآن مجید را بآتش نہادند۔ وآنچہ باقی گذاشتند درآں ہم تحریف دادند) خلاصہ اس کا یہ ہے۔ کہ چونکہ خلفاء ثلثہ کا کوئی کام مکر وفریب اور نفاق سے خالی نہ تھا۔ اسلئے بسبب عدم ایمان اونکے وہ اُس فضیلت سے محروم ہیں جو کہ اہل بدر کو ہے۔ اور یہ کہنا حقیقت میں مثل اس کہنے کے ہے کہ حضرات شیخین بدر میں شریک ہی نہ تھے۔ یا بدر کی لڑائی فی نفسہٖ ہوئی نہ تھی۔ یا

شیخین دُنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئے۔ یا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلّم نے دعوئے پیغمبری ہی کا نہیں کیا۔ کہ ایسے مُنکرین کا کسی کو پاس
سوائے خدا تعالےٰ کے کچھ جواب نہیں ہے۔ اس عبارت اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم کی نسبت بعض بعض حضرات
شیعہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ امر بعید از قیاس ہے۔ کہ خدا کسی سے وعدہ کرے کہ جو چاہو کرو۔ ہم نے تم کو بخشدیا ہے۔
اور اون کیواسطے محرمات کو حلال کردے۔ اسکا جواب تحقیقی یہ ہے کہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ کہ خدا تعالیٰ
کو خوب خبر ہر شخص کی ہے۔ وہ موافق اپنے علم اور تقدیر کے ہر کام کرتا ہے۔ جب اوسکو اہلِ بدر پر اطمینان تھا تب اوس نے یہ
ارشاد فرمایا۔ اور جواب الزامی یہ ہے۔ کہ ذرا اپنے یہاں کی اون روایتوں کو دیکھیں جو مغفرت میں شیعوں کی ہیں۔ کہ
جن میں صاف لکھا ہے کہ پس دوستی علی کی کافی ہے۔ کسی گناہ کی بمقابلہ اس کے پرسش نہیں ہے۔ کہ اس کو ہم اس کے
مقام پر صدہا اقوال سے ثابت کرینگے۔ پس اسی طرح پر ذرا اصحاب بدر کے حال پر رحم کرو۔ کہ اگر خدا تعالےٰ نے
یہ خیال کہ اونہوں نے اپنے گھروں کو چھوڑا۔ اپنے وطن سے ہجرت کی۔ اپنے عزیز اقرباء سے علاقہ قطع کیا۔ اور اپنے مال
و دولت کو لُٹایا۔ اپنی جان اور مال کو خدا تعالےٰ کی راہ میں نثار کیا۔ اور پھر اپنے بھائی بندوں کے قتل پر مستعد ہوئے
اور اون کے مارنے میں بمقابلۂ محبت خدا کے کچھ بھی خوف نہ کیا۔ اور جن کے مرتبہ بڑھانے کو خدا تعالےٰ نے ملائکہ
کو اون کی مدد کے واسطے بھیجا۔ اور سب سے پہلے لڑائی اسلام کی اُنکے ہاتھوں سے فتح ہوئی۔ اور اوّل معرکے میں
اونکی ثابت قدمی اور جان نثاری خدا تعالےٰ نے سب پر ظاہر فرمادی۔ اور غلبہ اسلام کا اونکے ہاتھوں پر کیا۔ اور آئندہ کو
دروازہ فتوحات اور اجرائے اسلام کا اونکی تلواروں سے کھولدیا۔ اور یہ سب کچھ اون خدا تعالےٰ کے عاشقوں۔
اور رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے وفادار اور سچے یاروں نے اوس پاک ذات کی حضوری میں کیا جو خدا تعالےٰ کا محبوب تھا
اور جو سارے پیغمبروں کا سردار تھا جس کی شفاعت سے بڑے بڑے کبیرہ گُناہوں کو خدا تعالےٰ بخشدیگا۔ اور جس کی
سفارش سے اون لوگوں کو جنہوں نے سوائے اقرارِ توحید و نبوت کے کوئی بھی نیک کام نہ کیا ہوگا۔ اور جس کی
ساری عمر محرمات کے ارتکاب میں گُذر گئی ہوگی۔ بخشدیگا۔ پس جب ایسے سردار اور دین و دُنیا کے بادشاہ کیساتھ
ہوکر جو سپاہی اوّل لڑائی میں لڑے ہوں۔ اور ایسے خدا تعالےٰ کے محبوب اور ممتاز کے قدموں پر اپنی جانوں کے نثار کرنے
پر سب سے اوّل آمادہ ہوئے ہوں۔ اور نہ صرف منافقانہ مستعدی اور ظاہری آمادگی دکھلائی ہو۔ بلکہ جو کہا ہو۔ وہ ضرور
کر دکھلایا ہو۔ اور جن کے لڑنے پر پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نہایت عجز و منّت سے خدائے تعالےٰ سے دُعاء
کرتے ہوں۔ کہ ابھی ان بیچارے چند غریبوں محتاجوں نے صرف تیری ہی رضاء حاصل کرنے کے لئے اپنی جانوں کو
قربان کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ انکو فتح دیا یہی لوگ تیرا نام بلند کرنے کے ذریعے اور تیرا دین پھیلانے کا وسیلہ ہیں۔ اگر انکو
فتح نہ ہوئی۔ تو پھر قیامت تک تیری عبادت کوئی نہ کریگا۔ اور پھر خدا تعالےٰ نے اُنکے ہاتھ پر فتح بھی دی۔ اور اونہوں نے
باوجود بہت قلیل ہونے کے ایک فوج کی فوج کو کفار کی ہٹا دیا۔ اور بڑے بڑے نامی قریشی کافروں کو مثل ابوجہل وغیرہ

۴۷ پارہ ۸ سورہ انعام رکوع ۱۵ ترجمہ اللہ بہتر جانتا ہے جہاں بھیجے اپنے پیغام

۱۲

کے تہ تیغ کیا۔ اور اون دُشمنوں کو جنھوں نے نہائیت ایذا اور مصیبت سے پیغمبرِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کو مکّے سے
نکالا۔ اور جن مردودوں نے کمال دُکھ اور تکلیف سے خدائیتعالےٰ کے حبیب سے اوسکا گھر چھڑایا۔ اونکو خاکِ مذلّت
پر لٹایا۔ اور اون کے گوشت و پوست کو طعمۂ زاغ و زغن کا کر دیا۔ اور جن کے اِس غلبہ سے کافروں کے دِل دہل گئے اور
کلیجے پھٹ گئے۔ اور کفارِ قریش کے بدن کانپنے لگے۔ اور بڑے بڑے سلاطین میں اون کے ایمان اور شوکت کا
شہرہ ہوگیا۔ تو پھر اگر ایسی محنتوں اور کوششوں اور ایمان اور اخلاص کے صِلہ میں خدائیتعالےٰ نے جو نکتہ نواز ہے اور
جو اپنے رحم و کرم سے ایک عمل کے بدلے میں ستر اور سات سو حصّہ زیادہ ثواب دیتا ہے۔ اور جو صرف اپنے فضل
و کرم سے براہِ بندہ نوازی صرف زبان و دل سے بغیر کسی عمل کرنے کے توبہ قبول کرلیتا ہے۔ اور بموجب آیۂ کریمہ
یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ط کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ اُن پاک لوگوں سے وعدہ مغفرت
کا کرلیا۔ اور اونکی شان میں اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فرما دیا۔ تو کیا مقامِ تعجب اور حیرت کا ہے + کیا
اَے حضراتِ امامیہ تم خدائیتعالےٰ کو رحیم نہیں جانتے؟ کیا تم اللہ جل شانہٗ کو نکتہ نواز نہیں سمجھتے؟ کیا وہ اپنے بندوں پر
فضل نہیں کرتا؟ کیا وہ اون کے اعمال سے ہزاروں حصّہ زیادہ ثواب نہیں دیتا؟ تو جب تمام آدمیوں کے ساتھ
بلکہ گنہگاروں کے ساتھ۔ بلکہ کافروں کے ساتھ اوس کے رحم و کرم کا یہ حال ہو۔ کہ اگر گبر صد سالہ اور مشرک ہفتاد سالہ
جس نے اپنی ساری زندگی بُت پرستی اور کُفر میں ضائع کردی ہو۔ ایک دفعہ صدقِ دِل سے کلمۂ شہادت پڑھ لے۔
یعنی توحید و نبوّت کا اقرار کرلے۔ تو خدائیتعالےٰ اوسکے ایک لمحہ کے ایمان پر اوس کے ستّر برس کے کُفر اور شرک
کو بخشدیتا ہے۔ تو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کے یاروں اور اوسپر جان نثاروں کے حق میں بغیر دیکھے اُن
کے ایمان اور اخلاص اور ہجرت اور جہاد اور نصرت کے وعدۂ مغفرت کا کیا۔ تو تم کیا بعید از قیاس سمجھتے ہو؟
کیا تم نہیں جانتے۔ کہ اکثر اعمال بوجوہِ خاص زیادہ عزت اور عُمدہ صلہ کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دُنیا کے
حال پر خیال کرو۔ کہ اگر کوئی سپاہی کسی جمعدار کے ساتھ کسی چھوٹی لڑائی پر جاوے۔ اور فتح کرلے۔ تو اوسکی
کیا عزت ہوگی۔ اور وہی سپاہی خاص بادشاہ کے ساتھ کسی بھاری لڑائی میں جاوے۔ اور فتح ہووے۔ تو پھر
اوسکی کیا عزت ہوگی۔ اور اوسکو جمعدار کے ساتھ لڑنے میں کیا انعام ملیگا۔ اور بادشاہ کے ساتھ ہو کر لڑنے اور فتح ہونے
پر کیا تمغہ ملیگا۔ اگر تم دونوں میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور دونوں حالتوں کو برابر سمجھتے ہو۔ تو حقیقت میں تم لائقِ خطاب
ہی نہیں ہو۔ اور اگر دونوں کے رُتبوں میں تمیز کرتے ہو۔ تو پھر اس وعدے کو خدائی تمغہ جو صلہ میں ایسی بڑی بھاری
لڑائی کے جو سیّد الانبیاء سند الاصفیاء محبوبِ کبریا شاہِ ہر دو سرا صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کی معیّت میں ہو۔ کیوں
نہیں سمجھتے۔ دیکھو حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ قیامت کے دن اگر گنہگار ایسے دوزخ میں پڑے رہ جاوینگے جنکے
گناہوں کی کثرت اور شدت سے انبیاء بھی بلکہ سیّد الانبیاء بھی شفاعت نہ کرینگے۔ تو خدائیتعالےٰ اون کے حال پر خود

رحم کریگا - اور اونکو دوزخ سے نکالکر جنت میں بھیجدیگا - اور اونکی نور کی گردنوں میں نُور کی تختی پر نور سے لکھدے گا کہ هٰذا عُتَقَاءُ الرَّحْمٰنِ مِنَ النِّیْرَانِ - کہ یہ آزاد کیئے ہوئے ہیں خدا تعالٰے کے دوزخ سے جنکا نہ کوئی شفیع تھا اور نہ جنکا کوئی سفارشی - پس اگر خدا تعالٰے نے اون لوگوں کو جو کہ خاص اوسکے بندے تھے - اور جنہوں نے اپنے قصور کو ظاہر بھی کر دیا - اور اون کے نیک کاموں کا نتیجہ بھی ظاہر ہوگیا - اپنے فضل سے دُنیا میں نور کا تمغہ کہ اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ دیدیا - تو سوائے کُفّار اور فاسقین کے کون اسپر تعجب کر سکتا ہے - اور کس کو خدا تعالٰے کی ذات سے اس بخشش پر تعجب ہو سکتا ہے - ذرا اُن روایتوں کو چند صفحات کوٹ کر دیکھو - کہ پیغمبر خدا نے جب جہاد پر آمادگی ظاہر کی - اور مہاجرین و انصار سے پُوچھا - تو اونہوں نے کیا جواب دیا - اور پھر اون میں بھی سب سے اوّل کون بولا - سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ کے اور کون پہلے اُٹھا - اور کس نے پیغمبر خدا صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم مبارک چوم کر یہ عرض کیا - کہ یا حضرت! ہم تو اوّل ہی جان و مال اپنا آپ پر قُربان کر چکے - اور اپنے گھر بار کو آپ پر لُٹا چکے - بھائی بندوں کو چھوڑا - یار دوستوں کو چھوڑا - اب ایک جان باقی ہے - وہ بھی آپ پر نثار ہے - اور ایک جان کیا ہزاروں جانیں ایسی آپ پر قربان ہیں یا رسول اللہ!

قطعہ

ہیچ اہم از خدا بدعا صد ہزار جان	تا صد ہزار بار بمیرم برائے تو
من کیستم کہ بہر تو جاں را فدا کنم	اے صد ہزار جانِ مقدس فدائے تو

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت عُمر اور سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہما اُٹھے - اور انہوں نے بھی اپنی جاں نثاری کا شوق ایسا ہی بیان کیا - دیکھو تمہارے ہی مذہب کا مُورخ ان اصحاب کبار کے ولولے اور شوق اور عشق اور آمادگی کو کن لفظوں سے لکھتا ہے - وہ کہتا ہے کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سوال کیا - تب اشعار

بپاسخ ابوبکر از جائے خاست	وزاں پس عمر نیز زو کرد راست	بگفتند یا سید المرسلیں
قدم پیش بگذار و ما را ببیں	کہ با دشمن دیں جہاد کنیم	چہ ساں در رہت جاں فدائے کنیم
بود تا بہ تن جان و در کف تواں	بیاریم شمشیر بر دشمناں	زجا خاست ایں بار سعد معاذ
چنیں گفت از روئے صدق و نیاز	کہ با جان و دل با ہمیں عہد دست	بدست تو روزیکہ دادیم ہست

سر و مال و فرزند و خویش و تبار	ہماں روز کردیم بر تو نثار

پس جب اُن اہلِ بدر کے شوق اور محبت اور ایمان اور اخلاص کا یہ حال ہو - تو تم صرف ایک اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ پر تعجب کرتے ہو - اور اون وعدوں کو جو خدا تعالٰے نے اونکے واسطے جا بجا قرآن مجید میں کیئے ہیں کچھ خیال نہیں کرتے - اِس سے تو صرف مغفرت ثابت ہوتی ہے - ذرا قرآن مجید کھول کر دیکھو کہ مہاجرین و انصار کی شان میں خدا

تعالےٰ نے کیا کیا فرمایا ہے - دیکھو - رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُن کی شان میں فرمایا ہے - یا نہیں - اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ اون کے حق میں کہا ہے - یا نہیں - ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ اونکی نسبت قرآن مجید میں آیا ہے - یا نہیں - پس جو جو وعدے خدائیتعالےٰ نے اون سے کئے ہیں اُن سے تو سارا قرآنِ کریم بھرا ہوا ہے تم ایک ہی وعدے پر تعجب کر کے یقین نہیں کرتے - اور اونکی ساری خوبیوں سے چشم پوشی کر کے اون کے معائب تلاش کرتے ہو - اے یارو! ذرا انصاف کرو - اور خدا کے لئے اپنے یہاں کی حدیث اور سیر کی کتابوں کو دیکھو - کہ شیعیانِ کوفی نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ کیا کیا - اور اون کی کیسی قدر کی - اور کوفہ کے فضائل میں تمہارے یہاں کے محدثین کیا لکھتے ہیں - وہی شیعیانِ کوفی تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ساتھ چھوڑا - اور جنہوں نے ہمیشہ جناب امیر علیہ السلام کو رنجیدہ رکھا - وہی کوفی تھے جنہوں نے حضرت امام حسن علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا - جنہوں نے اون کے قدموں سے مصلےٰ تک نکال لیا - وہی کوفی تھے جنہوں نے اول حضرت مسلم کے ساتھ بیعت کی - اور پھر وقت پر سب کے سب چنپت ہو گئے - اور آخر بیچارے مسلم تنہا مع دو معصوم بچوں کے شہید ہو گئے تو وہی کوفی تھے - جنہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بلایا - اور بڑے ذوق و شوق کے خط لکھے - چنانچہ بارہ ہزار خط شیعوں نے امام علیہ السلام کو بھیجے - اور جن کے سرنامہ پر یہی تھا کہ یہ خط علی اور تمہارے شیعوں کی طرف سے ہے - اور پھر اون خطوں میں کیسا اپنا شوق بیان کیا - کہ کچھ بیان نہیں ہوتا پس جب اس تمنا سے بلاویں - اور نہایت ہی اپنی آرزو ظاہر کریں - کہ یا ابن رسول اللہ! آپ جلد تشریف لائیے - اور اس خطہ کو رونق دیجئے - زمین کوفہ کی ہمہ تن چشم انتظار ہو رہی ہے - در و دیوار سے آواز خیر مقدم کی آ رہی ہے - ہر شخص کی زبان پر لبیک لبیک کی صدا ہے ہر آدمی جمالِ باکمال کے انتظار میں محو ہو رہا ہے - ذرا جلد تشریف لائیے - ہم سب جاں نثاری کو حاضر ہیں پھر دیکھئے ہم کیا کرتے ہیں - اشعار

سپاہی چو آشفتہ پیلان مست چو با تیغ آہنگِ خوں آورند	ہمہ نیزہ و گرز و خنجر بدست ز سنگ آب و آتش بروں آورند	ز تو رایتِ فتح افراختن چو تیر از کماں در کمیں آورند	ز ما لشکرِ بیکراں ساختن سر آسماں بر زمیں آورند

اور جب حضرت امام جاویں تو ایک بھی ساتھ نہ دے - اور غدر و فریب کر کے یکہ و تنہا امام کو شہید کریں - اور تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کریں جس کے حال پر آسمان و زمین کو قیامت تک رقت ہے - اور باوجود اس کے کوفہ کی وہ عزت بڑھ کر بیان کی جاوے - کہ مکے و مدینے کو بھی وہ عزت نہیں ہے - چنانچہ ملا باقر مجلسی تحفۃ الزائرین میں لکھتے ہیں - کہ (در حدیث معتبر دیگر از حضرت امام جعفر صادق منقول است کہ حق تعالےٰ عرض کرد ولایت ما را بر اہل ہر شہر پس قبول نہ کردند مگر اہل کوفہ انتہیٰ) کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں - کہ خدا تعالےٰ نے اپنی دوستی کو سارے شہروں پر عرض کیا - مگر کسی شہر کے رہنے والوں نے ہماری محبت کو قبول نہ کیا سوائے کوفہ کے رہنے والوں کے اس سے صاف ثابت ہوا ہے کہ جو

۹۱ پارہ ۱۱ سورہ توبہ سرکوع ۱۳ ترجمہ اللہ راضی ہوا اون سے اور وہ راضی ہوئے اس سے ۱۲

۹۲ پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۳ ترجمہ تیار کر رکھے ہیں واسطے اونکے باغ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں

۹۳ پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۳ ترجمہ یہی ہے بڑی کامیابی ۱۲ منہ غفرلہ

رُتبہ خدا تعالیٰ نے کوفہ کو دیا ہے اور اُس کے رہنے والوں کو وہ نہ مکہ کو ہے۔ نہ مدینہ کو۔ بلکہ ایک حدیث میں امام زین العابدین کی طرف سے مُلّا باقر مجلسی نے صاف لکھدیا ہے کہ امام زین العابدین فرماتے ہیں۔ کہ (یقدرِ جائے پا در کوفہ نزدِ من بہتر است از خانہ کہ در مدینہ داشتہ باشم) کہ ایک قدم رکھنے کی جگہ کوفہ کی میرے نزدیک اوس گھر سے بہتر ہے جو مدینہ میں ہو اور یہ کوئی شبہ نہ کرے۔ کہ کوفہ کے رہنے والے شیعہ نہ تھے۔ اسلئے کہ بمقتضائے الحدیث بعضہا یفسر بعضا۔ خود مُلّا باقر مجلسی مجالس المؤمنین میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ ذرا اوسکو سُنیئے۔ عبد اللہ بن ولید سے روایت ہے۔ کہ (گفت در زمان بنی مروان بخدمت امام جعفر صادق علیہ السلام رفتم۔ آنحضرت از من و رفیقان من پُرسیدند کہ شما چہ کسانید۔ گفتم۔ از اہل کوفہ ایم۔ آنحضرت فرمودند۔ در ہیچ یک از بلاد اینقدر دوست نداریم۔ کہ در کوفہ بعد ازاں فرمودند کہ ایتہا العصابۃ ان اللہ ہداکم لامر جہلہ الناس واحببتمونا والبغضنا الناس وبایعتمونا وخالفنا الناس و وافقتمونا وکذبنا الناس وصدقتمونا فاحیاکم اللہ محیانا واماتکم مماتنا) اور اس حدیث کو کہیں کہیں مُلّا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت بہ اقامت دلیل ندارد۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ عبد اللہ ابن ولید روایت کرتا ہے۔ کہ میں ایک روز مروانیوں کی سلطنت کے زمانہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے پوچھا۔ کہ تم کہاں رہتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ کوفہ میں۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ کسی شہر میں ہمارے اتنے دوست نہیں ہیں۔ جتنے کہ کوفہ میں۔ اور پھر فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ نے تم کوفیوں کو اُس بات کی ہدایت کی جس سے اور سارے لوگ جاہل رہے۔ تم کوفیوں نے ہم سے محبت کی۔ اور سب نے ہمارے ساتھ دشمنی رکھی۔ تم کوفیوں نے ہماری بیعت کی۔ اور سب نے مخالفت۔ تم کوفیوں نے ہمارا ساتھ دیا۔ اور سب نے ہم کو جھٹلایا۔ تم کوفیوں نے ہماری تصدیق کی ہے۔ خدا تم کو ہماری زندگی پر جیتا رکھے۔ اور ہماری ہی موت پر تمہاری بھی موت ہو۔ پس اے مؤمنین! اب دبیر اور انیس کے مرثیئے جلاؤ۔ اور کتاب خوانی موقوف کرو۔ اسلیئے کہ جن کوفیوں کی تم شکایت کرتے ہو۔ اور جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا۔ وہ خاص اس کوفہ کے تھے جہاں کے رہنے والے امام کی جان و جگر تھے۔ اور جس کا رُتبہ کتنے مدینے سے بھی زیادہ امام کے نزدیک تھا۔ اور جس کے رہنے والونکی موت اور زندگی امام کی سی تھی۔ پس وہ کوفہ جس کو ایسی عزت ہو۔ اور وہ کوفی جن کی یہ قدر و منزلت ہو۔ مذمت کے لائق نہیں ہیں۔ اون کی شان میں قصیدے مدح کے کہو۔ اور اون پر رحمت بھیجو۔ اسلیئے کہ کوفہ معیار تشیع ہے۔ کوفی ہونا دلیل شیعہ ہونے کی ہے۔ چنانچہ مُلّا باقر مجلسی تمہاری مجالس المؤمنین میں فرماتے ہیں۔ کہ (کوفی بودن شخصے دلیلِ تشیع است۔ اگرچہ ابو حنیفہ کوفی باشد) پس اے حضراتِ شیعہ جن کوفیوں کے حالات آجکل تمہارے چھوٹے چھوٹے بچے بھی جانتے ہیں۔ اور جاہل لڑکے بھی اون کے حق میں الکوفی لایوفی پڑھتے ہیں۔ اور جن کے حالات مکر و غدر اور بیوفائی کے محرم میں علی رؤس المنابر تمہارے چھوٹے بڑے سب بیان کرتے ہیں۔ اور جنکا امام علیہ السلام کو تشنہ کام

شہید کرنا ہر آدمی پر ظاہر ہے۔ اور مضمون اس شعر کا :۔ **شعر**

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں   خوش داشتند حرمتِ مہمانِ کربلا

سب پر روشن ہے۔ اونکی شان میں ائمۂ کرام کی ایسی تعریفیں تمہارے محدثین نقل کریں۔ اور اوسکو امام کی طرف نسبت دیں۔ اور امام کی زبان سے اونکے حق میں یہ کلمہ کہ تم کو خدا تعالےٰ ہماری سی زندگی اور ہماری سی موت دے۔ نقل کریں۔ اور کوفہ کی ایک مشتِ خاک کو مدینہ منورہ کی زمین سے بھی زیادہ امام کے نزدیک محبوب ہونا بیان کریں۔ اور کوفیوں کو محبوب اور دوست ائمہ کا کہیں۔ اور بسبب دوستی ائمہ کے اونکو جنتی اور بہشتی جانیں۔ اور پھر لغویات اور ہذیانات کو سنکر تمہارے ایمان کی رگ کو ذرا بھی جنبش نہ ہو۔ اور تمہارے پاک دلوں کو کچھ بھی وسوسہ پیدا نہ ہو۔ بلکہ ان کوفیوں کی حرکتوں کی ہر سال خود نقلیں کرکے مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۔ کا مضمون ادا کرو۔ اور اون قصص و حکایاتِ اباطیل کو بیان کرکے کبھی تشیع سے نفرت نہ کرو۔ اور اپنے مجتہدین اور محدثین کی نسبت ان روایاتِ کاذبہ اور اقوالِ مہملہ کے نقل کرنے پر کچھ غیرتِ ایمانی کا جوش نہ دکھلاؤ۔ بلکہ سب کو غلط ہو۔ یا صحیح۔ جھوٹ ہو یا سچ۔ آمنا و صدقنا کہکر تصدیق کرو۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے یاروں اور پیغمبر کے حواریوں کا نام آوے۔ اور بدریوں کی نسبت وعدۂ مغفرت کا کسی بیچارے سُنّی کی زبان سے سنو۔ تو بس سُنتے ہی سارے بدن کا خون جوش کرنے لگے۔ اور تمام جسم تعصب کی آگ سے پھکنے لگے۔ تشیع کا وہ جوش ہو۔ کہ رگ رگ مارے غصہ کے پھول جاوے۔ عداوت کا وہ غلیان ہو۔ کہ سودا صفرا سب ایک ہو جاوے۔ اوسوقت سارے شیطانی وسوسے دل میں پیدا ہو جاویں۔ لفظ لفظ پر گرفت بات بات پر شبہہ کرنے لگو۔ سبحان اللہ! اپنے کوفیوں کے برابر بھی بدریوں کا رتبہ نہیں سمجھتے۔ اور اونکے حق میں جن باتوں اور جن قولوں کو صادق سمجھتے تھے۔ اونکو پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے یاروں کے حق میں غیر صادق کہتے ہو۔ یہ کون ایمان ہے۔ کہ نام تو لو رسول کا اور کلمہ پڑھو عبد اللہ بن سبا کا۔ ایمان تو تم کو نصیب ہو بطفیل خلفاء کے جہاد کے۔ اور شکر ادا کرو اوس یہودی ملعون کا۔ اور پھر پاک صاف بنکر سنیوں کے سامنے ہو کر مباحثہ کا قصد کرو۔ اور خدا تعالےٰ کی آیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حدیثوں اور ائمہ کے قولوں کو چند مفتری مکاروں کے مقابلے میں جھٹلاؤ۔ بھائیو! یہ کیسا دین اور ایمان ہے۔ یا تو مسلمانی کو چھوڑو۔ پاک صاف یہودی بنجاؤ۔ یا اگر مسلمان ہو۔ تو مسلمانوں کے سے عقیدے رکھو۔ اس خرافات و واہیات مذہب پر جس کی بنا سراسر جھوٹ اور فریب پر ہے۔ تبرا بھیجو اوس کے بانیوں پر لعنت کرو۔ ورنہ ایسے وہ لفظ ہیں چھوٹا جھوٹا کاذب چھوٹے چھوٹے منہ سے ایسا بڑا دعوے ایمان کا اچھا معلوم نہیں دیتا۔ مسلمان ہونا۔ اور پھر رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے یاروں کو برا سمجھنا عجب ایمان ہے۔ کہ وہ لفظ ہی لفظ ہے جس کے کچھ معنی نہیں۔ اور پوست ہی پوست ہے جس میں کچھ مغز نہیں۔ سچ کہا

ہے جس نے کہا ہے۔ **شعر**

وجد و منع بادہ اے زاہد چہ کافر نعمتے ست ۔۔۔ دشمن مے بودن و ہمرنگِ مستاں زیستن

غرضیکہ جو فضیلت خدائے تعالےٰ نے اہلِ بدر کو دی۔ اور جس کا ثبوت قرآنِ مجید سے ہوتا ہے۔ اور جس کا اقرار مفسرینِ شیعہ بھی کرتے ہیں۔ اور جن کے اعمال بھی اوس پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ کسی قدر ہم لکھ چکے۔ اب بمقابل اوس کے ایک قول مجتہد صاحب ثانی کا جو مقالہ تالفین میں اپنی کتاب کے لکھا ہے۔ اور جس کا جواب ازالۃ الغین ہے۔ نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو۔ کہ حضراتِ شیعہ کے نزدیک اونکا درجہ کیسا ہے۔ مجتہد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ (دعوئے نفاق ایشاں۔ و غدر اہلِ بدر و رضوان علی مدعائے ماست لہم یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ) سبحان اللہ! کیا دین و ایمان ہے۔ کہ کوئی تو اہلِ وفا ہوں۔ اور اصحابِ بدر رضی اللہ تعالےٰ عنہم اہلِ غدر ہوں۔ خدا اس قوم سے سمجھے اور انکے کفریات کا بدلہ دے۔ نعوذ باللہ من ہفواتہم! مجتہد صاحب قبلہ ذوالفقار میں آیاتِ فضیلتِ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے معارضے میں ایک اور آیت لکھتے ہیں یعنی اِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۚ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۚ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۚ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ۔ مگر اس میں بھی مجتہد صاحب نے مغالطہ دیا۔ اور تحریف کو کام فرمایا۔ اور اخیر کی آیتوں کو چھوڑ کر بیچ میں سے ایک دو آیتیں لکھدیں۔ اب میں اونکو لکھکر اوس کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ یہ آیت جو مجتہد صاحب نے معارضہ میں فضیلت کے پیش کی ہے۔ یہ سورۂ منافقون کی شان میں خدا تعالےٰ نے نازل کی ہے۔ اور شروع اوسکا یہ ہے۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ۞ وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ

بات کہیں سنے تو انکی بات۔ کیسے ہیں جیسے لکڑی لگادی دیوار سے۔ جو کوئی چیخے جانیں ہم ہی پر بلا آئی۔ وہی ہیں دشمن ان سے بچا رہ۔ گردن مارے ان کی اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ۱۲ موضح القرآن۔ سلہ پارہ ۲۸۔ سورہ منافقون۔ رکوع اول ترجمہ۔ جب تو آئے تیرے پاس منافق کہیں۔ ہم قائل ہیں۔ تو رسول ہے اللہ کا۔ اور اللہ جانتا ہے کہ تو رسول ہے اس کا۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔ رکھی ہیں اپنی قسمیں ڈھال بناکر۔ پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے۔ یہ لوگ برے کام ہیں جو کر رہے ہیں۔ یہ اسپر کہ وہ ایمان لائے۔ پھر منکر ہو گئے۔ پھر مہر ہو گئی اون کے دلوں پر۔ سو اب وہ نہیں بوجھتے۔ اور جب تو دیکھے اون کو خوش لگے تجھ کو اون کے ڈیل۔ اور اگر بات کہیں۔ سنے تو اونکی بات۔ کیسے ہیں جیسے لکڑی لگادی دیوار سے۔ جو کوئی چیخے جانیں ہم ہی پر بلا آئی۔

سلہ پارہ اول سورہ بقر رکوع ۲ ترجمہ دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے اور دغا نہیں دیتے مگر آپ کو اور نہیں بوجھتے۔ سلہ پارہ ۲۸ سورہ منافقون رکوع اول ترجمہ جب تو دیکھے اون کو خوش لگے تجھ کو اون کے ڈیل اور اگر

عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ان مذکورہ بالا آیتوں کے نقل ہی کر دینے پر جواب مجتہد صاحب کا ہو گیا۔ اور جو مغالطہ اور دھوکا حضرت نے دیا تھا۔ وہ کھل گیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ یہ آیتیں منافقوں کی نسبت ہیں۔ مگر حضرات شیعہ سے کب امید ہے۔ کہ وہ صرف الفاظ قرآن مجید اور اوس کے معنی پر قناعت کریں۔ ضرور ہے کہ وہ اس پر بھی ساکت نہ ہوں گے۔ اسلیئے ہم اونہی کی تفسیر سے شان نزول اس کے بیان کرتے ہیں:۔

واضح ہو۔ کہ تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں جو کہ استاد ابو جعفر کلینی کے تھے۔ سورۂ منافقون کے نزول کا سبب اس طور پر لکھا ہے۔ کہ ۵ھ ہجری میں جبکہ غزوہ بنی مصطلق پر پیغمبر خدا صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم تشریف لیگئے جب وہاں سے لوٹے۔ تو راہ میں ایک کنوئیں پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالے عنہ کے اجیرہ دار نے جس کا نام جہجاہ تھا۔ انس بن سیار کو جو کہ انصار کا منہ بولا بھائی تھا۔ مارا۔ عبد اللہ بن ابی کو جو کہ مدینہ کا رہنے والا تھا۔ یہ خبر ہوئی۔ اوسکو ناگوار ہوا۔ اور اپنے لوگوں یعنی مدینہ والوں سے کہا۔ کہ اسی لئے میں قریشیوں کا آنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ سب تمہارے کام ہیں۔ کہ تم نے ان کے رہنے کو اپنے گھروں میں اُتارا۔ اور اپنے مالوں کو اونپر خرچ کیا۔ اور جانوں کو اون کے پیچھے تلف کیا۔ اور اپنی جورؤوں کو بیوہ اور اپنے بچوں کو یتیم اونکی خاطر سے کیا۔ تب یہ ذلت ہوئی اگر تم اون کو نکال دیتے۔ تو وہ دوسروں کے اوپر جا پڑتے۔ اور یہ کہکر یہ کہا کہ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ

ف۱ وُہی ہیں دُشمن اون سے بچتے رہو۔ گردن مارے اون کی اللہ۔ کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔ اور جب کہیئے اونکو آؤ معاف کروادے تم کو رسول اللہ کا۔ تو مٹکاتے ہیں اپنے سروں کو۔ اور تو اُن کو دیکھے کہ رُکتے ہیں اور غرور کرتے ہیں۔ اور برابر ہے اونپر تو معافی چاہے اونکی۔ یا نہ چاہے۔ ہرگز نہ معاف کریگا اونکو اللہ۔ بیشک اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو اونپر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے۔ جب تک کہ کھنڈ جاویں۔ اور اللہ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے۔ لیکن منافق نہیں بوجھتے۔ کہتے ہیں البتہ اگر پھر گئے ہم مدینہ کو۔ تو نکال دیگا جس کا زور ہے بیقدر لوگوں کو۔ اور سارا زور اللہ کا ہے۔ اور اوس کے رسول کا۔ اور ایمان والوں کا لیکن منافق نہیں سمجھتے ۱۲ منہ

الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ - اوس قوم میں ایک لڑکا موجود تھا جس کا نام تھا زید بن ارقم - اوس نے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ خبر کہدی - حضرت علیہ التحیۃ والثناء کو اس بات کے سُننے سے بڑا رنج ہوا - اور انہوں نے کوچ کی تیاری کی - کہ سعد بن عبادہ دوڑے آئے - اور کہا - کہ یا رسولَ اللہ! یہ وقت تو آپ کے کوچ کرنے کا نہیں ہے - آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا - کہ تم نے اپنے صاحب کی باتیں سُنیں - اونہوں نے جواب دیا - کہ یا رسولَ اللہ! ہمارا صاحب تو سوائے آپ کے دوسرا کوئی نہیں ہے - تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا - کہ عبداللہ بن اُبی گمان کرتا ہے - کہ اگر مدینہ کو لوٹے - تو عزت والے ذلیلوں کو نکال دینگے - تب سعد بن عبادہ نے جواب دیا - کہ یا حضرت! آپ اور آپ کے اصحاب عزت والے ہیں - اور عبداللہ بن اُبی اور اوس کے اصحاب سب اہلِ ذلت ہیں - غرضیکہ یہ سُنکر خزرج جو ایک قبیلہ مدینہ والوں کا ہے - عبداللہ بن اُبی پر لعنت ملامت کرنے لگے - اوس نے حلف کیا - کہ مَیں نے تو کچھ نہیں کہا - تو لوگوں نے کہا - کہ اچھا چل کر پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے عذر کر - اوس نے اپنی گردن جھکائی - تب دوسرے دن صبح کو وہ پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے آیا - اور حلف کیا - کہ مَیں نے کچھ نہیں کہا - اور کہا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ - اور عذر کیا کہ زید نے میرے اوپر جھوٹی تہمت کی تھی - پھر لوگ زید پر ملامت کرنے لگے - آخر خدا تعالےٰ نے یہ سورۃ منافقون نازل کی - اور پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ سورت اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو جمع کر کے سنائی +

غرضیکہ یہ قول ایک بڑے مفسّر سے ثابت ہوا - کہ یہ سورت عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق کے شان میں نازل ہوئی - اور جناب قبلہ وکعبہ نے نہ معنی سمجھے - نہ شانِ نزول پر خیال فرمایا - نہ اپنی تفسیروں کو دیکھا - نادیدہ و دانستہ کچھ آیتیں اوپر کی اڑا دیں - اور کچھ نیچے کی بیچ کی دو آیات لکھکر اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی فضیلت کے معارضے میں پیش کیں - اگر ایسا ہی معارضہ کرنا تھا - تو جو آیات قرآن مجید میں بنی اسرائیل اور فرعون اور نمرود وشداد کی شان میں ہیں - اون سب کو آیات فضیلت صحابہ رضوان علیہم اجمعین کے معارضہ میں لکھدیتے - تاکہ کتاب کا حجم بھی بڑھ جاتا - اور حضرت کی قرآن دانی کا بھی لوگ اِقرار کرنے لگتے - غرضیکہ جناب قبلہ وکعبہ ان آیات کو لکھ کر فرماتے ہیں - کہ (و امثالِ ایں دیگر آیات است - پس لابد است کہ در جمع بین الآیات گفتہ شود - کہ مورد آیات مناقب غیر مورد آیات قوم است - پس بعضے صحابۂ آنحضرت عمومًا ممدوح باشند - و بعضے مذموم - و ایں عین مطلوب شیعیان است) پس یہ وہم قبلہ وکعبہ کو قرآن مجید کی آیات کے معنی نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے اس وہم کا علاج تفسیر اور شانِ نزول کا مطالعہ تھا - اگر حضرت شانِ نزول کو دیکھتے - اور اپنی ہی تفسیروں کو ملاحظہ فرماتے - اور اگلی پچھلی آیتوں کو ملاکر غور کرتے - تو حضرت یہ ضابطہ اور کلیہ جمع بین الآیات کا ارشاد نہ فرماتے - اسلئے کہ جو آیات کافروں اور منافقوں کی شان میں ہیں - اون سے مہاجرین والانصار واصحاب نبوی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو کچھ

٥ عبارت (تہ بیلۃ قلار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ سنہ ۱۲۸۹ صفحہ ۳۴ سطر ۲۱)

تعلق ہی نہیں ہے - اور یہ آئتیں جس میں کُفر و نفاق اور دین میں سُستی وغیرہ کا ذکر ہے - وہ منافقوں کی شان میں ہیں جو اصحاب نبوی رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں داخل نہیں ہیں - اصحاب نبوی اور منافقوں میں نسبت تناقض کی ہے نہ توافق کی - اِسلئے اون آیتوں کا جو کہ اصحاب کی فضیلت میں ہیں - اون آئتوں سے ملانا جو کہ منافقین کی مذمت میں ہیں - درحقیقت جمع بین الآیات نہیں ہے - بلکہ حضور! جمع بین النقیضین ہے - جو کہ ہمارے نزدیک ممتنع - اور آپ کے نزدیک ممکن ہے - پس اپنے لئے آپ گھر بیٹھے ایسی آیات کو جمع کیا کیجیے - اور اپنے دِل میں قاعدے بنایا کیجیے - اور . اونہی موضوع اور غلط اصول پر کسی کو خارج اور کسی کو داخل کیجیے - یہاں تو خدا کی ہدائیت و ضلالت نے ہم کو اس جمع سے فارغ کردیا جنکو چاہا مہاجرین والنصار میں داخل کیا - جنکو چاہا منافقین میں شامل کیا ؛

پانچویں دلیل صحابہ کے نہ منافق ہونیکی

جو شخص قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہوگا - وہ مہاجرین والنصار کی نسبت منافق کے لفظ کو ہرگز اطلاق نہ کرے گا اسلیئے کہ قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جن میں صاف یہ حکم ہے - کہ منافقوں سے نہ ملو - اون سے راضی نہ رہو اور اونکو اپنے ساتھ جہاد میں نہ رکھو - اونکا کچھ عذر نہ سنو - پس اگر مہاجرین والنصار خصوصًا خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم منافق ہوتے - تو پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اُنکو ذلیل کیوں نہ کرتے - اور اونکو اپنی صُحبت میں کیوں رکھتے - اور اون سے صلاح و مشورہ کیوں لیتے - اور اون کو اپنے ساتھ جہاد میں کیوں رکھتے - چنانچہ جو دعوے میں نے کیا ہے اوسکے ثبوت میں دو تین آیتوں کو لکھتا ہوں : -

پہلی آئیت - اللہ جل شانہ فرماتا ہے : - یَعْتَذِرُوْنَ اِلَیْکُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَیْھِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِکُمْ ؕ وَ سَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَکُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَکُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝ یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ

اِن آیتوں سے چند باتیں ثابت ہوئیں - اوّل عُذر کرنا منافقوں کا - اور اوس پر یقین نہ کرنا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

۵ؔ پارہ ۱۱ - سورہ توبہ - رکوع ۱۳ ترجمہ بہانے لاوینگے تمہارے پاس جب پھر کر جاؤ گے اُن کی طرف - تو کہدے بہانے مت بناؤ - ہم نہ مانیں گے تمہاری بات - ہمکو بتا چکا ہے اللہ تمہارے احوال - اور ابھی دیکھیگا اللہ تمہارے کام اور اوسکا رسول پھر جاؤ گے طرف اُس جاننے والے چھپے اور کھلے کی - سو وہ بتاویگا تم کو جو کر رہے تھے - اب قسمیں کھاوینگے اللہ کی تمہارے پاس جب پھر کر جاؤ گے اُنکی طرف - تا اون سے

دوسری[2]۔ آگاہ ہونا پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کا اون کے حال سے۔ تیسری[3] جلد سزا پانا اُن کا اپنے اعمال کے بدلے میں۔ چوتھی[4] پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اون سے رُوگردانی کا حکم ہونا۔ اور اون سے ملنے کی ممانعت۔ پانچویں[5] کتنا ہی وہ حلف دیں۔ کہ راضی ہو دو اون سے۔ اون سے راضی ہونے کی امتناع۔ چھٹی[6]۔ اون کا ذلت چاہنا مسلمانوں کی۔ اور ہمیشہ اسی فکر میں رہنا۔ اور پھر خود ہی اُن کا ذلیل ہونا۔ اب ان باتوں سے صرف ایک ہی بات کو مہاجرین و انصار خصوصًا خلفائے ثلٰثہ سے مطابق کر دیجئے۔ یا پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو باوجود ایسے احکام الٰہی کے اور نفاق خلفاءِ ثلٰثہ کے اُن سے رُوگردانی نہ کرنے پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں جو چاہیے سو کہیئے ہماری زبان سے تو کچھ بے ادبی کا کلمہ نہیں نکلتا۔ اور عدول حکمی یا تقیہ کا ایسے پاک وصاف کی نسبت اطلاق نہیں ہو سکتا ؛

دوسری آیت۔ یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ[1] ہ کہ اے پیغمبر! جہاد کر کافروں اور منافقوں پر۔ تو اگر مہاجرین و انصار منافق تھے۔ تو اتنا ارشاد کر دیجئے۔ کہ کب اور کس کے ساتھ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جہاد کیا۔ یا باوجود منافق ہونے اونکے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا تعالےٰ کے حکم کی تعمیل نہ کی ؛

تیسری آیت۔ فَاِنْ رَّجَعَکَ اللّٰہُ اِلٰی طَآئِفَۃٍ مِّنْھُمْ فَاسْتَاْذَنُوْکَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا[2] ط اس آیت کے مطالعہ کے بعد یہ فرما دیجئے۔ کہ پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے ساتھ جہاد پر اون لوگوں کو جنہیں تم لوگ منافق کہتے ہو۔ لے گئے۔ یا نہیں؟ اگر تمہیں معلوم نہ ہو۔ تو چند ورق اُلٹ کر حملۂ حیدری کے اشعار جنگِ بدر کے دیکھ لو ؛

چوتھی آیت۔ یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْھِمْ سُوْرَۃٌ تُنَبِّئُھُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ قُلِ اسْتَھْزِءُوْا اِنَّ اللّٰہَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ[3] ہ اس آیت کو پڑھکر ذرا فرما دیجئے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان لوگوں کے نفاق کو جنہیں تم لوگ منافق کہتے ہو۔ کبھی ظاہر کیا۔ اور لوگوں پر اونکا نفاق کھولدیا۔ یا نہیں۔ اور سوائے حذیفہ کے جس سے دروازہ بند کر کے نہایت آہستہ زبان دبا کر نفاق ظاہر کرنے کا حال آپ لوگ بیان کرتے ہیں۔ کسی مجمع میں کبھی اونکے نفاق کا حال حضرت نے ظاہر کیا ؛

غرضیکہ مثل ان آیاتِ مذکورہ کے اور بہت سی آیتیں ہیں منافقوں کے حال میں جن کا لکھنا ضروری نہیں ہے پس مسلمان کو اتنا سوچ لینا چاہیئے۔ کہ اگر مہاجرین و انصار منافق ہوتے۔ تو پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم اُنکے

---

[1] پارہ ۱۰۔ سورۃ توبہ رکوع ۱۰۔ ترجمہ اے نبی! لڑائی کر کافروں سے اور منافقوں سے۔ ۱۲ موضح القرآن [2] پارہ ۱۰ سورۃ توبہ رکوع ۱۱۔ ترجمہ سو اگر پھیر لیجاوے تجھ کو اللہ کسی فرقہ کی طرف اُن میں سے پھر یہ رخصت چاہیں تجھ سے نکلنے کی۔ تو تو کہہ ہرگز نہ نکلو گے میرے ساتھ

نفاق کو کیوں ظاہر نہ کرتے - اور کیوں وہ ذلیل نہ ہوتے - اور اون کے مارے جانے - اور قتل ہونے اور ذلیل و رسوا ہونے کا جو وعدہ خدا تعالےٰ نے کیا تھا - وہ کیوں پورا نہ ہوتا - بلکہ بر خلاف اس کے اور عزت ان کو ہوتی اور روم و شام اور ایران و مصر پر اونکو غلبہ ہوتا - استغفر اللہ - عجب عقیدہ ہے شیعوں کا - کہ نہ آیت سے مطابق نہ حدیث سے - اب باقی رہے چند اعتراض جو خلفائے ثلثہ اور مہاجرین اور انصار کی نسبت حضرات شیعہ کرتے ہیں - اور اون سے اون کے نفاق پر دلیل لاتے ہیں - وہ اعتراضات یہ ہیں - مثلاً معاملہ اُحد اور حنین کی لڑائی کا - پوچھنا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اپنے نفاق کا حال حذیفہ سے - شک کرنا حضرت عمر کا صلح حدیبیہ میں - ارادہ کرنا قتل پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا لیلۃ العقبہ کو - غصب کرنا فدک کا - نہ دینا قرطاس کا پیغمبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو - غصب کرنا خلافت کا علی مرتضے سے - عداوت رکھنا آل رسول سے - اور مثل انکے اور اعتراضات جن کے نام ہر ورق اور ہر صفحہ میں مجتہد صاحب کے قلم سے ذو الفقار وغیرہ میں نکلے ہیں - اور جن کا جواب شافی دینا ہم کو منظور ہے - نہ مثل مجتہد صاحب کے غلط بحث کرنا - اور گول گول بات کہہ کر آگے بڑھ جانا اسلئے انشاء اللہ تعالےٰ بحث مطاعن صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور خلافت میں اس تفصیل کے ساتھ یہ سب بیان کئے جاوینگے - کہ جن کو دیکھ کر حضرات شیعہ بے اختیار کہنے لگیں :- وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ط

غرضیکہ اس مقام پر میں نے آیات فضیلت صحابہ کو بیان کر کے عام سب شیعوں کی طرف سے یہ بیان کیا تھا - کہ وہ کہتے ہیں - کہ جو آئتیں فضیلت میں مہاجرین و انصار کے ہیں - یہ اون لوگوں سے متعلق ہیں - جو کہ ایماندار تھے - اور اکثر اصحاب خصوصاً خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم ایمان نہ رکھتے تھے - چنانچہ اوس سے میں نے یہ بحث کی - کہ ایمان نہ رکھنے کے دو معنی ہیں - ایک یہ کہ منکر خدا و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے - کہ ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں - چنانچہ جو آئتیں اوس کے معارضہ میں مجتہد صاحب نے لکھی ہیں - اون کا جواب ہو گیا - اور بخوبی ثابت ہو گیا - کہ وہ منافق نہ تھے - دوسرے یہ کہ وہ اصول موضوعہ شیعہ میں سے ایک اصول امامت کے منکر تھے - کہ اس وجہ سے وہ کافر تھے - اس کا بھی جواب اجمالی دے چکا - کہ جب آئتیں نازل ہوئیں - اور جس وقت خدائے جل شانہ نے اون کی تعریف کی - اوس وقت امامت اصول دین سے نہ تھی - اگر اُس وقت امامت کا اصول دین سے ہونا ثابت کر سکو - تو کرو - فعلیکم البیان و علینا وفقہ بالبرھان - پس باقی رہ گئیں دو باتیں - اول یہ کہ بعد وفات پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ منکر امامت ہو گئے - اور حق علی مرتضیٰ کا چھین لیا - دوسرے اہل بیت سے عداوت رکھی اور اون کے حقوق غصب کئے - کہ یہ امور بھی کفر ہیں - چنانچہ اس کا میں بحث امامت اور مطاعن میں جواب دونگا

اور ہر بات کو اس تفصیل سے لکھوں گا۔ کہ نہ کسی شیعہ کی کوئی دلیل رہ جاوے۔ اور نہ کسی سُنی عالم کا جواب باقی رہے یعنی سوال وجواب جن کے سُننے کے بغیر حالت منتظرہ باقی رہے۔ نہ یہ کہ جتنے دُنیا میں شیعہ سنی ہوئے ہیں۔ اون سب کی باتیں کہ یہ محال اور فضول ہیں۔ مگر انشاء اللہ تعالے اس صراحت سے لکھوں گا۔ کہ صِرف دیکھنے والے کو انصاف اور فیصلہ کرنا رہ جاوے۔ اور اکثر روایات کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ لیکن اِس مقام پر وہ جوابات جو عام آیاتِ فضیلتِ صحابہ سے شیعہ دیتے ہیں اور جس میں سے کچھ اوپر مذکور ہوئے۔ اور کچھ رہ گئے ہیں۔ اون باقی ماندہ جوابوں کو بیان کر کے قرآن و حدیث ہی سے اُس کا جواب دینا شروع کرتا ہوں۔ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ٥

جواب دُوسرا شیعوں کا آیاتِ فضیلتِ صحابہ سے۔

جو کچھ اوپر ہم نے بیان کیا۔ اوس میں صِرف یہی جواب شیعوں کا ہم نے لکھا ہے۔ کہ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ہجرت بخیر نہ تھی۔ اب سُنیئے کہ علاوہ اُس کے اور کیا جواب دیتے ہیں شاہ صاحب قدس سرہ تحفہ میں مُلا عبد اللہ کی تقریر کو نقل کرتے ہیں۔ کہ مُلا عبد اللہ نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے جو رضامندی اپنی آیہ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ میں مہاجرین و انصار کی نسبت بیان کی ہے۔ یہ صِرف سبقت ہجرت و نصرت کی نسبت ہے۔ اور خاص اس فعل سے وہ راضی ہوا۔ مگر اس سے جنتی ہونا اُن کا لازم نہیں ہوتا۔ اِسلئے کہ اوس کے واسطے اُس رضا کا آخر تک باقی رہنا ضرور ہے۔ اور آخر تک رضا باقی رہنے کا حال خاتمے پر ہے۔ اور اِس تقریر کو لکھ کر شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہ تقریر قواعدِ اصول کی رُو سے درست نہیں ہے۔ اِسلئے خدائے جل شانہٗ نے مہاجرین و انصار کی ذات کی تعریف کی ہے اور چونکہ وصف عنوانی میں سبقت ہجرت و نصرت کا ذکر کیا۔ اسلیئے یہ صفت علّہ تعلق رضا کی ہوگی نہ کہ یہی وصف تعلق رضا کے۔ اُس کے جواب میں جناب مجتہد صاحب ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (ہنوز باثبات نرسیدہ۔ کہ مراد از سبقت درانیجا سبقت فی الہجرۃ است پس غائیت ما فی الباب علت رضا سبقت الی الاسلام یا سبقت الی الموت یا سبقت الی الہجرۃ لاعلی الیقین خواہد بود۔ واین علت مبہمہ برائے ترجیح وجہ مفید نمے تواند شد)۔ یعنی یہ سب تقریریں تو اُس وقت کی جاویں جب یہ بات ثابت ہو جاوے کہ مراد وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ ہجرت میں سابق ہونا ہے۔ حالانکہ یہی بات ہمارے نزدیک ابھی صاف نہیں ہے۔ کہ سابقین سے کیا مراد ہے۔ آیا ہجرت کی سبقت یا اسلام کی سبقت۔ یا موت کی سبقت۔ پس جبکہ علت مبہم ہے۔ تو وہ کچھ مفید مطلب نہیں ہو غرضیکہ حضرت نے

لہ پارہ ۹ سورہ اعراف رکوع ۲۴ ترجمہ تو اسطرف کان رکھو اور چپ رہو۔ شاید تم پر رحم ہو ۱۲ موضح القرآن

سارا قصہ ہی طے کر دیا۔ کوئی جھگڑے کی بات ہی نہ رکھی۔ یہ سب فضیلتیں تو جب ثابت ہوں کہ والسابقون کے معنی کیا ہیں؟ آیا ہجرت میں سبقت کرنیوالے مراد ہیں۔ یا کہ اسلام میں سبقت کرنیوالے مقصود ہیں یا کہ موت پر سبقت کرنیوالے یعنی مُردے مراد ہیں۔ پس جب اسی میں شبہ ہے۔ تو پھر ایسی مبہم بات کی سند کچھ مفید نہیں۔ غرضیکہ بسبب مبہم ہونے علت رضا کے اِس آیت سے کچھ کسی کی فضیلت ہی ثابت نہیں ہوتی۔ اور یہ معنی حضرت نے جو فرمائے ہیں یہ بڑے غور و تامل کے بعد فرمائے ہیں۔ چنانچہ خود اس سے پیشتر فرما چکے ہیں۔ کہ (ایضاً ص۵ آنچہ بعد تامل و نظر دقیق ظاہر میگردد۔ و صفحہ ۵۷ ذوالفقار تا قولہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال)

اب قبلہ وکعبہ اس تقریر کو اپنی مدلل کرتے ہیں۔ اور منطقی دلائل سے اس امر کو ثابت فرماتے ہیں۔ کہ مراد والسابقون سے موت کی طرف سبقت کرنیوالے ہیں۔ یعنی مردے جو مر چکے مراد ہیں۔ کما یقول (وثانیاً اینکہ علت رضائے مہاجرین و انصار از حق تعالے مجرد ہجرت و نصرت نمے تواند شد۔ بلکہ نظر دقیق حکم مے کند کہ رضائے آنہا از حق تعالے و تسلیم اوامر و نواہی او علت ہجرت و نصرت شدہ۔ و ایں قرینہ دیگر است۔ براینکہ مراد از سابقین سابقین الی الموت اند۔) یعنی خدا تعالے کی رضامندی کا مہاجرین و انصار سے سبب یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ فقط ہجرت کرنے سے ساتھ پیغمبر خدا صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے یا مدد دینے سے رسول مقبول کو وہ راضی ہو جاوے۔ بلکہ نظر دقیق حکم کرتی ہے کہ اون کا خدا تعالے سے راضی ہونا اور اوسکے احکام و نواہی کا بجالانا اونکی ہجرت و نصرت کی علت ہے۔ پس یہ دوسرا قرینہ ہے۔ کہ مراد والسابقون سے سابقین الی الموت ہیں۔ یعنی جو کہ مرنے میں سبقت اور پیش قدمی کر گئے۔ اور پہلے سب سے مر گئے۔ فقط۔ سبحان اللہ! کیا نظر دقیق ہے جناب قبلہ وکعبہ کی۔ کہ کیا خوب معنی نکالے ہیں۔ حقیقت میں بیچارے شاہ صاحب ایسی دقیق نظر کہاں سے لاتے۔ جو ان باریک نکتوں کو سمجھتے۔ کہ مراد والسابقون سے مُردے ہیں۔ خیر ہم نہایت شکر ادا کرتے ہیں مجتہد صاحب کا کہ مردے مہاجرین و انصار تو اس میں داخل رکھے۔ اگر وہ والسابقون کے معنے یہی کہتے۔ کہ حضرت آدم مراد ہیں۔ کہ اونہوں نے سب سے پہلے جنت سے ہجرت کی تھی۔ یا حضرت موسےٰ مراد ہیں۔ جنہوں نے مدین کو ہجرت کی تھی۔ تو ہم کیا کرتے۔ یا فرما دیتے کہ مراد والسابقون سے جبرائیل و میکائیل ہیں۔ جو سب سے پہلے پیدا ہوئے ہیں۔ تو ہمارا کیا بس چلتا۔ بہر حال جب معنی ہی بنانا پڑے۔ اور نظم قرآنی کا کچھ لحاظ نہ رہا تو پھر بے سروپا بات کہدینے والے سے کیا اڑ در چل سکتا۔ جو کچھ وہ رعایت کرے۔ وہی احسان ہے ٭

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ قبلہ وکعبہ نے بے دلیل یہ دعوے کیا ہے۔ اسلئے کہ بے دلیل بات کہنا جاہلوں کا کام ہے اور یہ حصہ شاہ صاحب کا ہے۔ حضرت کوئی بات بے دلیل و برہان کے زبان پر نہیں لاتے۔ چنانچہ اس دعوے کی دلیل میں فرماتے ہیں (و ایں قرینہ دیگر است۔ براینکہ مراد از سابقین سابقین الی الموت اند۔ چہ موت

اہل جنت و مشاہدہ درجات را مدخلیہ تمام در رضائے آنہا از حق تعالےٰ ہست) کہ وَالسَّابِقُون کے لفظ سے وہ لوگ جو موت کی طرف سبقت کرگئے مراد لینے کا یہ دوسرا قرینہ ہے۔ اسلیئے کہ جنت میں پہونچ جانا اور اپنے مراتب اور درجات کا دیکھنا اور آرام سے بہشت میں چین کرنا ان سب باتوں کو بڑا دخل ہے۔ کہ وہ لوگ خدا تعالےٰ سے راضی ہوئے۔ فقط۔ بیشک درست ہے۔ جو لوگ زندہ ہیں۔ وہ بسبب اس کے کہ نہ معلوم خدا تعالےٰ جنت دیگا یا نہیں۔ اور اگر دینے کا یقین بھی ہو۔ تو بسبب دنیاوی تکالیف کے وہ خدا تعالےٰ سے پورے پورے راضی نہیں ہوسکتے۔ جب مرگئے۔ اور خدا تعالےٰ نے اونکو بہشت نصیب کردی۔ اور آزادی سے جنتوں کے لطف اُٹھانے لگے۔ تو وہ بخوبی خدا تعالےٰ سے راضی ہوجاویں گے۔ اور نصرت اور ہجرت کا سبب اوپر آپ لکھ ہی چکے ہیں۔ کہ یہ ہے کہ وہ خدا تعالےٰ سے راضی تھے۔ تو اب کیا شک رہا۔ کہ مراد وَالسَّابِقُون سے وہی لوگ ہیں جو اس کے نازل ہونے سے پہلے مرچکے تھے۔ بیشک جیسا دعوٰے تھا۔ اُس سے بہت بڑھکر دلیل ہے مجتہدوں اور مقدس لوگوں کے ایسے ہی دعوے اور ایسی ہی دلیلیں ہوتی ہیں۔ زہے نصیب اوس فرقہ کے کہ جس کے ایسے عاقل اور ذکی اور ذہین مجتہد ہوں۔ جو کہ جناب قبلہ و کعبہ نے اپنی کتاب کو نہایت ہی مدلل اور مبرہن لکھا ہے۔ اسلیئے صرف ایک دو دلیل ہی اپنے دعوٰے پر نہیں بیان فرمائیں۔ بلکہ ہر ایک دعوے کو اپنی دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔ کہ کسی سُنّی کو جرأت اوس کے رد کرنے کی نہیں ہے۔ چنانچہ اسی آیت کی نسبت جو تیسرا جواب دیا ہے۔ اوسے بھی لکھتا ہوں۔ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ (ثالثاً اینکہ غایت مافی الباب آنکہ از آیہ علت بودن ہجرت و نصرت در باب رضائے حق تعالےٰ از آنہا و رضائے آنہا از و تعالےٰ شانہٗ مے تواند شد۔ و علتہ اعم است از اینکہ تامہ باشد۔ یا ناقصہ۔ و استعمال علت ناقصہ در کلام حق تعالےٰ و احادیث نبوی شیاع تمام دارد۔ و اگر بسبب غباوتِ ذہن کہ داری دریں باب تامل داشتہ باشی۔ پس قرآن مجید را از اول جز بنظر بصیرت تلاوت کن۔ و در آیاتِ وعدہ و وعید تامل نما۔ تا صدق ایں مقال واضح گردد) اس سے پایا گیا کہ گویا اللہ جل شانہٗ اون کی ہجرت و نصرت سے تو راضی ہؤا۔ مگر یہ علت ناقص ہے۔ اسلیئے انکے سب کاموں سے راضی ہونا ثابت نہ ہؤا۔ افسوس ہے۔ کہ مجتہد صاحب ذرا نظم قرآنی کو ملاحظہ نہیں فرماتے۔ اور ترجمہ لفظی کو بھی نہیں دیکھتے۔ اور تحریف معنوی خدا تعالےٰ کے کلام میں کرتے ہیں۔ یار خدایا! تیرا کلام چیستان ہے یا یہ آیت پہیلی ہے۔ یا کوئی معمّا ہے جس کے لئے ایسے باریک باریک خیالات کو حضرت قبلہ و کعبہ کام فرماتے ہیں۔ چار لفظ اس آیت کے ہیں۔ ذرا اوسکا ترجمہ کریں۔ اور سمجھ لیں۔ اے مؤمنین! ذرا سنو! کہ اس آیت کا ترجمہ لفظی یہی ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔ یا اور کچھ۔ اول الفاظ آیت کے سنو۔ کہ یہ ہیں:۔ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا

عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطلع مجمع البحرین ۱۲۱۸ ھ صفحہ ۹۵ سطر ۵ رکوع ۳ پارہ ۱۱ سورہ توبہ ترجمہ اور جو لوگ پہلے پہل ہجرت کرنے والے اور مدد دینے والے اور جو پیروی کرنے والے ہیں نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا

راضی اون سے۔ اور وہ راضی (بقایا آیت کا ترجمہ بر صفحہ ۶۷ بمطابق الفاظ آیت)

عَنۡهُ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ○

اور اب ترجمہ اسکا سنو۔ کہ یہ ہے۔ ترجمہ اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے۔ اور مدد دینے والوں سے۔ اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں اُنکی ۔ساتھ نیکی کے۔ راضی ہؤا اللہ اون سے۔ اور راضی ہوئے وُہ اوس سے۔ اور تیار کیں واسطے اونکے بہشتیں۔ چلتی ہیں نیچے اونکے نہریں۔ رہنے والے بیچ اوس کے ہمیشہ۔ یہ ہے مراد پانا بڑا ٭

آب خیال کرو کہ جو علّتیں تامہ اور ناقصہ مجتہد صاحب ان صاف لفظوں میں پیدا کرتے ہیں۔ یہ تحریف ہے۔ یا نہیں۔ اور اگر ایسی ہی علّتوں کو خدا تعالےٰ کے کلام میں دخل دیا جاوے۔ تو سارا قرآن بازیچۂ اطفال ہو جاوے۔ اور کسی آیت اور کسی حکم پر عمل کرنا جائز اور تصدیق کرنا ممکن نہ ہو۔ اور جلشانہ تو صاف صاف فرماتا ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ کہ میں اون سے۔ اور وُہ مجھ سے راضی ٭ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ یہی عِلّت رضامندی کی ناقص ہے۔ وُہ سب باتوں سے راضی نہیں ہے۔ بلکہ صرف ہجرت اور نُصرت کے سبب سے راضی ہے۔ اور گو حضرت نے صاف نہیں فرمایا۔ مگر مطلب یہی ہے کہ غصب خلافت اور عداوت اہلِ بیت کے سبب سے ناراض ہے۔ اسلیئے اَے میرے بندو! اِس رضامندی کو تام یعنی پُوری نہ سمجھنا۔ اور اس سے مہاجرین و انصار کو اچھا نہ جاننا ٭ افسوس ہے کہ قبلہ و کعبہ نے یہ نہ فرما دیا۔ کہ قرآن میں یہ بھی تھا۔ کہ اگر کسی کو شک ہو۔ اور میری آیتوں سے یہ مطلب کوئی نہ سمجھے۔ تو مجتہد سے پوچھ لینا۔ کہ وہ عِلّتِ تامہ اور ناقصہ کا بیان کر کے اچھی طرح سمجھا دینگے۔ اور یہ جو مجتہد صاحب نے فرمایا۔ کہ وَالسّٰبِقُوۡنَ سے مراد ضرور مُردے ہیں۔ اسلیئے کہ خدا اُنکے حال سے خبر دیتا ہے کہ وہ خدا سے راضی ہوئے۔ اور یہ امر معلوم ہے۔ کہ اگر وہ زندہ ہوتے۔ تو یہ مناسب تھا۔ کہ خدا فرماتا۔ یرضون یعنی بصیغہ مضارع کے۔ کہ وہ راضی ہوں گے خدا سے چنانچہ الفاظ حضرت کے یہ ہیں۔ کہ (زیراکہ جناب حق سبحانہٗ و تعالےٰ از حالِ ایشاں خبر میدہد۔ کہ ایشاں از خدائے خود راضی شدند۔ و معلوم است کہ اگر اینہا زندہ می بودند۔ مناسب ایں بود۔ کہ حق تعالےٰ بصیغۂ مضارع کہ یَرۡضَوۡنَ باشد۔ ایں مطلب را ادا نماید۔ نہ بصیغۂ ماضی) ٭

پس **اوّل** تو یہ فرمانا حضرت کا۔ کہ معلوم است کہ اگر اینہا زندہ می بودند۔ ہم کو معلوم نہیں۔ یہ جناب ہی کو معلوم ہوگا۔ اور دُنیا میں بندوں کا خدا تعالےٰ سے راضی ہونا آپ ہی کے نزدیک بعید از قیاس ہوگا۔ ورنہ ہم کو یہ معلوم کیا۔ بلکہ یقین ہے کہ جتنے خاص بندے اللہ جل شانہ کے ہیں۔ وہ اُس سے دُنیا میں بھی راضی ہیں۔ اور کیسے ہی کچھ درد اور دُکھ پاویں۔ وہ راضی رہتے ہیں۔ تو زندوں کی نسبت رضوا عنہ کا مضمون آپ کو

باعث تعجب ہوگا۔ کیونکہ آپ حالت زندگی میں خدا تعالےٰ سے راضی نہیں رہے۔ ورنہ ہم تو اوسے یقینی جانتے ہیں ✦

دُوسرے یہ سب علتیں تامہ اور ناقصہ اور صیغہٴ ماضی مضارع کے احتمالات اور استدلال صرف بیچارے مہاجرین اور انصار ہی کی نسبت ہیں۔ یا کہ اہل بیت علیہم السلام کی نسبت بھی۔ پس جو تقریریں آپ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی نسبت کرتے ہیں۔ اور جس طرح آیات قرآنی میں آپ مہاجرین و انصار کی فضیلت باطل کرنے کے لئے تحریفات اور احتمالات کرتے ہیں۔ اگر خوارج و نواصب اہل بیت علیہم السلام کی نسبت کریں۔ تو آپ کیا جواب دینگے؟ جو آپ اون کو جواب دیں۔ وہی ہماری طرف سے تصور فرمائیں ✦

تیسرے مجتہد صاحب نے احتمالات کرکے اِن آیتوں کے معنے بدلنے میں ایک بڑی خطا کی۔ اور بوجہ اس کے کہ اس کتاب کے لکھنے میں بہت عجلت کی تھی۔ ایک بہت بڑی بات بھول گئے۔ کہ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں جناب امیر علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ اور اونکی فضیلت پر بھی یہی آیات سند لائی جاتی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ وہ سب سے اوّل اور سابق ہیں اسلام میں اور ہجرت میں۔ پس جبکہ والسابقون سے مراد مُردے لئے گئے۔ اور کوئی زندہ اوس میں داخل نہ رہا۔ تو پھر جناب امیر بھی اُس خارج ہوگئے۔ بار خدایا اب شاید یہ کہیں۔ کہ زندوں میں صرف وُہی اس آیت کے مصداق ہیں۔ اور باقی سب مُردے مراد ہیں۔ اور اگر کوئی اس تخصیص کی وجہ پوچھے۔ تو پھر وہی شیوہ اپنا اختیار کریں اور اپنی تشیع پر آجاویں۔ یعنی گالیاں دینا شروع کردیں۔ اور غبی اور کودن اور احمق فرماکر اوس کی بات کو نہ سُنیں۔ جیسا کہ اسی مقام پر علت تامہ و ناقصہ کے نہ سمجھنے پر شاہ صاحب کی نسبت فرماتے ہیں۔ کہ (اگر بسبب غباوت ذہن کہ داری دریں باب تامل داشتہ باشی۔ پس قرآن مجید را از اوّل تا آخر بنظر بصیرت تلاوت کن۔ و در آیات وعدہ وعید تامل نما۔ تا صدق ایں مقال واضح گردد) ✦

چوتھے جناب قبلہ و کعبہ کا ماضی مضارع کے صیغوں سے بحث کرنا درحقیقت دائرہ تشیع کو تنگ کرنا ہے۔ اسلئے کہ پھر بہت سی آیتیں فضیلت اہل بیت کی انہیں صیغوں کی بحث سے نکل جاوینگی۔ اور ایسے اعتراض کرنے والوں کا جواب دینا مشکل ہوگا۔ اسلیے قواعد نحو و صرف کا نام ہی زبان پر نہ لائیے ورنہ اگر کوئی پوچھ بیٹھے۔ کہ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا صیغے مضارع کے ہیں۔ اور معنی ماضی کے لئے جاتے ہیں۔ اسلئے کہ بعد وفا کرنے نذر کے اور بعد کھلا دینے کھانے کے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو یہ آیات شان میں جناب فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کے نازل ہوئیں تو کیا آپ جواب دینگے۔ اور اگر کوئی کہے کہ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ؕ

رکوع ۱ - ترجمہ پھر بچایا اونکو اللہ نے بُرائی سے اوس دن کی اور لائی اونکو تازگی اور خوش وقتی اور بدلا دیا اونکو صبر پر پھرنے میں باغ میں اور پوشاک ریشمی ۱۲ منہ عفی

وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۔ سب صیغے ماضی کے ہیں۔ اور معنی مضارع کے مراد لئے
جاتے ہیں۔ تو آپ کیا فرماویں گے۔ پس اگر فرض بھی کیا جاوے۔ اور آپ کا قول تسلیم بھی کیا جاوے۔ کہ
(مناسب این بود۔ کہ حق تعالےٰ امرے راکہ یقینی وقطعی ست بصیغۂ ماضی ادا می نماید۔ نہ بصیغۂ ماضی)
تو اوسکا جواب یہ ہے کہ (حق تعالےٰ امرے راکہ یقینی وقطعی است بصیغہ ماضی ادا مے نماید۔ چنانکہ در
فضائل اہل بیت امرے راکہ بعد از قیام قیامت ظہور خواہد یافت بصیغہ ماضی ادا کردہ حیث قال تبارک وتعالیٰ
فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا الخ۔ ہمچنیں رضائے سابقین اولین از
مہاجرین وانصار۔ زیرا کہ در آخرت علو مرتبۂ خود را دیدہ راضی خواہند شد بصیغہ ماضی ادا کردہ وبرائے ایں حکم
نمودہ کہ رَضُوْا عَنْهُ) ۔ اور اگر آپ کو ماضی مضارع کے صیغوں میں شک ہو۔ اور ایک سے دوسرے
معنی مراد لینا آپ کے نزدیک خلاف فصاحت وبلاغت ہوں۔ تو ذرا میزان الصرف اُٹھا کر دیکھیے۔ اور
بداں اسعدک اللہ تعالےٰ کے معنی سوچیے۔ کہ معنی اس کے نیک بخت کند ہیں۔ یا نیک بخت کرے ہیں۔ اور
پھر غور کیجیے۔ کہ صیغہ تو ماضی کا ہے۔ اور معنی حال کے لئے جاتے ہیں۔ تو اس شک کو دُور کرنے کے لئے
اوس کا حاشیہ دیکھ لیجیے۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو۔ کہ کیوں ماضی کے صیغے سے حال کے معنے لئے جاتے ہیں۔ اور
اوس کے اگر انصاف ہے تو قصور کا اعتراف کیجیے۔ ورنہ ایک روز تو اقرار کرنا ہی پڑے گا۔ جس کا ذکر خدا
تعالےٰ نے بصیغۂ ماضی کے کیا ہے۔ حالانکہ ہنوز وہ روز نہیں آیا۔ کما قال سبحانہ وتعالےٰ
وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا
لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ پس حضرات شیعہ کے تعصب وعناد بلکہ جہالت ونادانی کو دیکھنا چاہئے کہ صرف
اصحاب نبوی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی عداوت سے آیات قرآن مجید کے ایسے معنے بناتے ہیں کہ حضرت
علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی اوس سے خارج ہوئے جاتے ہیں۔ اور اون پر بھی اطلاق اس فضیلت کا
نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ شیعوں نے اپنے ہی پہلے امام کو اس آیت کے مصداق سے خارج کر دیا۔ تو
اگر ہمارے تین خلیفوں کو بھی نکال دیا۔ تو جائے شکایت نہیں ہے ؛ اس مقام پر یہ امر بھی لکھنا خالی
فائدہ سے نہیں ہے۔ کہ جناب شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے۔ کہ اگر مہاجرین وانصار
کی نسبت ان آیتوں کے یہ معنی مراد لئے جاویں۔ کہ رضامندی خدا تعالےٰ کی اُن کی ذات سے متعلق
نہیں ہے۔ بلکہ اون کی صفت ہجرت ونصرت سے۔ اور کامل رضامندی موقوف ہے حسن خاتمہ پر۔
تو آیہ موالات جس سے ثبوت خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا کیا جاتا ہے۔ اون میں بھی تو یہی
جرح ہو سکتی ہے۔ کہ کہا جاوے۔ کہ (ولایت شما باین وصف متعلق است یعنی اقامت صلوٰۃ وایتاء

زکوٰۃ درحالتِ رکوع وبقاءِ ایں وصف مشروط است بہ حسنِ خاتمہ وکذا وکذا) بجواب اِس کے مجتہد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ (اماآنچہ دریں مقام درباب آیۂ ولائیت بہ ترانۂ بیہودہ مترنم گردیدہ پس از قبیلِ قیاسی است مع الفارق چہ امثال چنیں تقییدات دور از کار در آیۂ ولائیت خلافِ اجماعِ اہلِ اسلام است پس از معرضِ اعتبار ساقط باشد۔) سوائے اِن لفظوں کے حضرت نے اور کچھ نہیں لکھا۔ اور گالی دیکر سکوت اختیار کیا۔ اور یہ فرمانا۔ کہ آیۂ موالات میں ایسے احتمالاتِ بعیدہ کرنا خلافِ اجماعِ اہلِ اسلام ہے۔ باعثِ صدہزار حیرت ہے۔ اِسلئے کہ اگر اہلِ اسلام سے مراد صرف حضرات شیعہ ہیں۔ تو یہ فرمانا مسلم لیکن اگر اور سب فرقے اسلام کے مراد ہیں۔ تو اون کے اجماع کا دعوٰے محض غلط ہے ہَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝

اے حضراتِ امامیہ! ذرا اپنے مجتہدین کی توجیہات اور احتمالات پر خیال کرو۔ کہ وہی احتمال مہاجرین وانصار کے حق میں جائز بلکہ واجب سمجھا جاوے۔ اور وہی احتمال جناب امیر علیہ السّلام کے حق میں ممتنع اور محال ہو۔ اگر کہا جاوے۔ کہ یہ مقتضائے محبت وعداوت ہے۔ تو ہم قبول کریں گے۔ لیکن یہ بھی اوس کے ساتھ عرض کرینگے۔ کہ یہ مقتضائے ایمان وانصاف نہیں ہے۔ اِس جواب پر مجھ کو ایک حکائیت بہرام گور کی یاد آئی **حکائیت** کہ اوس نے ایک مرتبہ گور کا شکار تیر سے کیا۔ اوس کے منہ پر ایسا لگا۔ کہ منہ سی گیا۔ ایک لونڈی سے بہرام گور نے اپنی تعریف کی۔ اوسکی زبان سے نکل گیا۔ کہ مشق اور تعلیم کے متعلق ہے۔ بہرام گور نے خفا ہوکر نکال دیا۔ اوس نے یہ مشق شروع کی۔ کہ گائے کے بچہ کو گود میں لیکر ہر روز دو وقت بالاخانہ پر چڑھ جاوے۔ یہاں تک کہ جب وہ بچہ بڑا ہؤا تب بھی بسبب مشق کے وہ بالاخانے لے جایا کرتی۔ یہ خبر بادشاہ نے سُنی۔ وہ بھی گیا۔ دیکھ کر کیا کہتا ہے۔ کہ مشق وتعلیم سے متعلق ہے تب لونڈی نے دست بستہ ہوکر عرض کی۔ کہ جہاں پناہ! کہ آپ جب گور کو تیر سے شکار کریں۔ تو وہ مشق سے متعلق نہ ہو۔ اور جب میں اوس سے بہت زیادہ حیرت انگیز کام کروں۔ وہ مشق کے متعلق سمجھا جاوے یہ کون انصاف ہے۔ کما قال قائل **شعر**:۔

گفت شہ را نداننست عظیم | گاو تعلیم گور بے تعلیم

وہی حال ہے بعینہٖ مجتہد صاحب کا۔ کہ ایسی صاف وصریح آیت میں جیسی کہ وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ ہے۔ احتمالاتِ علّت تامہ اور ناقصہ کے کریں۔ اور اونکے علماء علّتِ رضائے الٰہی کو مخصوص فعل خاص کا کہیں۔ اور جب کوئی آیۂ موالات سے معارضہ کرے جس میں صرف یہ ہے۔ کہ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۝ کہ دیتے ہیں زکوٰۃ کو در آنحالیکہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔ اور اسکے

شک پارہ ۶ سورہ مائدہ۔ رکوع ۸۔ ترجمہ دیتے ہیں زکوٰۃ اور نوے ہیں ۱۲ موضح القرآن ۔

لفظوں سے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ وُہ لوگ کون ہیں، صیغہ جمع کا ہے۔ اور معنی واحد کے لئے جاتے ہیں اور زکوٰۃ کے معنی خیرات کے کہے جاتے ہیں۔ اِسلیئے کہ یہ ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اتنا زر و مال نہ رکھتے تھے۔ کہ زکوٰۃ اونپر واجب ہو۔ اور پھر رکوع و سجود میں کسی دُوسرے کی بات کو سُننا گو وہ سائل اور محتاج ہی ہو۔ خلافِ خلوصِ نماز کے بھی ہے۔ پس باوجود ان سب باتوں کے جب کوئی کہے۔ کہ وہ احتمالات جو مہاجرین و انصار کی فضیلت کے آیات میں آپ کرتے ہیں۔ وہ اِس آئیت میں ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اوس سے بھی بہت کچھ زیادہ۔ تب فرماویں۔ کہ یہ بیہودہ ترانہ ہے۔ اور خلافِ اجماع ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب انسان انصاف اور ایمان اور حیا کا پابند نہ رہے۔ تب مختار ہے۔ جو چاہے۔ سو کہے۔ وَلَنِعْمَ مَاقِيلَ اِذَا اَلْقَيْتَ جِلْبَابَ الْحَيَاءِ فَقُلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّ مَنْ لَاحَيَاءَ لَهٗ لَا اِيْمَانَ لَهٗ ۔

اب چوتھے معنی وَالسَّابِقُوْنَ کے سُنیئے۔ جو مجتہد صاحب بیان فرماتے ہیں۔ حضرت ذوالفقار میں لکھتے ہیں۔ کہ (اقوالِ بعضے از علماء دلالت میکند۔ کہ مراد از سبقت فی الہجرت مہاجرت بنی ہاشم ست از مکہ) یعنی بعضے علماء کا قول ہے۔ کہ مرادِ سبقت ہجرت سے بنی ہاشم کی ہجرت ہے جو اونہوں نے مکہ میں کی تھی لوگ حیران ہونگے۔ کہ مکہ سے نکلے بغیر کون سی ہجرت ہے۔ اِسلیئے میں اوسکی تصریح کرتا ہوں۔ کہ جب کفّار نے حضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بہت ستایا۔ تب شعب ابو طالب میں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ اور کئی برس تک وہاں رہے۔ پس اسکا نام حضرت (یعنی مجتہد صاحب) نے ہجرت رکھا ہے یعنی ایک گھر سے دوسرے گھر میں جانا۔ شائد یہ معنی اس خیال پہ ہوئے ہوں۔ تاکہ اپنے اور اپنے شیعوں کی نسبت بھی ہجرت کا اطلاق کر سکیں۔ اسلیئے کہ حضرت یقیناً ایک دن میں سو جگہ بدلتے ہوں گے۔ اور جبکہ جگہ بدلنے ہی کے معنی ہجرت کے ہوئے۔ تو پس حضرت اور حضرت کے شیعہ دن بھر میں سَو سَو دفعہ ہجرت کے ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اور بعض علماء کے جنکا قول حضرت نے بیان کیا۔ ایک جناب قاضی نور اللہ شوستری شہید ثالث ہیں۔ کہ وہ مصائب النواصب میں بجواب نواقض الروافض سے لکھتے ہیں کہ (قَادِحٌ طعن[۵۳] صاحب النواقض تبعًا للجمهور من ان ابابکر و عمر کانا من المهاجرين السابقين الاولين انما هو تحريص و زور بل السابقون الاولون هم الذين هاجروا الهجرة الاولیٰ و هجرة رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه و اٰله وسلم فی حصاره بمكة حين هاجرت قريش بنی هاشم مع رسول الله صلی الله

۵۳ ترجمہ:۔ پس طعن کیا صاحب نواقض نے باتباع جمہور اس بات سے کہ تحقیق حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تھے مہاجرین سابقین اولین سے جز این نیست کہ وہ حرص دلانا اور مکر ہے۔ بلکہ سابقین اولین وہ لوگ ہیں کہ ہجرت کی اونہوں نے پہلی۔ اور وہ ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے حصار مکہ میں جبکہ ہجرت کی قریش بنی ہاشم نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ والہٖ وسلم فی شعب عبد المطلب اربع سنین والامۃ مجمعۃ علیٰ انّ ابا بکر وعمر لم یکونا معھم فی ذٰلک الموطن) یہ معنے ہجرت کے کہ مکّے سے مکّے ہی میں ہجرت کرنا ایسی بے معنی اور نئی اصطلاح ہے۔ کہ ہنسنے کے لئے اِس سے زیادہ کوئی لطیفہ نہ ملے گا۔ میرے نزدیک مجتہد صاحب نے غلطی کی۔ کہ مہاجرین وانصار سے آدمی مراد لئے۔ اور ناحق معنی بنانے کی تکلیف اوٹھائی۔ مناسب تھا کہ سابقین مہاجرین سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام کو لیتے۔ کہ وہ سب سے اول سدرۃ المنتہیٰ سے ہجرت کرکے مکّے میں آئے۔ اور انصار سابقین سے مراد حضرت عزرائیل علیہ السلام لیتے۔ جنہوں نے بڑے بڑے دشمنوں کو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کرکے ہلاک کیا۔ اور اون کی روحیں قبض کیں۔ پس حقیقت میں کامل اور صحیح ہجرت حضرت جبرائیل کی۔ اور پکی اور پوری نُصرت حضرت عزرائیل کی ہے۔ اور خدائے جلّ شانہٗ کے کلام سے تصدیق بھی اس مضمون کی بخوبی ہوتی خصوصًا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مضمون تو اون پر ایسا ٹھیک صادق آتا۔ کہ کسی سُنّی جاہل کو کچھ جائے اعتراض نہ رہتی۔ اس لئے کہ سچی رضامندی خدائیتعالےٰ کی فرشتوں سے ہے۔ اور فرشتوں کی خدا سے۔ جن کی شان یہ ہے۔ کہ ذرہ برابر خلاف مرضی خدائے جلّ شانہٗ کے کچھ نہیں کرتے۔ اور فرشتوں میں سب سے سابق اور اوّل حضرت جبرائیل اور میکائیل ہیں۔ تو کیا باعتبار لفظوں کے اور کیا بلحاظ معنے کے یہ مضمون ایسا چسپاں ہوتا۔ کہ فرشتے بھی داد دیتے ✦

پانچویں معنی والسابقون کے (یا ہجرت بطرف حبشہ کہ مراتب پیشتر از ہجرت مدینہ بودہ پس دریں صورت ابی بکر را شرف سبقت ہجرت صوری ہم نخواہد بود)۔ مجتہد صاحب نے تو فقط اس دعویٰ پر قناعت فرمائی۔ اور اتنا کہکر سکوت کیا۔ لیکن صاحب تقلیب المکائد نے بجواب کید نودوکیم کے اِس دعوے کو اپنے نزدیک مدلّل بھی کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ (اصحاب ثلٰثہ از مہاجرین اوّلین نبودند۔ چنانچہ در صحیح بخاری مذکور ہست عن ابی موسیٰ۔ قال بلغنا مخرج النبی ونحن بالیمن فخرجنا مھاجرین الیہ الخ) ✦

مؤلف موصوف نے ایک بہت بڑی حدیث نقل کرنے سے یہ فائدہ تصوّر کیا ہوگا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو۔ کہ خود اہلِ سُنّت کی صحیح بخاری سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خلفائے ثلٰثہ مہاجرینِ اوّلین سے نہ تھے لیکن یہ محض غلطی حضرت کی ہے۔ اِسلئے کہ اوس حدیث سے جس قدر ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ یہی

علیہ وآلہٖ وسلم کے شعب عبداللہ بن مطلب میں چار برس اور امت اجماع کرنیوالی ہے اس بات پر کہ ابوبکر اور عمر نہیں تھے ساتھ اون کے اوس جگہ میں۔ ۱۲ مولوی افہام اللہ

له عبارت ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ ۱۲۸۱ھ صفحہ ۷۸ سطر ۱۲ سے سطر ۱۵ تک اس عبارت کی شرح دیکھو "تنبیہ"

ئہ

ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے اصحاب سفینہ تمہارے لئے دو ہجرتیں ہیں۔ اور یہ حضرت نے نہیں فرمایا۔ کہ تمہیں وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ہو۔ اور اس سے کوئی سُنّی انکار نہیں کرتا۔ کہ جن لوگوں نے حبشہ کو ہجرت کی۔ وہ مہاجرین نہیں۔ اور اون کے درجات اور مراتب میں کچھ جائے سخن ہے۔ بلکہ وہ زمانہ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ اوسوقت کافروں کے خوف سے کسی ملک کو چلے جانا کیونکر ہجرت میں داخل نہ ہوگا۔ جبکہ قیامت تک ہجرت کا حکم اور ثواب باقی ہے۔ اگر کلام ہے تو اس میں ہے کہ یہ آیت جس کا ذکر ہے یعنی وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔ اس سے کون ہجرت کرنیوالے مراد ہیں۔ آیا وہ جو کہ حبشہ کو ہجرت کر کے گئے۔ یا وہ جو کہ مکہ سے مدینے کو آئے۔ پس اس لمبی چوڑی حدیث میں اگر ایک لفظ بھی ایسا ہو۔ کہ مراد وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ سے مہاجرین حبشہ ہیں۔ تو بیشک ہم تسلیم کریں۔ علاوہ بریں ہم حضرات شیعہ سے کہتے ہیں۔ کہ جس طرح پر حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالے عنہم حبشہ کو ہجرت کر کے نہیں گئے۔ اسی طرح پر جناب امیر علیہ السلام بھی حبشہ کو نہیں گئے۔ پس جس دلیل سے اور جس وجہ سے خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالے عنہم مہاجرین اولین سے خارج کئے جاتے ہیں۔ وہی وجہ حضرت امیر علیہ السلام کی نسبت بھی ہے۔ پس کیا وہ بھی خارج کر دیئے جاوینگے۔ اور اونکی نسبت بھی مہاجرین اوّلین کی فضیلت کا اطلاق نہ کروگے۔ نعوذ باللہ منہا۔ پس جس طرح پر حضرت مجتہد صاحب نے فرمایا۔ کہ (مراد از ہجرت بطرف حبشہ کہ بمراتب بیشتر از ہجرت مدینہ بودہ۔ پس دریں صورت ابی بکر را شرف سبقت ہجرت صوری ہم نخواہد بود) کوئی خارجی ایسی تقریر کو جناب امیر علیہ السلام کی نسبت معارضے میں پیش کرے۔ تو معلوم نہیں۔ کہ اوس وقت کے لئے کیا جواب مجتہد صاحب نے سوچا ہے۔ جو کہ ہم سارے تار و پود کو مجتہد صاحب کے درہم برہم کر چکے۔ اسلئے اب اس آیت کے اصلی معنی لکھتے ہیں۔ جو کہ مفسرین شیعہ نے اپنی تفسیروں میں بیان کئے ہیں۔ تاکہ اس سے معلوم ہو جاوے کہ یہ تقریریں جو مجتہدان شیعہ نے کی ہیں۔ بالکل لغو و پوچ ہیں۔ یا کچھ اصلیت رکھتی ہیں۔ علامہ طوسی مجمع البیان میں لکھتے ہیں۔ کہ (لما تقدم ذکر المنافقین والکفار عقبہ سبحانہ بذکر السابقین الی الایمان فقال والسابقون الاولون ای السابقون الی الایمان والی الطاعات وانما مدحهم بالسبق لان السابق الی الشیئ تبعہ غیرہ فیکون متبوعا وغیرہ تابع لہ فهو امام فیہ وداع الیہ

۱۵ بعد ذکر منافقین و کفار کے اللہ سبحانہ و تعالے نے مذکور کیا سابقین فی الایمان کا ارشاد فرمایا السابقون الاولون یعنے سبقت کرنے والے طرف ایمان اور طاعتوں کے۔ اور نہیں مدح فرمائی اللہ نے مگر اس واسطے کہ جو سبقت کرنیوالا ہے طرف کسی شے کی اوس کی تابعداری کرتے ہیں اور لوگ اس وہ پیشوا (متبوع) ہوتا ہے۔ اور دوسرے اوس کی پیروی کرنے والے (تابع) ہوتے ہیں۔ پس وہ امام ہے اوس کام میں۔ اور وہ اوس کام میں بلانے والا ہوتا ہے

الى الخير سبقته اليه وكذلك من سبق الى الشر يكون اسوء حالا بهذه العلة من المهاجرين الذين هاجروا من مكة الى المدينة والى الحبشة والانصار اى ومن الانصار الذين سبقوا نظرائهم من اهل المدينة الى الاسلام ومن قرأ والانصار بالرفع لم يجعلهم من السابقين وجعل السبق للمهاجرين خاصة والذين اتبعوهم باحسان. اى افعال الخير الدخول فى الاسلام بعدهم وسلوك مناهجهم ويدخل فى ذلك من يجيئ بعدهم الى يوم القيامة رضى الله عنهم ورضوا عنه اخبر سبحانه انه رضى عنهم ورضوا عن الله كماله لما اجزل لهم من الثواب على طاعاتهم وايمانهم به ويقينهم واعد لهم جنات تجرى تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ايبقون ببقاء الله فقال ذلك الفوز العظيم. اى الفلاح العظيم الذى يصغر من جنسه كل نعيم وفى هذه الاية دلالة على فضل السابقين ومزيتهم على غيرهم لما لحقهم من انواع المشقة فى نصرة الدين فمنها مفارقة العشائر والاقربين ومنها

نیکی کی طرف۔ اور ایسا ہی جو شخص ابتدا کرتا ہے برے کام کی بدحال ہوتا ہے وہ شخص اسی واسطے (یعنی اور وں کا خراب کرنیوالا ہے) من المهاجرين۔ مہاجرین وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہجرت کی مکہ سے طرف مدینہ کے۔ اور حبشہ کے۔ والانصار یعنی انصار سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے سبقت کی اپنے برابر والوں اہل مدینہ سے اسلام کی طرف۔ اور جس شخص نے والانصار کو پیش سے پڑھا اوس نے انصار کو سابقین سے نہیں کہا۔ اور فضیلت سابقیہ کو مہاجرین کے واسطے خاص کردیا۔ والذين اتبعوهم باحسان۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے تابعداری کی مہاجرین و انصار کی نیک کاموں میں اور اسلام لانے میں اور چلے اونکی راہوں پر۔ اور داخل ہے اس حکم میں جو شخص ایسا قیامت تک اونکے بعد ہوگا۔ رضى الله عنهم ورضوا عنه۔ خبر دی سبحانہ نے۔ بیشک اللہ بہت راضی ہوا اون سے۔ اور وہ راضی ہوئے اللہ سے۔ راضی ہوا اللہ تعالے کا بسبب طاعتوں اور ایمان اور یقین اون کے کے ساتھ اللہ تعالے کے۔ اور راضی ہونا اوس سبب سے کہ تیار رکھا گیا واسطے اونکے ثواب۔ واعد لهم جنات تجرى تحتها الانهار خالدين فيها ابدا۔ یعنی مقرر کی گئی واسطے اون کے جنت۔ کہ بہتی ہیں نیچے اوس کے نہریں۔ ہمیشہ رہنے والے بیچ اوس (جنت) کے بڑی ہمیشگی و دوام۔ پھر فرمایا اللہ سبحانہ و تعالے نے ذلك الفوز العظيم۔ یہ ایک بڑی بھاری کامیابی ہے۔ یعنی یہ اتنی بڑی فلاح و بہبودی ہے کہ اس کے مقابلہ اور پہلو میں اوس کی کل نعمتیں چھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ نص دالہ ہے فضیلت پر سابقین کے۔ اور بہتری اور برتری اون لوگوں کی دوسرے لوگوں سے۔ اور سبب اس کا یہ ہے۔ کہ اون لوگوں کو طرح طرح کی مصیبتیں اور مشقتیں اوٹھانی پڑیں دین کی مدد اور نصرت کرنے میں۔ منجملہ اون مصیبتوں اور مشقتوں کے یہ ہیں۔ مثلاً اون لوگوں کو اپنے قبیلوں اور خویش و اقارب سے مفارقت اور جدائی اور اپنے عزیزوں سے جدائی اختیار کرنی پڑی۔ اور چھوڑ دینا اونکا اون باتوں کو جن کو دوست رکھتے تھے دین سے

ومنها نصرة الاسلام وقلة العدد وكثرة العدو ومنها السّبق الى الايمان والدّعاء اليه) *

علاوہ اس کے دوسری تفسیر سُنیئے۔ کہ صاحب خلاصتہ المنہج لکھتا ہے (السّٰبِقُوْنَ الاوّلون۔ یعنی پیشی گزیدگان پیشینیاں اے آنہا کہ سبقت گرفتند بر عامۂ مومنان در ایمان من المهاجرين از مہاجرین۔ اے آنانکہ از مکہ ہجرت کردند۔ وبمدینہ آمدند) ۔ ان تفسیروں سے جو معنی مہاجرین کے معلوم ہوئے۔ اور جو فضائل اون کے ثابت ہوئے۔ اُس کیلئے اُسکا ترجمہ ہی کافی ہے۔ زیادہ لکھنا کچھ ضرور نہیں۔ اگر اس پر بھی سیری نہ ہووے۔ تو میں دُوسری آیت کی تفسیر سناتا ہوں جس میں ہجرت کا ذکر ہے۔ یعنی اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ ہاجروا کے اخیر میں مفسر طوسی مجمع البیان میں لکھتے ہیں۔ کہ (هَاجَرُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَوْطَانِهِمْ يَعْنِيْ مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ) ۔ پس ان سب تفسیروں کو طاقِ نسیان پر رکھدیا۔ اور ان ساری فضیلتوں کو جسے خود علمائے امامیہ نے ان آیتوں کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ نہ دیکھا۔ اور سابقون کے لفظ سے سبقت الی الموت مراد لینا۔ اور ہجرت کے معنے شعب ابوطالب میں نقل مکان کرنا کتنا نتیجۂ تقدس اور ثمرۂ اجتہاد ہے۔ دگر ہیچ

تیسرا جواب شیعوں کا آیات فضیلت صحابہؓ سے

بعض دانشمندوں نے یہ جواب دیا ہے۔ کہ جو ذکر رضامندی کا اللہ جل شانہ نے مہاجرین و انصار کی نسبت قرآن مجید میں کیا ہے۔ اوس سے سب مہاجرین و انصار مراد نہیں ہیں۔ بلکہ خاص خاص۔ گو ظاہر میں کچھ تخصیص نہیں کی۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری اپنی مصائب میں فرماتے ہیں۔

۳ اور سبب ایذا رسانی کفار کی۔ اور پھر نصرت اسلامی۔ یعنی اسلام کی مدد کرنا اپنے مال اور جان نثاری سے۔ پھر ان کا تعداد میں قلیل ہونا اور دشمنوں کی کثرت۔ یعنی باوجود تھوڑے ہونے کے بہت سے دشمنوں کا مقابلہ کرنا۔ اور پہلے لانا ایمان کا۔ اور دوسروں کو ایمان لانے کی طرف بلانا وغیرہ وغیرہ ۱۲ مولوی انعام رحمتہ اللہ علیہ

لہ السّابقون الاوّلون یعنی پیش قدمی کرنیوالے یعنی جنہوں نے عام مومنوں پر ایمان لانے میں سبقت کی من المهاجرين یعنی وہ مہاجرین جنہوں نے مکہ سے ہجرت کی۔ اور مدینہ آئے ۱۲ مشہ

پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۱۰ ترجمہ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ تعالےٰ کی راہ میں ۱۲ منہ

لہ یعنی ہجرت کی انہوں نے اپنے گھروں اور وطنوں سے یعنی مکہ سے مدینہ کو ۱۲ منہ

سورہ سیپارہ رضی اللہ عنہم ۱۲

کہ (بل ھم[1] یقولون اذ شھادتہ تعالیٰ لھم بالرضاء ومن اتبعھم باحسان یمکن ان یکون خصوصًا من قول اللہ تعالیٰ وان کان یخرج الکلام للعموم وھذا فی کتاب اللہ موجود من خطاب الخصوص وھو عموم ومن خطاب العموم وھو خصوص لمن استقام منھم دون من لم یستقم والنظر یدلنا علی ان اللہ عز وجل انما رضی عمن استقام فی طاعتہ وان الجنۃ وعدھا لمن سارع الی مرضیاتہ وتجنب عن معاصیہ ومن خرج عن ھذہ الحال کان محالًا ان یستحق الرضاء من اللہ تعالیٰ فما لھم ایضًا فی ھذہ الحال حجتہ) قاضی صاحب مؤلف نواقض الروافض سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ جو تم نے کہا کہ شیعوں کا قول ہے۔ کہ یہ بشارتیں صحابہ کے لئے مثل غصب ہونے خلافت کے ہیں۔ سو یہ تمہارا افتراء ہے شیعوں کا یہ قول نہیں ہے۔ بلکہ صحابہ کی فضیلت کی آیتوں سے شیعی یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کا اپنی رضا پر بہ نسبت اون کے شہادت دینا گو بظاہر کلام الٰہی میں عام واقع ہوا ہے۔ مگر مراد اوس سے خاص خاص لوگ ہیں۔ اور قرآن مجید میں ایسا بہت جگہ واقع ہے۔ کہ کلام عام ہے۔ اور مراد اوس سے خاص ہیں۔ یا کلام خاص ہے۔ اور مراد اوس سے عام ہیں۔ اور غور کرنے سے یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اسلئے کہ خدا نہیں راضی ہوا مگر اوس سے جو کہ اوس کی طاعت میں ثابت قدم ہوا۔ اور جنت نہیں تیار کی گئی۔ مگر اوس کے لئے جو کہ اوس کی مرضی پر چلا۔ اور اوس کے گناہوں سے بچا۔ اور جو اس حال پر ثابت قدم نہیں رہا۔ اور اس سے نکل گیا۔ محال ہے کہ وہ خدا کی رضاء کا مستحق ہو۔ پس سُنّیوں کے پاس کیا حجت ہے؟ فقط

---

[1] بلکہ وہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ شہادت اوس اللہ تعالیٰ کی واسطے اون کی رضاء کے۔ اور واسطے اوس شخص کے کہ تابعداری کی اوس نے اون کی احسان میں۔ ممکن ہے یہ کہ ہو خصوص قول اللہ تعالیٰ سے اگرچہ جاری کیا گیا ہی کلام واسطے عموم کے۔ اور یہ کتاب اللہ میں موجود ہے خطاب خصوص سے۔ اور وہ عام ہے۔ اور خطاب عموم سے۔ اور وہ خاص ہے بتلاتی ہے ہم کو یہ بات کہ واسطے اوس شخص کے کہ مستقیم ہوا اوس سے سوا اوس شخص کے کہ نہ استقامت کی۔ اور دلیل اللہ عز و جل جز این نیست کہ راضی ہوا اوس شخص سے کہ مستقیم ہوا بیچ طاعت اوس اللہ تعالیٰ کے۔ اور تحقیق وعدہ کیا ہے اوس اللہ تعالیٰ نے جنت کا واسطے اوس شخص کے کہ جلدی کی اوس نے طرف خوشی اوس اللہ کی۔ اور بچا گناہوں اوس کے سے۔ اور جو شخص خارج ہوا اس حال سے۔ محال ہے یہ کہ مستحق ہو رضا کا اللہ تعالیٰ سے۔ پس کیا چیز ہے واسطے اون کے اس حال میں حجت ۱۲ مولوی انعام اللہ سلمہ ربہٗ ؏

اس تقریر کے اخیر پر قاضی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ الحمد للہ یعنی ہم نے خوب مدلل تقریر کی۔ اور شیعوں کے قول کو خوب رد کیا۔ مگر حقیقت میں یہ قول بھی کسراب یحسبہ الظمآن ماء محض دعوکا ہے چنانچہ اوسکی غلطی میں چند وجوہ سے ثابت کرتا ہوں۔ اول قاضی صاحب نے اس امر سے انکار کیا۔ کہ شیعوں کا یہ قول نہیں ہے کہ بعد غصب خلافت کے مہاجرین و انصار اس فضیلت سے مستثنیٰ ہو گئے۔ لیکن بعد اوسکے وہ تقریر کی جس سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت بھی یہی کہتے ہیں۔ اسلئے کہ خدائے جل شانہ تو رضامندی اپنی بیان کرتا ہے ہجرت اور نصرت اور بیعت رضوان سے۔ اور یہ سب امور واقع ہو چکے تھے۔ اور بعد اون کے یہ آیات اُنہی افعال کی مقبولیت میں نازل ہوئیں۔ تو اب دو باتیں ثابت کرنی چاہئیں۔ یا یہ کہ خلفائے ثلثہ اور دیگر مہاجرین و انصار نے یہ کام نہیں کئے۔ نہ اونہوں نے ہجرت کی۔ نہ اونہوں نے نصرت اور بیعت۔ تاکہ وہ لوگ اس رضاء سے مستثنیٰ ہو جاویں۔ یا یہ ثابت کیجئے کہ بعد اس فعل کے اون سے ایسے افعال ہوئے جن کے سبب سے وہ مستحق اس رضامندی کے نہ رہے اور وہ فعل سوائے غصب خلافت اور عداوت اہل بیت کے دوسرا کوئی نہیں ہے۔ تو اس سے وہی بات ثابت ہوئی جسکا انکار کیا تھا۔ لیکن بغیر ان دو امروں سے کسی ایک امر کے اقرار کرنے کے یہ بات کہ مہاجرین کی ہجرت کو بھی قبول کرنا انصار کی نصرت کا بھی اقرار کرنا۔ اور بیعت الرضوان کی شرکت کو صحیح جاننا۔ اور ان آیات کو انہی کاموں کے صلہ میں نازل سمجھنا۔ اور پھر مہاجرین و انصار کو اوس عموم سے خارج کرنا نہ عقلاً درست ہے نہ نقلاً۔ عقلاً اسلئے کہ جب خدائے جل شانہ فرماتا ہے کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کہ میں مہاجرین و انصار سے راضی ہوا۔ اور وہ مجھ سے راضی ہوئے۔ اور اگر کوئی شک کرے کہ ہجرت و نصرت کیلئے ایمان شرط ہے۔ اور مہاجرین و انصار ایمان نہ رکھتے تھے اونکے گمان و وہم کے باطل ہونے پر خدا تعالے دوسری آیت میں فرماتا ہے۔ کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط کہ جن لوگوں نے خدا و رسول کی تصدیق کی۔ اور جو اپنے گھر مکہ چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت کر آئے۔ اور جنہوں نے اعلاء دین خدا کے لئے جہاد کیا۔ اور جنہوں نے اون لوگوں کو اپنے یہاں پناہ دی۔ اور پیغمبر خدا صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی۔ وہی لوگ سچے ایمان والے ہیں۔ پس ایسی صریح آیتوں سے مہاجرین و انصار کو خارج کرنا نصوص قطعیہ سے انکار کرنا ہے۔ اسلیئے کہ اس آیت میں خدائے تبارک و تعالے یہ نہیں بیان کرتا ہے کہ جو لوگ ایمان لاوینگے۔ اور نیک کام کرینگے۔ اونکو میں جنت دونگا۔ کہ یہاں بقائے حکم اور خصوص و عموم سے بحث کی جاوے۔ بلکہ یہاں تو ایک امر گذشتہ اور ایک گروہ خاص کے ایمان سے

خبر دیتا ہے۔ اور اون کے مؤمن ہونے کو تصدیق کرتا ہے اسلیئے کہ کوئی کچھ شبہ نہ کرے۔ اور اوس طائفہ کی
نسبت عموم خصوص کی قید نہ لگاوے۔ اور اسی لئے أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا کو فرمایا۔ کہ وہی
لوگ جنہوں نے ہجرت کی۔ اور جنہوں نے نصرت کی۔ یعنی مہاجرین و انصار وہی سچے مؤمن ہیں۔ پس یہ
جملہ خبریہ ہے۔ نہ انشائیہ۔ اور از قبیل اخبار ہے۔ نہ از قبیل امر و نہی۔ پس کسی طرح نسخ کا بھی شبہ اسمیں
نہیں ہوسکتا۔ اسلیئے اخبار میں نسخ واقع نہیں ہوتا۔ ورنہ جو قصے حضرت آدم اور حضرت موسے اور
حضرت یوسف وغیرہم انبیائے کرام علیہم السلام کے خدائیتعالے نے قرآن مجید میں فرمائے ہیں۔ سب سے
یقین جاتا رہے۔ اور انجام اور خاتمے کے معلوم نہ ہونے کا احتمال کرکے یقین اونپر نہ رکھا جاوے۔ اور
عموم اور خصوص کی قید لگاکر سارے قرآن شریف میں تحریف کردیجاوے۔ پس باوجود ایسے نص صریح
کے مہاجرین و انصار کو مؤمن نہ کہنا حقیقت میں ایسا ہے جس طرح پر انبیاء کی نبوت اور اصحاب کہف
کی فضیلت اور اخبار ماضیہ مذکورہ قرآن کی صحت سے انکار کرنا۔ کیونکہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہم اصحاب
کہف کے ایمان کے قائل نہیں ہیں۔ اسلیئے کہ معلوم نہیں کہ وہ قیامت میں نیکوں میں ہونگے۔ یا معاذ اللہ
دوسرے گروہ میں۔ اور یہ بھی ہم کو معلوم نہیں۔ کہ اونکی نیت بخیر تھی۔ یا نہیں۔ اسلیئے کہ نیت امرے
است باطنی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سب اصحاب کہف با ایمان نہ ہوں۔ اسلیئے کہ خدا کے کلام میں
اکثر عموم و خصوص ہے۔ کہ کلام عام ہوتا ہے۔ اور مراد اوس سے خاص ہوتی ہے۔ پس ایسے احمق ملحد کو جواب
میں سوائے اس کے کیا کہوگے۔ کہ خدائے جل شانہ صاف اون کے حال کی خبر دیتا ہے کہ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ
آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ۝ اور خداتعالے اون کے ایمان اور ہدایت کی صاف بہ جملہ
خبریہ خبر دیتا ہے۔ تو ایسے نص قطعی میں احتمالات کرنا اور اون میں عموم خصوص کے شکوک پیدا کرنا
خدائے تعالے کے کلام سے انکار کرنا ہے۔ پس اسی طرح پر براہ مہربانی مہاجرین و انصار کے ایمان پر
خیال کرو کہ خدائے پاک اون کے حق میں صاف فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۝ اور یہ جملہ خبریہ اُن کے ایمان کو بیان کرتا ہے۔ پس
جب ایسی نص صریح سے کوئی انکار کرے۔ اور پھر بھی مہاجرین اور انصار کو مؤمن نہ کہے۔ وہ ایسا ہی ہے
جیسا کہ منکر ایمان اصحاب کہف کا۔ یا نہیں۔ اور ایسے نصوص صریح کا منکر ملحد اور مرتد ہے۔ یا نہیں؟
ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا ۝
دلیل نقلی۔ اگر اس تقریر سے بھی آپ کا اطمینان نہ ہو۔ تو اپنے ہی مفسرین سے تصدیق اس کلام
کی سنیئے۔ کہ علامہ طوسی الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا الخ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ (ثُمَّ عَادَ سُبْحَانَهُ

پارہ ۱۰ سورہ انفال رکوع ۱۰ ترجمہ اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اللہ کی راہ میں ... وہی ہیں سچے مؤمن ۱۲ موضح

پارہ ۱۵ سورہ کہف رکوع ۲ ترجمہ یہ ہے قدرتوں سے اللہ کی جسکو راہ دیوے اللہ وہی آوے راہ پر اور جسکو
بچلاوے پھر تو نہ پاوے اوسکا کوئی رفیق راہ پر لانے والا ۱۲ موضح

الیٰ ذکرِ المهاجرین والانصار و مدحهم والثناء علیهم فقال وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ای صدقوا اللّٰه و رسولهٗ وهاجروا من دیارهم واوطانهم یعنی من مکة الی المدینة وجاهدوا مع ذٰلک فی اعلاء دین الله وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا ای ضفوهم الیهم ولنصروا النبی اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ای اولٰئك الذین حققوا ایمانهم بالهجرة والنصرة بخلاف من قام بدار الشرک) انتهی بلفظه - یعنی پھر خداتعالےٰ شروع کرتاہے مہاجرین و انصار کے ذکر کو اور اونکی مدح کرتاہے اور اونکی ثناء و تعریف فرماتاہے - کہ اٰمَنُوْا یعنی ایمان لائے - ایمان سے کیا مراد ہے - کہ تصدیق کی خدائے تعالیٰ کی اور اوس کے رسول کی - اور هَاجَرُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ یعنے اپنے گھروں سے ہجرت کی - یعنی مکے سے ہجرت کی - اور مدینہ کو آئے - وَجَاهَدُوْا یعنے اتنی ہی تکلیف پر قناعت نہ کی - بلکہ خدا تعالےٰ کے دین کو بڑھانے کے لئے جہاد بھی کیا - وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا سے کیا مراد ہے - وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اون گھر چھوڑنیوالوں کو اپنے یہاں جگہ دی - اور پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کی - پھر خدا فرماتاہے: اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۔ یعنی یہی لوگ جو کہ مہاجر و انصار ہیں سچے مؤمن ہیں - اور خدا تعالےٰ نے فقط مُؤْمِنُوْنَ نہ کہا - بلکہ آگے قید حَقًّا کی اور بڑھادی - اِسکا کیا فائدہ ہے؟ اِس حَقًّا سے یہ مراد ہے کہ اونہوں نے اپنے ایمان کو ثابت کردیا بسبب ہجرت اور نصرت کے - بخلاف اون لوگوں کے جو کہ رہ گئے دارُ الشرک میں - فقط پس کیا اب ایسی تصریح کے بعد بھی کسی کی زبان پر یہ لفظ آسکتاہے کہ مہاجرین و انصار مومن نہ تھے - اور پھر بھی کوئی شخص جرات رکھ سکتاہے - کہ یہ کہے - کہ ہجرت سے مراد شعب ابو طالب کی ہجرت ہے - یا وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ سے مراد موت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں - یا اور کسی کو یہ قدرت ہوگی - کہ اس کے سُننے کے بعد عموم و خصوص کا نام کسی کے منہ سے نکلیگا - غرضیکہ یہ کہنا شیعوں کا کہ رضامندی کے لئے حسن خاتمہ کا حال معلوم ہونا ضرور ہے - صرف دھوکا ہے - اِس لئے کہ یہ رضامندی ہی حسن خاتمہ کی شاہد ہے - اِسلئے کہ اگر خدا تعالےٰ جانتا کہ اس گروہ کا خاتمہ نیک نہ ہوگا - اور یہ فرقہ پیچھے مرتد ہوجاوے گا - اور بسبب غصب کرنے خلافت علی رضی اللہ عنہ کے - اور بوجہ چھین لینے فدک کے کافر ہوجائے گا - تو خدائے تعالےٰ کے علمِ غیب سے بعید ہے کہ وہ پھر اپنی رضامندی بیان کرتا - اور اونکے ایمان کے یہ لفظ کہکر کہ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کہ یہی لوگ جو مہاجرین و انصار ہیں سچے مومن ہیں - تصدیق کرتا جو شخص خدا تعالےٰ کی نسبت ایسا خیال کرے - وہ کافر ہے - نہ مسلمان +

خیال کرنے کی بات ہے کہ خدا تعالےٰ نے کبھی کسی منافق کی بھی تعریف کی - کسی مرتد کی بھی ثناء و صفت کی

کسی کافر کے کسی نیک کام کی ثنا و صفت کی - آخر بہت سے کافر گذرے ہیں - کہ جو سخی تھے - انصاف بھی کرتے تھے - مگر صرف اس وجہ سے کہ کافر تھے - اور کفر کی وجہ سے مستحق جہنم کے - خدا تعالے نے ایک لفظ بھی اونکی تعریف میں نہ کہا - اور اپنی رضامندی کو اونکے کسی فعل سے منسوب نہ کیا - اسلیئے کہ جب وہ جانتا تھا - کہ یہ لوگ کافر ہیں - اور آخر کار دوزخ میں بھیجنا ہوگا - تو رضامندی کا اظہار کرنا گو یا تدلیس کرنا ہے اور دھوکا دینا ہے - نعوذ باللہ من ہذہ - اگر صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم کے صرف ہجرت یا نصرت یا بیعت سے راضی ہوتا - اور باقی اون کے سارے کاموں سے یا اکثر کاموں سے ناخوش یا بلحاظ کفر و نفاق کے سبب سے اونکو دوزخی کرنا ہوتا - تو پھر لمبی چوڑی تعریفیں اون کی اور ایسی اسے درجے ثنا و صفت اون کی کرنا کس نظر سے تھا - کیا خدا تعالے نے بھی تقیہ کیا تھا - یا معاذ اللہ ظاہر میں دل خوش کرنے کے لئے اور اپنا کام نکالنے کے لئے اون سے تدلیس فرماتا تھا - یا معاذ اللہ اوس سے غلطی ہوگئی تھی - کہ بے انجام سوچے ایسے فرقے کے جو آخر کو سب کے سب مرتد ہوگئے - یا جیتے جی سب کے سب منافق تھے - اونکی ثنا و صفت کی - بیش ازیں نیست - کہ اگر خدا کو صاف کہنا منظور نہ ہوتا تو یہ فرما دیتا - کہ جن لوگوں نے ہجرت کی ہے - اور جنہوں نے نصرت کی ہے - یہ سب کے سب مومن نہیں ہیں - اور اچھے نہیں ہیں - اور سب سے میں راضی نہیں ہوں - اور جو حقیقت میں مرتے دم تک ثابت قدم رہے گا - اور جو خلافت علی اور فدک فاطمہ کو نہ چھینے گا - یا جو کہ ان واقعات دردناک کے وقوع سے پہلے سبقت الی الموت کر جاوے گا - اونہی کی نسبت میری رضامندی ہے - تا کہ کسی کو کچھ دھوکا نہ رہتا - نہ کہ بجائے اس کے اوس سارے فرقے اور کل گروہ کی ہجرت اور نصرت ہی کی تعریف کرے - اور اونکی ہجرت اور نصرت ہی کو اون کے ایمان کی حجت کی دلیل لاوے - پس اے مومنین! ذرا آیات قرآنی پر غور کرو - اور ما لہ و ما علیہ اوس کا سوچو - اور تدلیس اور تقیہ اور بدا کو خدائے پاک کی جناب میں نسبت نہ کرو - معلوم نہیں - کہ تم نے اپنے ذہنوں میں کس کو امام تصور کیا ہے - کس کو پیغمبر جانا ہے - کس کو خدا سمجھا ہے؟ کہ کسی کی نسبت سچائی اور صفائی کا اعتماد نہیں کرتے - سب کی باتوں میں دخل فصل بیان کرتے ہو - جس طرح پر تم اپنے فرضی اماموں کی نسبت تقیہ کی تہمت کرتے ہو - بعینہ ویسے ہی اپنے خدا کی شان میں تدلیس اور بدا کو منسوب کرتے ہو ورنہ ہمارے اماموں نے بھی ہمیشہ صاف معاملہ رکھا - ہمارے سچے اور ایک خدا کی بات بھی ہمیشہ ایک ہی ہے - جس کو اوس نے مومن جانا - پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہدیا - کہ یہ مومن ہیں - ان کو اپنے ساتھ رکھ - ان کو اپنا مصاحب بنا - ان سے مدد لے - ان کے گھروں میں آرام کر - اور جن کو

منافق جانا۔ اونکی نسبت صاف اپنے رسول (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) سے کہدیا۔ کہ ان کو بے ایمان سمجھ۔ اور کسی بات میں اپنا شریک نہ کر۔ کبھی اپنی صُحبت میں انکو نہ بٹھلا۔ چنانچہ خاص پیغمبرِ خدا علیہ التّحیّۃ والثّناء کے برتاؤ سے سب پر کھل گیا۔ کہ کون منافق تھے۔ اور کون مخلص تھے۔ صُحبتِ نبوی حقیقت میں ایمان کی کسوٹی تھی۔ مگر ہمارے نزدیک وہ سچّے ہیں۔ اور تمہارے نزدیک جھوٹے۔ پس دو حال سے خالی نہیں۔ یا آنکہ پیغمبرِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن مہاجرین و انصار کے نفاق کو جانا۔ اور یا آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر نفاق اُنکا نہ کھلا۔ اگر اونکا نفاق کھل گیا۔ تو اونکو اپنی صُحبت میں رکھا۔ یا نہیں۔ اگر کہو رکھا۔ تو منافق کو اپنی صحبت میں رکھنا کیا معنی۔ اور اگر نہیں رکھا۔ تو ساری حدیث اور تفسیر اور سیر اور تاریخ کو گنگا جمنا میں ڈال کر میلادِ نبوی ہی سے انکار کرنے لگو۔ اور سارے متواترات کے مُنکر ہو جاؤ۔ اور اگر اونکا نفاق نہیں کھلا۔ تو اوّل تو ان منافقین بد آفرین کرو۔ کہ کیسے ہوشیار اور چالاک تھے۔ کہ ابتدائے طلوعِ نیّرِ نبوت سے غروب کے زمانے تک اپنے نفاق میں ایسے ہوشیار رہے کہ کبھی پیغمبرِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر اونکا حال نہ کھلا۔ اور آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ کو اون کے نفاق پر اطلاع نہ ہوئی۔ اور نہ ہی جبرائیلؑ اونکی خبر لائے۔ اور نہ ہی خدا تعالےٰ نے آنحضرت پر وحی کی۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ بعد اس کے یہ خیال کرو۔ کہ وُہ منافقین کتنے تھے۔ دو چار تھے۔ یا ہزار دو ہزار۔ پس اگر ارتدت الصّحابۃ کلّھم الّا ثلٰثۃ پر نظر گئی۔ تو یہی ارشاد ہوگا۔ کہ سوائے تین چار کے باقی سب کے سب منافق یا کافر تھے۔ یا مرتد ہو گئے۔ اور اگر یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا پر خیال گیا تو کہو گے۔ کہ اگرچہ منافق بھی بہت تھے۔ مگر سچّے اور پکّے مومن بھی بارہ ہزار سے کم نہ تھے۔ بلکہ منجملہ بارہ ہزار کے سَو آدمیوں کے نام بھی بتلا دوگے۔ مگر اوس وقت یہ سوچو کہ یہ بارہ ہزار منافقوں پر غالب تھے۔ یا منافق اونپر غالب تھے اگر یہ کہو۔ کہ منافقوں پر غالب تھے۔ تو تعجب ہے کہ باوجود غلبہ کے پھر منافقوں کو پیغمبر صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جیتے جی نکال نہ دیا۔ اور اونکو ذلیل و خوار نہ فرمایا۔ اور پھر بعد پیغمبرِ خدا صلّے اللہ علیہ وسلّم کے اون منافقوں کا کسی نے مقابلہ نہ کیا۔ اور وصی برحق امامِ مطلق کا دو تین کے سوا کسی نے ساتھ نہ دیا۔ بلکہ خاص بضعۂ رسول سیّدۃ النّساء تین چار رات برابر گھر گھر پیادہ پا دوڑیں۔ اور سارے مہاجرین و انصار سے مدد چاہی۔ عمامۂ رسول بھی دکھلایا۔ جائۂ نبوی کو بھی پیش کیا۔ حسنین سے معصوم بچّوں کے حال پر بھی ترحّم کی خواہش نہ کی۔ اور خود بھی ایک دشمن کی لات کے صدمہ سے مجروح ہوئیں۔ اور ایک معصوم بچّہ شکمِ مبارک ہی میں شہید ہوا۔ اور دامادِ رسول کو منافق گلے میں رسّی ڈال کر کھینچتے لے چلے۔ اور اُدھر وہ خدا و رسول کا واسطہ دلاتے رہے۔ اور اِدھر سیّدۂ پاک دروازے سے اِس حالِ زار کو دیکھ کر وا ابناہ وا محمداہ چلّاتی رہیں۔ اور داد بیداد کا غُل ملائکہ نے سُنا۔ اِس ہنگامۂ قیامت کے دیکھنے کو سدرۃ المنتہٰی سے فرشتے دوڑے۔ اور اُن منافقوں نے کیا۔ جو کچھ کیا۔ اور اون معصوموں پر گزرا۔ جو کچھ گذرا۔ اور پھر ایسی حالت میں کہ غیروں کو رحم آجاتا ہے

دشمنوں کے دل بھی نرم ہو جاتے ہیں جس سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا۔ وہ بھی مدد پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ مظلوموں کو ظالم سے بچاتا ہے۔ مگر ایسی مصیبت اور تکلیف کی حالت میں بھی باوجودیکہ بارہ ہزار سچے پکے مومن موجود تھے جن میں سے نہ کوئی جبری تھا۔ نہ قدری۔ نہ کوئی دشمن علی تھا۔ اور علاوہ ان کے تمام بنی ہاشم بھی جن کی شجاعت و مردانگی کا رُعب سارے عرب پر غالب تھا مسلح ہتھیار بند موجود تھے۔ اور پھر بایں قوت و شوکت اور بایں شجاعت وصولت کوئی بھی اون بارہ ہزار میں سے نہ بنی ہاشم میں سے ایک بھی حمایت کو اُٹھا۔ اور نہ کسی نے وصی رسول کی مدد کی۔ اور نہ کسی نے بضعۂ نبوی کی اعانت کی۔ سب کے سب بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھا کئے۔ اور اون منافقوں کو جن کے نہ دل میں ایمان تھا۔ نہ بدن میں قوت تھی۔ نہ جن کی قریش میں کچھ عزت تھی۔ نہ جنکو کسی قسم کی فضیلت تھی۔ ہمیشہ پیغمبر خدا سے نفاق کرتے رہے۔ آنحضرت کے مارنے کی تدبیریں سوچتے رہے۔ نہ کسی لڑائی میں کبھی تلوار نکالی۔ بلکہ اپنی عمر بھر میں ایک پشہ کا خون بھی نہیں بہایا۔ مارنا کیسا۔ ساری لڑائیوں میں سے وقت پر فرار ہی اختیار کیا۔ پس ایسے لوگوں سے اُن بارہ ہزار آدمیوں کا ڈرنا۔ اور بنی ہاشم کا بھی چون وچرا نہ کرنا۔ دو حال سے خالی نہیں۔ یا آنکہ وہ بھی منافق تھے۔ اور دشمنِ اہل بیت گو خود غاصب اور ظالم نہ ہوں۔ لیکن غاصبوں اور ظالموں کے معین ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں۔ اور حسب وہ بھی منافق ٹھیرے۔ تو پھر ایمان والے تین کے تین ہی رہ گئے۔ اور یا آنکہ جتنی باتیں ہم نے تمہاری طرف سے نقل کیں۔ ان میں سے کوئی ثابت نہیں ہوئی۔ نہ کسی نے کسی کا حق غصب کیا۔ نہ کسی نے کسی پر ظلم کیا۔ بلکہ حق بحقدار دیکھکر کسی نے مخالفت کسی کی نہ کی۔ اور سب کے سب مہاجرین و انصار مومن اور مخلص تھے۔

پس اے حضرات شیعہ! سوائے ان صورتوں کے اور کوئی دوسری صورت ہی نہیں تھی۔ جس سے حفاظت ہو سکے۔ یا تو سب مہاجرین و انصار کو کافر کہو۔ منافق جانو۔ اور یا سب کو مومن اور مخلص کہو۔ وانیٰ لہم ذٰلک۔ مگر کبھی یہ کہنا کہ سب منافق تھے۔ اور کبھی یہ فرمانا۔ کہ بارہ ہزار باایمان صحابی تھے۔ اور کبھی یہ ارشاد کرنا۔ کہ پیغمبر خدا کے مرتے ہی سب مرتد ہو گئے۔ اور کبھی یہ کہنا۔ کہ بعد خلیفہ سوم کے پھر لوگ تائب ہو گئے تھے اور پھر رجوع ایمان کی طرف لے آئے تھے۔ اور مثل اسکے ہر موقع اور ہر مقام پر رنگ بدلنا۔ اور بات بات میں دو رنگی کرنا عقل کے بھی خلاف ہے۔ اور ایمان کے بھی۔ اور حیا کے بھی مخالف ہے۔ اور انصاف کے بھی۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے ساری عمر تو پیغمبر خدا کی صحبت پائی۔ اور تمام زندگی میں اپنے حضرت کی نصیحت سنی۔ اور غاروں میں حضرت کے شریک رہے۔ اور جہادوں میں مارنے مرنے پر مستعد رہے۔ وہ سب کے سب پیغمبر خدا کے وفات فرماتے ہی مرتد ہو جاویں۔ اور اگر کچھ لوگ رہ جاویں۔ تو وہ خاندان نبوی پر ایسا ظلم صریح ہوتا ہوا دیکھ کر نہ زبان کو منہ سے۔ نہ ہاتھ کو آستین سے نکالیں۔ اور پھر باوجود ایسی ارتداد

صریح اور واجب القتل ہونے کے بعد پچیس برس کے جب حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ خلیفہ ہوں تب پھر توبہ کریں۔ اور حضرت رض کے شریک ہوجاویں۔ اور تم اونکی توبہ کو قبول کرو۔ اور اون کو باایمان کہو۔ اور انکو جنتی جانو۔ کیا خوب عقیدے ہیں آپ کے۔ اور کیا اچھی باتیں ہیں آپ کی جو آپ ہی کو زیبا ہیں۔ شعر

اے دہانت زلب ولب زدہاں شیریں تر   خندہ شیریں وسخن گفتن از اں شیریں تر

یہ جو کچھ میں نے لکھا۔ اوس کی لفظ لفظ کی شرح باب امامت میں ہوگی۔ اور اس اجمال کی تفصیل ایسی کی جاوے گی۔ کہ کسی شیعی کی زبان سے بجز بجا و درست کے کچھ اور نہ نکلے۔ مگر اس مقام پر دو چار فقرے لکھتا ہوں۔ تاکہ اسکا حال لوگوں کو معلوم ہوجاوے +

اِعْلَمُوْا یَا اَیُّهَا الْخَلَائِقُ هَدَاکُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ کہ شیعوں نے اول یہ دعوےٰ کیا۔ کہ خلافت حق جناب امیر علیہ السلام کا تھا۔ اور پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے انکو اپنی عین حیات میں اپنا خلیفہ کردیا تھا۔ مگر خلفائے ثلٰثہ نے اونکا حق چھین لیا۔ اور یکے بعد دیگرے خود خلیفہ بن بیٹھے۔ اور خلافت کو اصول دین میں داخل کیا۔ کہ اوسکا منکر گویا توحید اور نبوت کا منکر ہے۔ پس اس اصول سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ خلفاء ثلٰثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کافر ہوگئے۔ ونعوذ باللہ منہ۔ اور چونکہ ایک لاکھ آدمی سے زیادہ مسلمان عہد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ اور جس میں سے ہزاروں مہاجرین و انصار اور بیعت الرضوان والے تھے۔ سبھوں نے خلیفہ اول کی بیعت کی۔ تو اونکی نسبت بھی ارتداد کا حکم قائم کیا۔ اور سب کو معاذ اللہ مرتد ٹھیرایا۔ اور چونکہ اس کیلئے کسی امام کا قول چاہیے۔ اسلئے اماموں کی طرف منسوب کیا۔ کہ ائمہ کرام نے فرمایا ہے۔ کہ بعد وفات پیغمبر خدا کے سب اصحاب مرتد ہوگئے۔ مگر تین۔ اور حضرت علیؑ ایسے مجبور ہوگئے۔ کہ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر چالیس آدمی جانباز میرے شریک ہوتے۔ تو میں مقابلہ کرتا جب سب اصحاب کے ارتداد کا دعوےٰ کیا۔ اوسوقت آیات کلام اللہ پر نظر کی۔ تو دیکھا۔ کہ وہ تمام مہاجرین و انصار کی مدح و ستائش سے بھرا ہوا ہے۔ اسلئے اوسمیں تاویلات کرنا شروع کیں۔ مہاجرین کے یہ معنی لئے۔ کہ مراد اوس سے شعب ابو طالب کی ہجرت کرنے والے ہیں۔ یا عیشہ کے ہجرت کرنیوالے۔ انصار سے یہ معنی لئے کہ وہی ساٹھ یا ستر آدمی مراد ہیں جو کہ اول اول مکہ معظمہ میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تھے۔ اور سابقون کے یہ معنی بنائے۔ کہ مراد اون سے وہ لوگ ہیں جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ہی مرچکے تھے۔ جب یہ خیال کیا۔ کہ آخر یہ سب تعریفیں اصحاب کی جو خدا کی کتاب میں ہیں انکا مصداق کسی کو کرنا چاہئے۔ تو جہاں تک ہوسکا۔ اون آیتوں کو صرف شان میں حضرت علی مرتضیٰ کے قرار دیا۔ اور جو کچھ خلافت کا وعدہ خدا تعالےٰ نے اصحاب سے کیا تھا۔ اوسکو امام مہدی آخر الزمان کے عہد پر حالا۔ اور جو شوکت و نصرت اور غلبہ اسلام کا خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا تھا۔ اور جسکا ظہور خلفائے ثلٰثہ کے

ہاتھ سے ہوا تھا اوسکو امام صاحب کے ظہور پر ملتوی کیا۔ باقی وہ آیتیں رہ گئیں جن کا مصداق سوائے اصحاب نبوی کے اور کوئی نہ ہوسکا تب یہ اقرار کیا۔ کہ مراد اس سے وہ اصحاب ہیں۔ جو ایمان پر ثابت قدم تھے۔ اور جن کے اعمال بھی اچھے تھے۔ اور بہت سی آیتوں کو جن میں کثرت اصحاب اور غلبہ اہل اسلام کا ذکر ہے۔ دیکھ کر کوئی چارہ سوائے اس کے نہ پایا۔ کہ تین کو چھوڑیئے۔ اور دو چار ہزار اصحاب کی خوبیوں کا اقرار کیجیے۔ چنانچہ یہ سمجھ کر اور اہل سُنت کی دار وگیر سے تنگ ہو کر اور کچھ خدا تعالےٰ سے شرما کر آخر شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی نے کتاب خصال میں یہ اقرار کیا۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ ہزار اصحاب تھے جن میں سے آٹھ ہزار مدینہ کے اور دو ہزار غیر مدینہ کے اور دو ہزار اور آزاد اور رہا کیئے ہوئے جن میں نہ کوئی قدری تھا۔ کہ جبر کا قائل ہو۔ اور نہ کوئی معتزلی تھا۔ نہ کوئی صاحب الرای تھا۔ بلکہ سب کے سب نہایت نیک اور پاک تھے۔ رات دن خدا تعالےٰ کے خوف میں رویا کرتے تھے۔ اور خدا تعالےٰ سے دُعا کرتے۔ کہ الٰہی قبل اسکے کہ ہم روٹی میدے کی کھاویں ہماری رُوح کو قبض کر لینا۔ لیکن اسمیں بھی کیا ہوشیاری کی۔ کہ بوجہ خلفاء ثلثہ کے مکے والوں کا کچھ ذکر نہ کیا کہ وہاں کے بھی کچھ لوگ مسلمان تھے۔ یا نہیں۔ گویا باوجود اس کثرت کے بھی اون بیچاروں کو خارج ہی رکھا۔ خیر بہر حال جب کسی سُنی نے اعتراض کیا۔ کہ عجب مذہب ہے تمہارا کہ اصحاب نبوی کو جنکی تعریف سے قرآن بھرا ہوا ہے کافر اور مرتد کہتے ہو۔ تو جواب میں وہی روایت پیش کر دی۔ کہ ہم بارہ ہزار اصحاب کو با ایمان جانتے ہیں۔ اور ساری آیتوں اور احادیث اور اقوال کے مصداق کے لئے اُن بارہ ہزار کے ایمان کا اقرار کیا۔ اور بعضوں نے یہ خیال کر کے کہ اگر کوئی نام اُن کے پوچھ بیٹھے۔ تو کیا جواب دینگے۔ ایک فہرست بھی تیار کی جس میں سو اصحاب کے نام لکھے۔ مگر خدا تعالےٰ کے فضل سے وہ فہرست بھی ایسی ہے کہ جس کے دیکھنے سے ہنسی آتی ہے۔ بعضے تو وہ لوگ ہیں۔ جو قبل ہجرت کے مر چکے تھے۔ اور بعضے وہ لوگ ہیں جو ہجرت کے وقت کافر تھے۔ اور بعضے وہ لوگ ہیں جو جنگ بدر میں کافر ہونے کے سبب سے پکڑے آئے تھے۔ اور اون سے فدیہ لیکر اونکو چھوڑا تھا۔ اور بعضے ایسے ہیں۔ جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت شائد نابالغ ہوں گے۔ اور بعضے وہ ہیں جنکو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذلیل وخوار فرمایا ہے۔ یا خائن اور بد دیانت کہا ہے۔ خیر بہر حال دکھلانے کے واسطے سو نام کی فہرست تیار کی۔ الا باقیوں کی نسبت کہا۔ کہ شیخ اعظم محمد بن علی بن حسن بن بابویہ قمی نے اسماء الرجال کی کتابیں تیار کیں ہیں۔ اُس میں بہت اصحاب کے نام ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ناصبیوں نے جلا دیں۔ اور اب اونکا پتہ نہیں چلتا +

غرضیکہ اب دو دعوے جو ایک دُوسرے کے مخالف تھے۔ حضرات نے کئے۔ کہ ایک دعویٰ تو یہ کیا کہ سب اصحاب مرتد ہو گئے۔ اور دوسرا دعویٰ یہ کیا۔ کہ بارہ ہزار اصحاب نہایت نیک اور پاک تھے۔ اور دونوں متناقض روایتوں پر جب اہل سُنت نے اعتراض کیا۔ تو اب حدیث ارتدت الصحابۃ کلھم الا ثلثۃ کے معنی بناتے۔ کہ یہ جو

امام نے فرمایا ہے کہ سب اصحاب سوائے تین کے مرتد ہو گئے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ سب کافر ہو گئے۔ بلکہ
تین فریق ہو گئے تھے۔ ایک فریق تو صاف مرتد ہو گئے۔ یعنی دین سے پھر گئے۔ اور بعضے ضروریاتِ اسلام کے منکر
ہوئے۔ اونکے ارتداد کا نام ارتداد دینی رکھا گیا۔ اور دوسرا فریق اخلاق حمیدہ اور صفاتِ پسندیدہ کا تارک ہوا۔
یعنی جو افعال حسنہ اور اعمالِ صالحہ اور خصوص محبت ساتھ اہل بیت کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رکھتے
تھے۔ اوسے چھوڑ دیا۔ اور نصرت اور اعانت ذریت حضرت سید المرسلین کی نہ کی۔ اور اوسکے ترک میں مداہنت
کی۔ اس ارتداد کا نام ارتداد خلقی رکھا گیا۔ اور تیسرا فریق وُہ قرار دیا گیا۔ جس نے حقوقِ اہل بیت کو غصب کیا
اور علی مرتضیٰ کا اور فاطمہ زہرا کا حق چھین لیا۔ اور عترتِ نبوی کو ستایا۔ اس کا نام ارتدادِ ایمانی رکھا یعنی ایمان کو
چھوڑ دیا۔ گو ظاہر میں اسلام کا نام اونپر باقی رہا۔ پس اس حکیمانہ تقریر سے دونوں مختلف حدیثوں یا روایتوں
کو تطبیق دیا۔ کہ جس حدیث میں ارتداد کل صحابہ کا ذکر ہے۔ اوس سے ارتداد دینی اور ارتداد ایمانی مراد ہے۔ اور جس
روایت میں بارہ ہزار اصحاب کا ذکر ہے۔ وہ اس زُمرہ میں داخل نہیں ہیں۔ جن پر ارتداد دینی کا اطلاق ہے
بعد اوس کے جب یہ خیال کیا۔ کہ منجملہ ان تینوں فریق کے دو فریق تو حقیقت میں دین و ایمان سے محروم ہوئے۔
ایک فریق رہ گیا۔ جن کے ارتداد کا نام ارتداد خلقی رکھا گیا۔ اونپر بھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اونہوں نے کیوں علی مرتضیٰ
کی اعانت نہ کی۔ اور اوس جم غفیر نے محبت اہل بیت کی کیوں چھوڑ دی۔ اور ایسے ظلم صریح کو دیکھ کر معاندین
کا مقابلہ نہ کیا۔ تب اکثر نے اسکا اقرار کیا۔ کہ حقیقت میں کوئی سچا اور کامل ایمان والا نہ رہا تھا۔ اور جب حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے چند شخصوں نے اعانت کا وعدہ کیا۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے اونکا امتحان لیا۔ تو وہ بھی امتحان
میں پورے نہ اُترے۔ اسلئے حقیقت میں ترکِ اعانت اہل بیت سے وہ بھی مرتد ہو گئے۔ اور صرف دو تین سچے رفیق
رہ گئے۔ مقداد سلمان ابو ذر۔ اور بعضوں نے ان کو بھی اُڑا دیا۔ اور سچا دوست ایک مقداد ہی کو قرار دیا۔ جبکہ
پھر خیال کیا۔ کہ آخر بعد تین خلیفوں کے اصحاب نبوی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ تو اگر وہ اول سے
مخالف ہوتے۔ تو کیوں چوتھی دفعہ اونکو خلیفہ کرتے کیا کوئی چوتھا آدمی باقی نہ رہا تھا۔ تب یہ مضمون تراشا۔ کہ یہ
لوگ اول دہلہ میں مرتد ہو گئے تھے۔ مگر بعد اندک مُدت کے بہ بدرقہ عنایت ایزدی حق کی طرف رجوع لائے
اور اونہوں نے توبہ کی۔ اور ہدایت پائی۔ اور اپنے حق اور راہِ راست پر ثابت قدم ہو گئے۔ لیکن یہ روایات
اور احادیث کُتب شیعہ میں ایسی ایک دُوسرے سے مخالف ہیں۔ کہ کسی کی تصدیق کرنی موافق اصول شیعہ کے
محالات سے ہے۔ اسلئے کہ بڑے بڑے فقہاء اور مجتہدین اونکے اسی بات کے معتقد رہے کہ جس نے نص
نبوی کو سنا۔ اور پھر منکر خلافت ہوا۔ وہ اسلام سے بھی خارج اور واجب القتل ہو گیا۔ بہر حال جوڑ توڑ
کر کے بہت سی باتیں بنائیں۔ اور دس پانچ ہزار کو اصحاب نبوی میں شمار کیا۔ مگر بفحوائے وَلَا يُصْلِحُ الْعَطَّارُ مَا

افسدہ اللہ — جو سلسلہ ایمان کا اونکے بزرگوں نے توڑا تھا۔ وہ پھر نہ جڑ سکا۔ اور اب تک اس بات کا کسی
شیعہ سے جواب نہ ہؤا۔ کہ جو لوگ غصب کرنیوالے حقوق اہل بیت کے تھے۔ وہ تو صرف تین ہی آدمی تھے۔ باقی جو
ہونگے۔ وہ اونکے معین اور مددگار ہونگے۔ تو اگر اون کے معین و مددگار بہت نہ ہوتے۔ تو وہ کیوں حق اہل بیت
غصب کرنے پاتے۔ اور اگر بہت تھے۔ تو کچھ بھی اونکے مخالف تھے۔ یا نہیں۔ اگر کچھ لوگ بھی مخالف نہ تھے
تو وہی ارتدت الصحابۃ کلھم کا مضمون صادق آیا۔ اور اگر دس پانچ ہزار آدمی اون سے مخالف تھے۔ تو پھر
اونہوں نے تلوار کا تلوار سے۔ زبان کا زبان سے۔ لشکر کا لشکر سے بمقتضائے السن بالسن والجروح قصاص
مقابلہ کیوں نہ کیا۔ پس معلوم ہؤا۔ کہ مخالفین اون خلفائے جور کے بہت ہی کم تھے۔ اسلئے بعض روایات میں
آیا ہے۔ کہ علی مرتضیٰ فرماتے ہیں۔ کہ بعد پیغمبر خدا کے سبھوں نے وصیت نبوی کو بھلا دیا۔ اور ایمان کو چھوڑ دیا
کوئی بھی مجھے ایسا نظر نہ آیا۔ جس کے بھروسے میں مخالفین کا مقابلہ کرتا۔ تو اس صورت میں وہ دعوے
کہ بارہ ہزار اصحاب ایسے تھے جو رات دن روتے تھے۔ باطل ہؤا۔ اس لئے اگر دو چار ہزار بھی اون میں
سے اوس وقت تک زندہ ہوتے۔ تو وہ کچھ مدد کرتے۔ یا نہ کرتے۔ شاید اون کو رونے سے فرصت
نہ ملی ہوگی۔ اور گوشۂ عبادت سے نکلنا مناسب نہ تصور کیا ہوگا۔ مگر وہ وقت جب کہ فاطمہ زہرا روتی
پھرتی تھیں۔ اور گھر گھر علی مرتضیٰ کے ساتھ مدد مانگتی پھرتی تھیں۔ وہ وقت رونے کا۔ اور گوشہ نشینی کا تھا یا کہ
تلوار ہاتھ میں لے کر غاصبین کے مارنے کا۔ اور ذریت نبوی کو ظلم و ستم سے بچانے کا۔ اور اگر کہا جاوے کہ انہوں
نے پیچھے توبہ کر لی۔ اور علی مرتضیٰ کا ساتھ دیا۔ کہ آخر اونہیں میں سے ہزاروں آدمی جنگ صفین میں مارے گئے۔
اور ہزاروں آدمی معاویہ امیر شام کے مقابلہ میں علی مرتضیٰ کی طرف سے قتل ہوئے۔ تو اونکی توبہ پر کیا بھروسہ
ہو سکتا ہے۔ اسلئے کہ جب اصل وقت پر اونہوں نے دغا دی۔ اور بضعۂ نبوی کو ظلم و ستم سے نہ بچایا۔ اور پچیس
برس تک خلفائے جور کی بیعت کرتے رہے۔ تو اون کے ایمان پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے۔ اور سوائے اس کے
کہ یا اونکو ارتداد کی حالت پر رہنے دیا جائے۔ یا اونکے ارتداد کا نام ہی نہ لیا جائے۔ اونکی نسبت اوّل ایمان
کی نسبت کرنا۔ پھر بیچ میں مرتد بنانا۔ پھر توبہ کر کے ایمان کا اُن پر اطلاق کرنا۔ اور طلاق رجعی کی طرح نکال دینا
اور داخل کر لینا دین کو بازیچۂ طفلان بنانا ہے ✦

غرضیکہ اصحاب نبوی تو اس حیص بیص میں پڑ گئے۔ اور اب تک پڑے ہوئے ہیں۔ کوئی سب کو کافر
بناتا ہے۔ دو تین کو پکا ایمان والا کہتا ہے۔ کوئی بارہ ہزار کو با ایمان کہکر اپنی دینداری ظاہر کرتا ہے۔ مگر ہر چند
باتیں بناتے ہیں۔ کوئی بات نہیں بنتی۔ خیر اصحاب نبوی کو چھوڑو۔ اب خاص علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی
طرف خیال کرو۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ قبلہ! اونکا بھی وہی حال ہے کہ جب انہوں نے

بیعتِ خلفاءِ ثلثہ کی کرلی۔ تو اونکی بیعت سے ثبوت خلافت کا ہوگیا۔ اور جب ثبوت خلافت ہوگیا۔ تو مذہب تشیع باطل ہوا۔ اسلئے یہ مضمون تراشا گیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خوشی سے بیعت نہیں کی۔ بلکہ جب یہ کیفیت ہوئی۔ کہ **ابیات**

بدستِ عمر بود یک ریسماں ۔۔۔ دگر در کفِ خالدِ پہلواں

فگندند بر گردنِ شیرِ نر ۔۔۔ کشیدند او را برِ بوبکر

اور کشاں کشاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے۔ اور باوجودیکہ راہ میں بہت سے معجزات دکھائے گئے۔ اور پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء نے قبر مبارک سے ہاتھ بھی نکالدیا۔ اور ہاتف غیبی نے مرثیہ بھی پڑھا۔ اور کسی نے کچھ نہ سُنا۔ تب بمجبوری حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ جب مجبوری کے لفظ کو شان میں علی مرتضیٰ کے نقص اور عیب خیال کیا۔ کہ باوجودیکہ وہ خدا کے شیر تھے۔ اور شجاعت اور مردانگی میں نظیر نہ رکھتے تھے۔ اونکا مجبور ہونا کیسا۔ تب دوسرا مضمون تراشا گیا۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کو وصیت کر گئے تھے۔ کہ تم خلفائے ثلثہ سے مقابلہ اور مقاتلہ نہ کرنا۔ اسلئے حضرت نے مقابلہ نہ کیا۔ ورنہ اگر پیغمبر خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وصیت نہ ہوتی۔ تو پھر لوگ تماشا دیکھتے۔ اور ذوالفقار علی کے جوہر نکلتے۔ مجبوری تھی۔ کہ پیغمبر خدا کی وصیت کے خلاف علی مرتضیٰ کچھ مقابلہ نہ کرسکتے تھے۔ جب یہ اندیشہ ہوا۔ کہ لوگ کہیں گے۔ کہ پیغمبر خدا نے ایسی وصیت کیوں کی تھی جس کے اوپر عمل کرنے سے دین ہی غارت ہوا۔ اور خاندانِ نبوی تہ و بالا ہوگیا۔ اور کفار منصب خلافت کے غاصب ہوگئے۔ تو اُس کے لئے ایک حدیث بنائی۔ کہ جس کا یہ مضمون ہے۔ کہ اللہ جل شانہٗ نے خاص جبرائیل کی معرفت اپنا نامہ علی مرتضیٰ کے لئے بھیجا۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سب کو ہٹا کر رسول اور وصی کو وہ نامہ دیا۔ اور قبل دینے کے بہت سے عہد لئے۔ اور قسمیں لیں جبکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اطمینان ہوگیا۔ کہ ضرور اسپر عمل ہوگا۔ تب چپکے سے وہ نامہ خدا کا دیا۔ اوس میں لکھا تھا۔ کہ تم خلفائے ثلثہ کے مقابلہ میں تلوار نہ لینا۔ اسلئے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مقابلہ نہ کیا۔ اور جب یہ خیال کیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر شام کے مقابلہ میں کیوں تلوار لی۔ اور ہزاروں آدمیوں کو قتل کیا۔ تب اوس نامہ میں یہ مضمون اور بڑھا دیا۔ کہ امیر شام اور خوارج کے مقابلے میں تلوار لینا۔ اور خوب گردنیں اُن کی اڑانا ٭ سبحان اللہ! کیا نامہ تھا۔ اور کیا مضمون تھا۔ کہ ایک فریق سے مقابلے کا حکم۔ دوسرے سے سکوت و خاموشی کی وصیت۔ اختیار تھا۔ کہ جو چاہتے۔ وہ اس نامہ میں اور بڑھا دیتے۔ **شعر**

ایں سخن را چوں تو مبدا بودہ ۔۔۔ گر بیفزاید تو آں افزودہ

بہرحال جب کسی نے یہ پوچھا کہ خداتعالیٰ نے ایسی وصیت جسکا مضمون مختلف ہے۔ کیوں کی۔ اوسکا یہ جواب دیا۔ کہ خدا کی حکمت خداہی جانتے۔ بندے کی کیا قدرت ہے جو اوس کے اسرار اور حکمتوں سے واقف ہو۔ ایمان والوں کا کام ہے بے چون وچرا اوسکی باتیں مان لینا۔ نہ کی اوسکی حقیقت اور سبب کا پوچھنا۔ اور اس کے واسطے ہزاروں آیات اور لاکھوں احادیث کی سند موجود ہے *

خیر بہرحال اس نامہ کی بدولت شجاعت بھی حضرت امیرؑ کی قائم رہی۔ اور بیعت کا عذر بھی مقبول ہوگیا اور خلافت بھی خلفائے ثلثہ کی حق نہ ہونے پائی۔ اور جب کسی سُنّی جاہل نے اعتراض کیا کہ علی مرتضیٰ نے بیعت کیوں اختیار کی؟ تمہارے نزدیک تو خلفائے ثلثہ معاذ اللہ مرتد تھے۔ اور بیعت تو فاسق کی حرام ہے۔ اردو کے مرثیہ پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ اسی واسطے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یزید کی بیعت نہ کی۔ اور جب اوس نے بیعت کرنے کے لئے لکھا۔ تب آپ نے انکار کیا۔ اور فرمایا۔ شعر

سب جانتے ہیں بیعتِ فاسق حرام ہے اوس کا نہیں پیام اجل کا پیام ہے

تو باوجودیکہ خود امام شہید ہوئے۔ اور سارا خاندان بھوکا پیاسا شہید ہوا۔ مگر چونکہ یزید فاسق تھا حضرت نے اوسکی بیعت نہ کی۔ تو اگر خلفائے ثلثہ بھی فاسق ہوتے۔ چہ جائے مرتد ہونے اور کافر ہونے کے۔ تو اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کس طرح بیعت کرتے؟ تو اوس سے کہدیا کہ تم جاہل ہو۔ نہیں جانتے حضرت علی کے لئے خاص ایک نامہ خدا کا آیا تھا۔ اوس میں نہایت تاکید کے ساتھ صبر کی اور عدم مقابلہ کی وصیت تھی۔ اور جب کسی نے کہا کہ امام حسین نے کیوں اوسپر عمل نہ کیا۔ تب کہدیا۔ کہ اُنکے لئے دوسرا صحیفہ تھا۔ انکو یہی حکم تھا۔ کہ تم بیعت نہ کرنا۔ شہید ہو جانا۔ تم سُنّی خارجی دشمنِ اہل بیت ہو۔ تم ائمہ کے حال سے کیا واقف ہو۔ یہ راز کی باتیں ہیں۔ انبیاء اور ملائکہ تو اس کے متحمل ہی نہیں ہوئے۔ یہ خاص حصّہ شیعوں اور کوفیوں کا ہے۔ ہر امام کے لئے خداتعالےٰ نے جدا صحیفہ بھیجا تھا۔ اور سب باتیں جو انکو کرنی چاہئیں۔ وہ اوس میں لکھی ہوئی ہیں۔ پس ہر امام کا اوسپر عمل تھا۔ ہمارے کیا امام تمہارے سے خلیفہ تھے۔ کہ جن کو سوائے خدا کے دُوسرے سے کچھ پوچھنے کی حاجت ہوتی۔ سب علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ اونکو حاصل تھا۔ بلا واسطہ جبرائیلؑ کے خدا سے وہ باتیں کیا کرتے تھے۔ اور سارے کام اور تمام افعال اُن کے خدا کی اجازت سے اوس کی مرضی کے موافق ہوتے تھے۔ پس جس طرح حضرت آدم سے لیکر خاتم النبیین تک سب اولوالعزم پیغمبروں کے جُدا جُدا صحیفے اور علیحدہ علیحدہ کتابیں خدا نے بھیجیں۔ اسی طرح پر سب ائمہ کو جُدا جُدا صحیفے بھیجے۔ اسی واسطے اون کا عمل ایک دُوسرے کے موافق نہ تھا۔ اگر ائمہ کے اختلاف عمل پر تم کو شبہ ہو۔ تو جو اختلاف پیغمبروں کی شریعتوں میں ہوا۔ اوسپر بھی شبہ کرو۔ بہرحال اس امر میں حضرات شیعہ بڑے موحد اور صابر اور متوکل علی اللہ بن گئے۔ بیچوں و چرا

سارے افعالِ ائمہ کو محمول اُنکے صحائفِ آسمانی پر کردیا۔ اور اپنی دوستی پر ساتھ اہلِ بیت کے اِسی کو شاہد کیا۔
یہ حال تو ائمہ کا ہوُا۔ اب باقی کیفیت خلفاء اور اصحاب کی سُنیئے۔ کہ بعضوں نے تو اُن کے اعمالِ حسنہ سے بھی
انکار کیا۔ اور کہا۔ کہ کوئی نیک عمل کبھی اون سے صادر ہی نہ ہوُا۔ اور بعضوں نے جب اس امر کو متواترات کا
انکار خیال کیا۔ تو اقرار کیا۔ کہ بیشک وہ ظاہری اعمال کے بڑے پابند تھے اور روزہ نماز وغیرہ کے کامل مقید
تھے۔ اور چال چلن اونکے ظاہر میں بہت ہی اچھے تھے۔ مگر تاکہ اس سے اونکی فضیلت ثابت نہ ہو۔ اور مستحقِ
ثواب نہ ٹھیریں مسئلہ طینت کا ایجاد کیا۔ یعنی ائمہ کی طرف منسوب کردیا۔ کہ حدیث میں آیا ہے کہ امام باقر علیہ
السلام فرماتے ہیں۔ کہ حق تعالےٰ سُبحانہ نے ایک پاک زمین پر سات دن تک شیریں پانی جاری کیا۔ پھر ہمارے
خمیر کو اوس سے جُدا کیا۔ اور اوسکی تلچھٹ سے شیعوں کی مٹی بنائی۔ اور پھر ایک دُوسری ملعون زمین میں شور پانی اُسی
طرح جاری کیا۔ اور اوس سے ہمارے دشمنوں کا خمیر بنایا۔ پس اگر وہ سب الگ رہتے۔ تو کبھی کسی شیعہ سے گناہ
نہ ہوتا۔ اور سب شیعی ہماری ہی طرح معصوم ہوتے۔ اور کسی سُنی ناصبی ہمارے مخالف سے کوئی نیک کام
نہ ہوتا۔ سب ظاہری کافر رہتے۔ مگر خدا نے دونوں مٹیوں کو خلط ملط کردیا۔ اور کچھ پاک مٹی ناپاک مٹی میں مل
گئی۔ اسلیئے جو شیعی گُناہ کرتے ہیں۔ وہ اثر سُنیوں اور ناصبیوں کی ناپاک مٹی کا ہے۔ اور جو ناصبی اعمالِ صالحہ
کرتے ہیں۔ وہ اوس پاک مٹی کا اثر ہے۔ جو شیعی ہے۔ مگر جب قیامت کا دن ہوگا۔ اور خدا اپنا عدل ظاہر کریگا۔
تو جس کی مٹی سے جو عمل ہوُا ہے۔ وہ اوسکو دیگا۔ شیعوں کے گناہ ناصبیوں کے سر پر پڑینگے۔ کیونکہ انہیں کمبختوں
کی مٹی کے اثر سے ہوئے تھے۔ اور ناصبیوں کے نیک کام سب شیعوں کو مل جاویں گے۔ کیونکہ انہیں کی پاک مٹی
کی تاثیر سے ہوئے تھے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ جب مَیں نے امام سے یہ سُنا۔ تو کہا۔ مَیں قربان ہوں آپ کے یاحضرت!
سُنیوں کے نیک کام سب ہم کو مل جائیں گے۔ اور ہمارے گناہ سب اون کے سر پر پڑیں گے۔ امام نے فرمایا
خدا کی قسم ہے ضرور بالضرور ایسا ہی ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ مَیں نے امام سے پُوچھا کہ یا حضرت! قرآن مجید میں
بھی کچھ اسکا ذکر ہے۔ امام نے فرمایا۔ واہ! وہ بھی کوئی بات ہے جو قرآن مجید میں نہ ہو۔ دیکھو اس آیت کو کہ
اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط کہ خدا بدل دیگا اونکے گناہوں کو
نیکیوں سے۔ اسکا یہی مطلب ہے۔ غرضیکہ اس مسئلہ طینت کی بدولت اصحاب نبوی اور تمام سُنیوں کے جو
قیامت تک ہوں گے سارے اعمال حسنہ شیعیانِ علی کے حصے میں آگئے۔ اور اونکی ہجرت اور نصرت اور
جہاد وغیرہ جس کی جابجا خدا نے قرآن مجید میں تعریف کی ہے۔ وہ گھر بیٹھے شیعوں کو مل گئے۔ اور وہ بیچارے
باوجود ان محنتوں مشقتوں اور کوششوں کے محروم اور بےنصیب رہے۔ نعوذ باللہ من ھفواتھم۔ پس
جو اہلِ سُنت اصحاب نبوی کے اعمال پر بہت ناز کرتے تھے۔ اور اونکی ہجرت و نصرت کو بار بار اُنکی فضیلت میں

بیان کرتے تھے۔ اون کا تو مُنہ مسئلۂ طینت سے بند کیا گیا ۔ اب باقی رہی ایک اور بات۔ کہ خدا نے جابجا قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ جو منافق ہیں۔ وہ ذلیل وخوار ہوں گے۔ اور قتل کئے جائیں گے۔ اور مارے جاوینگے اور اصحاب نبوی باوجودیکہ منافق تھے (و نعوذ باللہ من ذٰلک) خلیفہ ہوئے۔ اور اون کی عزت و شوکت زیادہ ہوئی۔ تو یہ وعدہ خدا کا پورا نہ ہؤا۔ پس یا خدا کو جھوٹا کہنا لازم آتا تھا۔ یا اصحاب کے نفاق سے انکار کرنا پڑتا تھا۔ اِسلئے بمقتضائے **مصرع** ہم لعل بدست آید و ہم یار نہ رنجد ۔ خدا کا کلام بھی سچا ہو۔ اور اصحاب نبوی کا نفاق بھی قائم رہے۔ مسئلہ رجعت کا بنایا گیا ۔

مسئلہ رجعت کا یہ ہے۔ کہ جب امام مہدی ظاہر ہوں گے۔ تب پیغمبر صاحب زندہ ہونگے۔ اور سارے اچھے اور پاک نیک لوگ زندہ ہونگے۔ اور حضرت خاتونِ جنت زندہ ہوں گی حضرت علی زندہ ہوں گے۔ اُسوقت خلفائے ثلٰثہ قبروں سے نکالے جاویں گے۔ اور اون پر مقدمہ دائر ہوگا۔ ایک طرف سے حضرت علی رض اپنا دعوےٰ پیش کریں گے۔ کہ میری خلافت غصب کی۔ دُوسری جانب سے حضرت فاطمہ خاتونِ جنت مدعی ہونگی کہ مجھے مجروح کیا۔ محسن کو شہید کیا۔ باغ فدک کو چھینا۔ غرضیکہ بعد ثبوت کامل یہ حُکم ہوگا۔ کہ یہ لوگ درخت سے لٹکائے جاویں۔ اور اون کو پھانسی دی جاوے ۔ اور کیا کہا جاوے۔ ایسی خرافات واہیات باتیں ان مردودوں نے لکھی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے مُسلمان کے بدن پر لرزہ ہوتا ہے۔ غرضیکہ اون کے نزدیک اوسوقت خدا کا وعدہ پُورا ہوگا۔ اور تب اون کی ذلت کامل ہوکر لوگوں پر اون کے نفاق کا حال کھُلے گا۔ اور پھر اس مسئلہ رجعت کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ فرقۂ حقۂ اثنا عشریہ کے عقائدِ خاص سے ہے اور سب فرقے اس پاک اور نیک عقیدے سے بے نصیب ہیں ۔

علاوہ اِن سب باتوں کے ایک بہت بڑی مصیبت اس مذہب پر یہ تھی۔ کہ جناب امیر علیہ السلام سے لیکر گیارہویں امام تک سب کے سب ظاہر میں اوسی روش پر تھے۔ اور رہے جو کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی تھی۔ اور ہمیشہ اون کے محامد و اوصاف بیان کیا کئے۔ اور جب کسی نے پُوچھا۔ تب اون کی تعریفوں میں نہایت ہی مبالغہ کیا۔ بلکہ خود جناب امیر علیہ السلام برابر نمازوں میں شریک رہے۔ اور لڑائیوں اور جہادوں میں اُن کو مشورہ دیتے رہے۔ نہ صرف اوسی زمانہ میں جبکہ خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم مسندِ خلافت پر جلوہ افروز تھے۔ بلکہ اون کے بعد بھی اون کے ثناخواں رہے۔ اور اپنے عہدِ خلافت میں بھی اوسی روش پر قائم رہے۔ جو خلفائے ثلٰثہ و صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی تھی ۔ تو پھر شیعوں نے ان سب باتوں کو مدنظر رکھکر خیال کیا۔ کہ کوئی ایسی بات پیدا کرنی چاہئے۔ کہ باوجود اس موافقت ظاہری کے ائمہ کرام کی مخالفت صحابۂ کرام سے قائم رہے۔ اور مذہب تشیّع کی جڑ خوب مضبوط کی جاوے۔ تب ایک نہایت ہی سچا اور صاف اور عمدہ دلچسپ صول

قائم کیا یعنی ظاہر کا باطن سے مخالف ہونا - اور جھوٹ بولنا - گرچونکہ یہ لفظ نہائیت ثقیل اور مکروہ تھا - اگر اوسی کو عقیدے میں داخل کرتے - تو جو سُنتا - وہ اوس لفظ کو سُنتے ہی نفرت کرتا - اِسلیئے اوس کی حقیقت کو ایک خوبصورت اور خوشنما لفظ کے پردے میں ظاہر کیا - اور جھوٹھ بولنے اور ظاہر سے باطن سے مخالف ہونے کا نام تقیہ رکھا - اور اسی کو سارے سوالوں کا جواب اور کُل شبہات وشکوک کا حلال ٹھیرایا - مگر افسوس ہے کہ یہ نہ خیال کیا - کہ صُورتِ اصلی لباس سے بدل نہیں سکتی - اور حقیقت کسی شئے کی الفاظ کے تبدیل کرنے سے اَور کی اَور نہیں ہو سکتی - جھوٹ کا کچھ ہی نام کیوں نہ رکھو - جب اوس کے معنے کہو گے تو اوس کی برائی ظاہر ہو ہی جاوے گی - خواہ نام اوس کا تقیہ رکھو - خواہ اوسے اصول دین میں داخل کرو - شعر

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش — کہ من آں جلوۂ قد مے شناسم

اب غرضیکہ تقیہ کو اُصول دین میں سے قائم کرنے کے لئے سند کسی امام کی چاہیئے - اسلیئے کہ حضراتِ امامیہ اہلِ سُنّت تو نہیں ہیں - کہ جو قیاس و استحسان کو دین میں دخل دیں - خدا تعالےٰ کے فضل سے اون کے سارے عقیدے اور کُل اصول ائمۂ کرام کے فرمائے ہوئے ہیں - اور اونکی احادیث کی کتابیں ناصبیوں کی طرح بے اعتبار تو نہیں ہیں - کہ جو جس زید وعمرو نے چاہا - احادیثِ نبوی کی تصحیح کردی - اور اون کا نام صحیح اور سُنن رکھ لیا - بلکہ حضراتِ امامیہ کے محدثین نے جو کتاب حدیث کی لکھی - اوسکو بلفظہٖ ائمہ کو سُنا دیا - اور جب اونکے حضور سے اوس کی صحت ہو گئی - بلکہ جب ائمہ کرام سے دستخط مُہر کرالی - تب اوسکو جاری کیا - تاکہ عمل لوگوں کا ٹھیک اماموں کا سا ہو - پس اسواسطے تقیئے کی تعریف میں اماموں کی طرف سے حدیثیں بنانا شروع کیں - اور نہ صرف اوس کے جواز پر قناعت کی - بلکہ اوسکے وجوب اور اوسکی فضیلت میں ایسی حدیثیں قائم کیں - کہ روزہ نماز کے ثواب بھی تقیئے کے ثواب کے مقابلہ میں نیست و نابود ہو گئے - حقیقت میں تقیہ کو ایک عمدہ اصول دین کا ٹھیرایا - اور (التقیۃ دینی و دین ابائی) کی حدیث ائمہ کی زبان سے نقل کر کے تقیئے کے منکر کو کافر بنایا - یہاں تک کہ صاحب نواقض الروافض نے غلطی سے لکھا کہ شیعی کہتے ہیں - کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ تقیہ کے سبب سے اسلام لائے تھے - تو قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب میں نہائیت خفا ہو کر کہتے ہیں - کہ یہ ناصبی جھوٹا ہے - کوئی شیعہ یہ بات نہیں کہہ سکتا - اسلیئے کہ تقیہ ابرار اور پاک لوگوں کا دین ہے - کیونکر ممکن ہے - کہ ابوبکر صدیق تقیہ کرتے - اور پاک اور ابرار وں میں داخل ہوتے - غرضیکہ تقیہ ابراروں اور اماموں کا دین ٹھیرایا گیا - اور تقیہ کے صدقہ میں سنیوں کی دار وگیر سے کامل طرح پر نجات پائی - سارے اعتراض ناصبیوں کے اور کُل دلیلیں اون کی خاک میں مِل گئیں اور بڑی بڑی فضیلت کی حدیثیں اماموں کی زبان سے شیعوں کی کتابوں سے سُنیوں نے نکالیں - اور اپنے خلفاء

کی بزرگی اور فضیلت پر سند لائے۔ اور اپنے نزدیک شیعوں کو لاجواب کرنا چاہا۔ مگر ایک ایک ادنےٰ طالب علم بلکہ جاہل شیعہ نے جواب دیدیا کہ یہ حدیث تقیہ کے سبب سے امام نے فرمائی ہے۔ اور بڑے بڑے متکلمین اور فقہاء کو محققیوں کے ایسی دلیل سے ایک ایک لڑکے نے چپ کر دیا۔ حقیقت میں جو فائدہ مذہب تشیع کو تقیہ کے سبب سے ہؤا ہے۔ اور جو حفاظت اونکی اس روش سے ہوئی ہے۔ وہ کسی دوسرے عقیدے سے نہیں ہوئی +

کسی جاہل نے خوب لطیفہ کہا ہے۔ کہ تقیہ کو تشیع سے وہ نسبت ہے جو تار برقی کو آہنی سڑک سے ہی۔ کہ اگر تار برقی نہ ہو۔ ریل کا چلنا بند ہو جاوے۔ اور ایک گاڑی دوسری سے ٹکر کھا کر ٹوٹ جاوے۔ درحقیقت تار برقی ہی سے گاڑیوں کی حفاظت ہے۔ اسی طرح پر تقیہ کا حال ہے کہ اگر تقیہ کا اصول مذہب تشیع میں نہ ہوتا تو مذہب ہی خاک میں مل جاتا۔ اور ایک قول کی دوسرے قول سے اور ایک فعل کی دوسرے فعل سے اور ایک حدیث کی دوسری حدیث سے بسبب تخالف اور تناقض کے مطابقت نہ ہو سکتی۔ اور سب کا جھوٹ اور غلط ہونا کھل جاتا۔ پس نہائت ہی ذکی اور ذہین تھا وہ شخص جس نے مذہب تشیع کو ایجاد کیا۔ کہ جھوٹ کو جھوٹ سے بچایا۔ تقیہ کی وہ گرم بازاری ہوئی۔ اور اس عقیدۂ باطل کو ایسی رونق دی گئی۔ کہ امام اول سے لیکر امام آخر الزمان تک سب کی زبان سے اوسکی فضیلت میں احادیث نقل کی گئیں۔ اور تقیہ کرنیوالوں کے بڑے درجے مقرر کیئے گئے۔ شیعوں کو تقیہ کی بدولت خداتعالےٰ نے سب آفتوں سے بچایا۔ اور تقیہ پر ثواب کا وعدہ کرکے خداتعالےٰ نے اپنے شیعوں پر بڑا فضل کیا۔ کہ سنیوں کے ساتھ گوشت پلاؤ کھاویں۔ اور جب تک اونکے دسترخوان پر کاسہ لیسی کریں۔ تب تک خوب چکنی چپڑی باتیں زبان سے کہیں۔ اور اونکی خوب لمبی چوڑی ثناء و صفت کریں۔ اور خلفائے ثلثہ اور اصحاب کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی نہائت مبالغہ سے تعظیم و عزت بجالاویں۔ اور اِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا کا مضمون ادا کریں۔ اور جب گھر آویں۔ اور خاص یاروں کا مجمع ہو + اور دروازہ بند کرکے دیکھ لیں۔ کہ کوئی منہم تو نہیں۔ اوسوقت بفحوائے وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ہنسکے خوب قہقہے اوڑائیں۔ اور اپنی دھوکا دہی اور نفاق کی خود ہی تعریف کریں۔ اور پھر تبرا کہنا شروع کریں۔ ایک اپنے اوپر لعنت کرے۔ دوسرا بیش باد کہے۔ اور بموجب احادیث و اقوال ائمہ دونوں حالتوں میں اپنے آپ کو موردِ ثواب جانیں۔ سُنّی کے سامنے جو جھوٹ اور نفاق کی باتیں کہیں۔ اوس پر تو بسبب تقیہ کے۔ اور گھر آکر جو تبرا کہا۔ اوسپر بسبب لعنت کے ایک ایسے ثواب کے مستحق ہوئے کہ جو ہزار نماز و روزہ میں نہ پاتے۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی گناہ ہو گیا۔ تو پھر اوسکا بھی کچھ غم نہیں۔ اسلئے کہ یہ مسئلہ طینت کا موجود ہے۔ سنیوں کا روزہ نماز کیا ہوگا۔ اور اوس کا ثواب اونہیں

تو بل ہی نہیں سکتا۔ اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہی نہیں ہے۔ وہ بھی آخر شیعوں
ہی کیواسطے ہے۔ پس ایسے عقیدوں پر اپنے مذہب کی بنا قائم کی۔ اور اس الحاد و زندقہ کا نام تشیّع رکھا۔ اور اپنے
آپ کو مصداق فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا وَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ کا بنایا۔ حقیقت
یہ ہے کہ ان اصول وعقائد کو دیکھکر آدمی کی عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ حیرت کی مُہر سمجھ کے مُنہ پر لگ جاتی ہے
دیکھنے والا حیران ششدر رہ جاتا ہے۔ کہ الہٰی تشیّع دین ہے۔ یا الحاد۔ یہ معاملہ کیا ہے۔ کہ ایسے اصول جن کی
سفاہت کسی پردے میں چھپانے سے چھپ نہیں سکتی۔ اور ایسے عقیدے جن کی بیہودگی خود اوسی سے ظاہر
ہوتی ہے جس کے بُطلان پر نہ کسی دلیل کی حاجت۔ نہ کسی بُرہان کی ضرورت۔ کیونکر ایک ایسے فرقے نے قائم کیئے
ہیں جسکو خدا تعالیٰ نے آدمی بنایا ہے۔ اور جس کو اَوروں کی طرح عقل بھی دی ہے۔ اور پھر طُرّہ یہ ہے۔ کہ اون
اصولوں پر خوش ہیں۔ اون عقیدوں پر نازاں ہیں۔ اور اپنے آپ کو ائمہ کرام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور
اپنا بوجھ ذریاتِ نبوی کے سر پر رکھتے ہیں۔ وحاشا جنابہم عن ذٰلک۔ حقیقت میں ان کے اصول وعقائد
دیکھکر خدا تعالیٰ کا کلام یاد آتا ہے کہ لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا
وَ لَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ ۔ علاوہ تقیہ کے ایک تقیہ
کی دُم بھی شیعوں کے اگلے بزرگواروں نے قائم کی تھی۔ جسے اب حضرات شیعہ نے بسبب نہ ضرورت رہنے کے
کاٹ ڈالا ہے۔ اور تقیہ کو دُم بُریدہ کر دیا۔ وُہ دُم کیا تھی؟ بدا ۔ اسکا حال یہ ہے کہ جب حضرات امامیہ کے
پیشوا اور اس مذہب کے سرپرست ائمہ کرام کی خدمت میں جاتے۔ اور بیٹھتے۔ اور پھر باہر آتے۔ تو اپنے
اَور یاروں سے کہتے۔ کہ آج امام نے فرمایا ہے کہ اب بہت جلد سلطنت شیعوں کو ملنی ہے۔ اور چند روز کی بعد
اونکی حکومت ہونی ہے۔ اور جب وہ میعاد ہو جاتی۔ کچھ ظہور کسی وعدے کا نہ ہوتا۔ اور لوگ کچھ شبہ کرتے۔ تو وہ
حضرت کہتے۔ کہ امام نے فرمایا ہے۔ کہ خدا کو بدا ہوا ہے۔ یعنی اب اوس نے وقت بدل دیا۔ اور اپنی پہلی تجویز کو
بدل دیا۔ اور جب کوئی امام کے سامنے ان پیشواؤں کے حالات بیان کرتا۔ تو امام اوس سے بیزاری ظاہر کرتے
اور لعنت کرتے۔ اور قَاتَلَہُ اللّٰہُ وَ خَذَلَہُ اللّٰہ فرماتے۔ اور پھر کوئی شخص اون لوگوں سے بیان کرتا۔ تو بہت
ہنستے۔ اور قہقہہ مارتے۔ اور کہتے۔ کہ امام نے خیرات نورہ کا تمہارے ساتھ عمل کیا ہے۔ سُننے والا حیران رہتا
کہ بھائی خیرات نورہ کیا ہے۔ تب کہتے کہ تقیہ ✦
غرضیکہ جب کسی کو شبہ ہوتا۔ کہ ائمہ اون کو بُرا کہتے ہیں۔ اون پر لعنت کرتے ہیں۔ اونکو شیطان بتاتے ہیں تب
اوس کے شبہ کو تقیہ سے دُور کرتے۔ کہ حضرت نے تقیہ کیا ہے۔ تم نہیں جانتے ہو تقیہ ابراروں اور اماموں
کا دین ہے۔ خدا تعالیٰ کے پاس جگہ قیامت میں صرف تقیے کی بدولت ملیگی۔ اور جب وہی حضرات کسی

سے امام کی طرف سے کچھ وعدہ کرتے - اور وہ وعدہ پورا نہ ہوتا - تو کہدیتے - کہ خدا کو بدا ہوا - یعنی اپنی رائے بدل دی - اور جب کوئی شک کرتا - تو کہتے - کہ تم نہیں جانتے ہو - اس میں مصلحت تھی - اور خدا کی مصلحت کو سوائے خدا یا امام کے کوئی نہیں جانتا - اور کیا تعجب کرتے ہو بدا، پر وہ ایک قسم نسخ کی ہے - دیکھو شریعتوں میں احکام خدا نے بدل دیئے - اور ایک کو دوسرے حکم سے منسوخ کردیا - یا نہیں - پس چپ رہو - خدا کی باتوں میں چون وچرا نہ کرو ✦

جب بعض شخصوں کو بہت ہی شبہ ہونے لگا - کہ وہ خدا کیسا ہے جو آج کچھ کہتا ہے - اور جب وہ وقت آتا ہے تب پورا نہیں کرتا - اور بدا، کو نسخ سے کیا علاقہ ؟ نسخ تو یہ ہے کہ ایک حکم کسی وقت دیا - اور کسی چیز کو کسی قوم یا کسی وقت کی ضرورت سے حلال کیا - اور پھر اوس حکم کو کسی وقت و ضرورت کے سبب سے بدل دیا اور حلال کو حرام کردیا - مگر یہ خدا نے نہیں کیا - کہ پیغمبر صاحب سے کوئی خبر کہی ہو - یا کسی فتح کا وعدہ کیا ہو - اور پھر اوسکو پورا نہ کیا ہو - تو اگر امام نے یہ بات خدا کی طرف سے کہی ہوتی - یا خدا نے اون سے یہ وعدہ کیا ہوتا - تو ضرور وہ پورا ہوتا - اسلئے اس شبہے کے دور کرنے کے لئے اون بزرگواروں نے دو لوحیں قائم کیں - ایک لوح محفوظ - دوسری لوح محو واثبات - اور یہ کہا - کہ خدا نے دو لوحیں رکھی ہیں - اور سب کچھ اوس میں لکھدیا جو کچھ ٹھیک ہونیوالا ہے - وہ تو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے - اوس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوتا - دوسری لوح محو واثبات - کہ اوس میں جو کچھ لکھا ہوا ہے - خدا بدلتا رہتا ہے - پس وہ فرق جو امام کے قول میں ہوا وہ بسبب لوح محو واثبات کے ہوا - کہ اُس میں خدا نے پہلے کچھ لکھدیا - پھر اوس کو محو کرکے دوسری بات لکھدی اور امام نے پہلی بات سے خبر دی تھی - اون کو کیا معلوم تھا - کہ خدا اوس کو بدل دیگا - اور جب کسی نے یہ کہا کہ یہ بات سمجھ کے خلاف ہے - اور دوسری لوح کے مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہے - تب وہ جواب دیا - جو مجتہد صاحب نے صوارم میں دیا ہے - کہ (و از آں جملہ آنکہ ہر گاہ انبیاء و اوصیاء خبر دہند - از کتاب محو و اثبات - و بعد ازاں خبر دہند بخلاف آں - بندگاں را واجب باشد اذعان نمودن بآں - و چوں ایں اذعان بر نفس بسیار دشوار ہست - موجب مزید اجر آنہا گردد - فان افضل الاعمال احمزها وبها یمتاز المسلمون الذین فاضوا بدرجات الیقین عن الضعفاء الذین لیس لهم قدم راسخ فی الدین) کہ یہ بات کہ ایک دفعہ انبیاء و اوصیاء کچھ بات فرمائیں - اور پھر اوس کے برخلاف بندوں سے کہیں - اوس کا بھی یقین کرنا واجب ہے - اور اسی یقین کرانے کے لئے خدا نے دوسری لوح محو واثبات قائم کی ہے - اور چونکہ ایسا یقین نفس پر بہت دشوار ہے - اسلئے موجب زیادہ ثواب کا ہے - اس لئے کہ جو عمل سب سے زیادہ ترش ہوتا ہے - وہی سب سے افضل ہے - اور اسی سبب سے مسلمان اوروں سے ممتاز

عبارت صوارم مطبوعہ بنزرہک ۱۲۶۷ صفحہ ۲۹ سطر ۳

ہوئے ہیں۔ اور ایسی ہی باتوں پر یقین کرنے سے یقین کے درجات پر پہنچے ہیں۔ اور اون لوگوں سے جو کہ دین میں راسخ
اور مضبوط نہیں ہوتے۔ جدا ہوتے ہیں۔ غرضیکہ بداء پر یقین کرنا باعث ہزاروں درجات اور ثواب کا ٹھیرا۔ اور
اوسپر یقین نہ کرنا نقص ایمان کی دلیل ٹھیرا۔ بلکہ بداء کو خدا نے اسیواسطے تجویز کیا ہے۔ کہ اوسپر یقین اور شبہ کرنے
سے ایمان کا امتحان ہو +

آب خیال کیجئے۔ کہ حضرات شیعہ کے بزرگواروں نے کس خوبی اور کس ہوشیاری سے دین کے اصول قائم کئے
ہیں۔ اور کیا کیا اچھے عقیدے تجویز کئے ہیں۔ اس بداء کے حقیقی معنی سے گو مجتہد صاحب نے صوارم میں
بظاہر انکار کیا۔ مگر جو کچھ اونہوں نے لکھا۔ اوس سے اور زیادہ ثبوت ہؤا۔ چنانچہ اس شبہ کو کہ ائمہ کرام اوس
بات کا جو ہونیوالی نہ تھی۔ کیوں وعدہ کیا کرتے تھے۔ کس خوبی سے دفع کرتے ہیں۔ حضرت قبلہ وکعبہ صوارم
میں فرماتے ہیں۔ کہ (واز آنجملہ آنکہ این اخبار موجب تسلیۂ مؤمنین کہ انتظار فرج اولیاء اللہ و غالب شدن حق
می کشند میشود۔ چنانچہ این معنی در باب قصہ نوح و در باب فرج اہل بیت مروی گشتہ۔ چہ اگر از اول شیعیان
را خبر میدادند۔ انہا را باینکہ ممکن است۔ کہ واصل شود فرج آل محمد عنقریب ومنظور ازین اخبار آں بود کہ تا شیعیان
بر دین خود ثابت بمانند۔ و بر انتظار کشیدن مثاب شوند۔ و بعد ازینکہ جناب مولانا مجلسی در باب تائید این احتمال
ومناسب این مقال دو سہ روائت ذکر نمودہ گفتہ معنی قولہ علیہ السلام ما عبد اللہ بمثل البداء این است۔ کہ ایمان
ببداء از اعظم عبادات قلبیہ است۔ بجہت صعوبت آں ومعارض بودن آں بوساوس شیطانی وبجہت آنکہ اقرار
ببداء در حقیقت اقرار است باینکہ لہ الخلق ولہ الامر۔ واین بکمال توحید است۔ ویا معنی این حدیث این است
کہ اعظم اسباب دواعی است بطرف عبادت جناب رب العالمین۔ انتہی) حقیقت یہ ہے کہ جیسا کلمہ حق اور
سخن راست جناب قبلہ وکعبہ اور مُلّا باقر مجلسی نے یہ فرمایا ہے۔ اپنی ساری عُمر میں دوسرا کلمہ ایسا سچ زبان سے
ارشاد نہ کیا ہوگا۔ جو کچھ ان بزرگواروں نے فرمایا۔ اوسپر دل سے اون کا شُکر کرنا چاہیئے۔ کہ صاف صاف کہدیا
کہ اگر امام شیعوں سے جھوٹے وعدے نہ کیا کرتے۔ اور اون کو وعدوں پر نہ ٹلا کرتے۔ تو اکثر شیعہ دین سے پھر جاتے
اور مذہب پر ثابت قدم نہ رہتے۔ پس ایسی دو رنگی باتوں کے کہنے سے یہ غرض تھی۔ کہ لوگ شیعہ بنے رہیں۔
ورنہ اگر ایک ہی دفعہ امام کہدیتے۔ کہ ہزار دو ہزار برس تک شیعوں کو غلبہ نہ ہوگا۔ تو بس ناامیدی سے شیعوں
کی جان ہی نکل جاتی۔ اور مایوس ہوکر گھر بیٹھ رہتے۔ اور خاک پاک کا کنٹھا اور عقیق کی انگوٹھی اور سجدہ گاہ
امام کے دروازے پر رکھ کر سب کے سب جنیت ہوجاتے۔ ہاں جو خاص خاص با ایمان شیعی تھے مثل حضرات
زرارہ اور ہشام اور شیطان الطاق وغیرہ کے وہ یکہ وتنہا بے یار و یاور رہ جاتے۔ پس اوس جماعت کو جو صرف
جھوٹے وعدوں پر دنیا ملنے کے دام میں زرارہ وغیرہ کے پھنس گئے تھے۔ پس ایسے ہی جھوٹے وعدوں سے

حضرات زرارہ وغیرہ نے درہم برہم نہ ہونے دیا - اور اپنی ہوشیاری سے ضرورتِ وقت کے مناسب فوراً ہی ایک نیا عقیدہ اور ایک اصولِ جدید بنا لیا - اور امام علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا - ورنہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھیگا - اور بداء کو خدا کی طرف منسوب کریگا - قیامت تو یہ ہے کہ فقط منسوب کرنے ہی پر کفایت نہ کی - بلکہ موافق اپنی عادت کے کہ جس بات کو شروع کیا - اوسکو انجام تک پہنچا دیا - اس مسئلہ بداء کی وہ فضیلت بیان کی - کہ آخر امام کی طرف منسوب کر دیا - امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ (فاعتبد الیہ بمثل البداء) کہ جیسی بداء کے سبب سے خدا کی عبادت ہوتی ہے - ایسی کسی دُوسرے سبب سے نہیں ہوتی - سبب اس کا ظاہر ہے - کہ جب شیعوں سے کہدیا - کہ بہت جلد تم کو سلطنت ملنی ہے - اون بیچاروں نے دُنیا کی طمع میں حضرات زرارہ وغیرہ کے حضور میں حاضر باشی شروع کی - خاکِ پاک کی سمرنوں اور چٹائی کی جانمازوں اور رہتی کی سجدہ گاہوں کو لے لیا - اور خوب رگڑ رگڑ کر پیشانیوں کو داغا - اور مضمون فَیُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِی وَالۡاَقۡدَامِ کا ادا کیا - جب وعدہ پورا نہ ہوا - اور دن گذر گئے - اور کچھ ظہور نہ ہوا - تب مایوس ہو کر زرارہ وغیرہ سے پوچھا کہ یہ کیا ہوا - اوس نے ادھر اودھر جا کر دو چار روز کے بعد کہدیا - کہ امام فرماتے ہیں - کہ خدا کو بداء ہوا - یعنی اُس نے وقت بدل دیا - مگر تم پھر عبادت کرو - اور خوب تبرّے کہو - اور اپنے اوپر لعنت بھیجو - دیکھو - بہت جلد خدا ترقی دیتا ہے - غرضیکہ اسی طرح پر چند احمقوں بیوقوفوں کو اپنے دامِ تزویر میں رکھا - کبھی تقیے سے بہکایا - اور کبھی بداء کہکر دم میں رکھا - کبھی طینت کا مسئلہ لاکر اون کو خوش کر دیا - یہ کرتے کرتے آخر دینِ محمدی میں رخنہ ڈال ہی دیا - اور ایک فرقہ کو اپنا ساتھی کر لیا - پس ہوا جو کچھ کہ کرانے والا تھا - اور بگڑ گیا دین جیسا کہ اوس نے سمجھا تھا - فقد استھوذ علیھم الشیطانُ واستغواھم الطغیانُ ؎

وکل واحدٍ منھم بعاجل حظہ مشغوفا ۔ فصار یری المعروف منکرا و المنکر معروفا

غرضیکہ اے حضراتِ شیعہ ! تم اپنے مذہب کے اصول وعقائد پر غور کرو - اور اوس کے حُسن وقبح کو دیکھو - اور اگر پھر بھی نہ سمجھو - تو خیر اختیار ہے - تقیہ کرو - رجعت کی امید پر بیٹھے رہو - بداء کا الزام ذاتِ باری پر لگاتے رہو - طینت کا مسئلہ یاد کر کے خوب شوق و ذوق سے گناہوں میں مصروف رہو - اسواسطے کہ جتنی تُمتی اگلے پچھلے گذرے ہیں - اور جتنی عبادتیں اونہوں نے کی ہیں - وہ تو آخر تمہیں کو ملیں گی - اور آخر تمہارے گناہوں کا بار تو ہم کو اٹھانا ہی پڑے گا - بس پھر عبادت کی محنت اٹھانی اب تم کو فضول ہے - ؏

تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

تمّت

نوری کتب خانہ بازار حضرت داتا صاحب لاہور

شائع کردہ :- جامعہ نعمانیہ ٹکسالی دروازہ لاہور

گلزار عالم پریس - لاہور